ہدیہ رمضان! ماہ مقدس کا ایک تحفہ ہے جو اس ماہ مبارک کے فضائل ومسائل، روزہ کے آداب واحکام، تراویح، صدقہ فطر، اور دیگر احکام شرعیہ سے متعلق امور پر مشتمل ہے۔

ہدیہ رمضان

تالیف

حضرت مولانا مفتی سفیان بلند صاحب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

غبارِ خاطر

فقہیاتِ رمضان، سوشل میڈیا پر اہم دینی سلسلہ

سوشل میڈیا پر واٹس ایپ ایک ایسی ایپ ہے جس پر روزانہ ہزاروں لاکھوں میسج کی بھرمار ہوتی ہے، ان میں جہاں عمومی نوعیت کی باتیں، خصوصی احوال، کاروباری خبریں، سیاسی حالات، کھیل کی دنیا اور عالمی حالات پر تبادلہ خیال ہوتا ہے، وہیں اس پر دینی تعلیمات سے متعلق بھی مختلف نوعیت کے شرعی مسائل پر بھی سوالات و جوابات کا سلسلہ رہتا ہے، چونکہ یہ اس وقت باہمی رابطہ کی ایک ایسی اہم ایپ ہے جس سے لاکھوں انسان بیک وقت وابستہ ہیں، ایک وقت میں ایک بات دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لمحوں میں پہنچ جاتی ہے، اس افادیت کو دیکھتے ہوئے ہمارے بعض رفقاء کرام نے اس بات کی فکر فرمائی کہ عوام الناس کے اس بڑے جم غفیر کی دینی رہنمائی کے لئے کچھ شرعی ہدایات کا سلسلہ شروع کیا جائے جس میں ان کو دین اسلام کے بنیادی اور اہم فضائل و مسائل سے روشناس کروایا جائے، خاص کر مختلف مواقع مثلاً اسلامی مہینوں کے احکام، ماہ رمضان

کے فضائل و مسائل، بقر عید و حج کے فضائل و مسائل اور روز مرہ کے پوچھے جانے والے عام فہم مسائل کی وضاحت ہو، چنانچہ اس پر راقم الحروف نے توکلاً علی اللہ فقہیات کے نام سے کام کا آغاز کیا، الحمد للہ! عوام و خواص اور خاص کر اہل علم حضرات نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور دعائیں بھی دیں، اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

فقہیاتِ رمضان بھی اسی دینی و شرعی رہنمائی کا ایک سلسلہ ہے، اور الحمد للہ! اس کی مقبولیت اتنی رہی کہ سوشل میڈیا پر اہل علم حضرات نے اس کو تربیت کے لئے بہت اہم سمجھا اور اس پر میرے اساتذہ و تلامذہ اور احباب ورفقاء نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، چنانچہ گذشتہ سال سے اصرار تھا کہ اس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائے، چنانچہ اب وہ مرحلہ آگیا جس کا انتظار تھا، اللہ تعالی کے فضل و کرم سے یہ مختصر سا ہدیہ محبت بنام **"ہدیہ رمضان"** پیش خدمت ہے، اللہ تعالی اس کو قبولیت سے نوازے اور ذخیرہ آخرت فرمائے آمین

"فقہیات" کے سلسلہ میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے اس میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ دینی مسائل کا حل پہلے قرآن کریم پھر احادیث نبویہ اور پھر کتب فقہ و فتاوی کی روشنی میں مرتب کر کے دیا جائے، اور اس کے لئے جن تفاسیر سے عموماً استفادہ کیا جاتا ہے ان میں تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن اور تفسیر انوار البیان کو سامنے رکھا جاتا ہے، حدیث میں کتب صحاح کے ساتھ ساتھ عموماً مشکوۃ شریف اور اس کی اردو شرح مظاہر حق سے لیا جاتا ہے، کتب فقہ میں امہات الکتب میں سے عموماً فتح القدیر، البحر الرائق، بدائع الصنائع، فتاوی ہندیہ (عالمگیری) اور فتاوی شامیہ (الدر المختار مع رد المحتار) سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں، کتب فتاوی میں اکابر کے فتاوی کی روشنی میں مسائل کو منضبط کیا جاتا ہے جس میں خاص طور سے فتاوی یوسفی (آپ کے مسائل اور ان کا حل) فتاوی محمودیہ، فتاوی عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، فتاوی دار العلوم زکریا، کتاب الفتاوی، نجم الفتاوی، فتاوی قاسمیہ، کتاب النوازل اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن و جامعہ دار العلوم کراچی کی ویب سائٹ اور دیگر فتاوی سے استفادہ کیا جاتا ہے، تاہم تعبیر میں بسا اوقات نقل بالمعنی کو ترجیح دی جاتی ہے تا کہ عوامی

سطح کے مطابق مسئلہ بیان کیا جاسکے، اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اس میں کوئی کمی پائیں تو بغرض اصلاح رہنمائی فرمائیں اور فائدہ اٹھانے والے قارئین کرام اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

سفیان بلند عفااللہ عنہ
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مدرس و متخصص جامعہ دارالہدی گلستان جوہر کراچی
۱۱ رمضان ۱۴۳۹ھ
۲۷ مئی ۲۰۱۸ء
بروز اتوار بوقت سحر

مُقَدِّمَۃ

رمضان المبارک کے معمولات کی ترتیب!

عارف باللہ مرشدی حضرت واصف منظور صاحب نوراللہ مرقدہ کی اہم ہدایات کا خلاصہ

1-رمضان سے پہلے دعاؤں کا اہتمام

محترم دوستواور بزرگو!

چند دنوں کے بعد بہت برکت مہینہ آنے والا ہے، حضوراکرم ﷺ رجب کا چاند دیکھتے تو دعافرماتے:

اللہم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان

یہ دعامانگناسنت ہے، دومہینہ تک دعامانگنا، علماء نے لکھاہے کہ خیر کے کاموں کے لئے درازی عمر کی دعامانگنا چاہیے، اس کے بالمقابل یہ مانگنا کہ یااللہ! مجھے اٹھالے، یہ غلط ہے، ذراپریشانی آئی تو بس یہ دعامانگ لی، یہ مستورات کی زیادہ عادت ہے کہ وہ اس طرح دعاکرتے ہیں، اگر کسی نے ایسی دعامانگی ہے تو توبہ کرے، آخرت کی تیاری کیا کی جو یہ دعامانگتے ہیں؟ یوں دعاکریں کہ یااللہ! جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھ کو زندہ رکھ اور جب میرے لئے دنیاسے جانا بہتر ہو تو اٹھالے، حضوراکرم ﷺ نے رمضان تک پہنچنے کی دعاکیوں مانگی؟ کیا روزہ اور تراویح کی وجہ سے؟ اس مہینہ کو اللہ تعالی نے اپنا مہینہ کہاہے، یہ میرامہینہ ہے اور جو اللہ کا مہینہ ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالی دیں گے، تم گیارہ مہینہ اپنے کام دھندوں میں پھنسے رہے، ہمارے پاس نہیں آئے، اس ایک مہینہ

میں عبادت کر کے میرا قرب حاصل کرلو، ہمارے مقرب بن جاؤ، یہ اللہ کا احسان ہے کہ جو گیارہ مہینہ دنیا میں پھنسے رہے اب ان کو موقع دیا کہ ہمارے قریب آکر مقرب بن جاؤ، اس لئے یہ مبارک مہینہ بہت پسندیدہ ہے، انسان و جن کی پیدائش کا مقصد اللہ کی عبادت ہے، حالانکہ فرشتے تو اس کی عبادت میں لگے ہیں، مگر ان میں معصیت کا مادہ نہیں، انسان و جن میں اطاعت و معصیت دونوں کا مادہ ہے، اب حکم دیا کہ عبادت کرو۔

2- عبادات کی اقسام

عبادت کی دو قسمیں ہیں:

اس کو سمجھ لیں تاکہ غلط فہمی ختم ہو جائے، شادی بیاہ، کاروبار اور خدمت بھی عبادت ہے اور نماز، روزہ بھی عبادت ہے، مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک براہ راست عبادت یعنی جس عبادت کا مقصد ہی اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کرنا ہے، اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھتا ہے کہ ایکسرسائز ہو جائے گی تو اس کے بارے میں مفتی صاحبان سے پوچھیں کہ کیا حکم ہے؟ نماز کی تو وضع ہی عبادت کے لئے ہے، اس سے کوئی اور کام مقصود نہیں، دوسری عبادت جو کہ بالواسطہ عبادت ہے کہ کمانا، شادی بیاہ کرنا، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا کہ اس میں دوسری نیت بھی ہے مگر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کام کو ہمارے حکم اور ہمارے محبوب ﷺ کے طریقے پر کرو گے تو اس کو ہم عبادت بنادیں گے، تجارت و ملازمت، شادی بیاہ اور زراعت کو ہم عبادت بنادیں گے، لیکن یہ بالواسطہ عبادت ہے، آجکل دھوکہ لگا ہوا ہے ہم ڈاکٹری کے ذریعے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں، یہ عبادت ہے اور رات کو گھر آکر اکٹھی نماز پڑھ لیتے ہیں، یہ شیطان کا دھوکہ ہے، اللہ پاک اس مبارک مہینہ میں براہ راست عبادت کرواتے ہیں، اس سے زیادہ روحانیت آتی ہے، بالواسطہ عبادت سے مکمل روحانیت نہیں آتی، اس لئے اللہ تعالی اس ماہ میں براہ عبادت چاہتے ہیں، حلال کمانا عبادت ہے اور فرائض کے بعد سب سے بڑی عبادت ہے، مگر بالواسطہ عبادت ہے اور اللہ پاک کے ہاں براہ راست عبادت افضل ہے، اس کے لئے کہا گیا کہ ہم اس مبارک مہینہ میں اس کا نظم بنائیں، اب سب سے آسان صورت یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے آدمی سنجیدگی سے بیٹھے کہ

میں اس رمضان میں اپنے آپ کو کتنا فارغ کر سکتا ہوں، کچھ لوگ پورا فارغ کر لیتے ہیں، کچھ تھوڑا کر لیتے ہیں، ابھی جون جولائی میں جہاز، ریل اور ڈائیو بسوں میں سیٹ نہیں مل رہی تھی، جماعتیں انتظار میں تھیں، کیوں؟ اس لئے کہ گھومنے پھرنے والوں نے پہلے سے بکنگ کرائی ہوئی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو گھومنے پھرنے کے لئے فارغ کر لیا تھا، اور پھر ان کو ملے گا کیا؟ گناہوں کے ڈھیر لے کر آرہے ہیں، یہ فلپائن، ملیشیا، سنگاپور اور یورپ دوڑے چلے جارہے ہیں، واپس آتے ہیں تو گناہوں کے انبار ساتھ ہوتے ہیں، کسی کی نگاہ کے راستے، کسی کے دل کے راستے، کسی کے دماغ کے راستے، کسی کے جسم کے راستے گناہ آرہے ہیں، اور اگر وہاں نہیں جا سکتے تو یہاں کاغان ناران کالام کے لئے جاتے ہیں، مجھ سے آکر کہتے ہیں کہ اہلیہ کہہ رہی ہے کہ لے جاؤ، آپ اجازت دیدیں، مجھ سے آکر ٹھپہ نہ لگواؤ، میں تو یہ کہہ رہا کہ چھٹیاں تو سب کے پاس ہیں، جائیں نہ جائیں، وہ مسئلہ الگ ہے، اگر چھٹیاں نہیں ہیں تو رمضان کے لئے، اللہ تعالی جزائے خیر دے ہمارے علماء کرام کو کہ انہوں نے مدارس کی ترتیب ایسی بنائی کی 15 شعبان سے 15 شوال تک چھٹیاں کر دیں، یہ اس لئے کیا کہ سال بھر بالواسطہ عبادت میں لگے ہوئے ہیں، اب رمضان میں براہ راست عبادت میں لگیں، کیا یہ مدارس والے جون جولائی میں چھٹیاں نہیں کر سکتے تھے؟ مدارس والے تو عام دنوں میں تو ویسے ہی عبادت میں لگے ہوئے تھے، مگر اب براہ راست عبادت میں لگ جائیں، اس لئے رمضان میں چھٹی دے دی، یہ رحمت کا خاص مہینہ ہے۔

3-رمضان المبارک کا نظام الاوقات بنائے

اس مہینہ میں ہر آدمی اپنے کو فارغ کرنے کی سوچے، پورا مہینہ، بیس دن، دس دن، آدھا دن، آدھا گھنٹہ، آٹھ گھنٹے، چار گھنٹے، دو گھنٹے، ہر آدمی اپنا رمضان کا نظام الاوقات بنائے، یہ رحمت کا خاص مہینہ ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں 24 گھنٹے دعائیں قبول ہوتی ہیں، باقی دنوں میں تو قبولیت کے مخصوص اوقات ہیں، جس مہینہ میں اللہ پاک کی رحمت دھواں دھار برس رہی ہو اور آدمی کاروبار میں بیٹھا ہو، دفتروں میں بیٹھا ہو، کتنے دکھ کی بات ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ گیارہ مہینہ تم دنیا میں بیٹھے رہے اب ہمارا قرب حاصل کرنے آجاؤ، رمضان کا

استقبال کیا ہے؟ جو دن ابھی ہیں اس میں سارے کام نمٹالو، بچوں کے کپڑے، جوتے اور موزے ہیں، گھر والوں کے کپڑے، جوتے اور چوڑیاں ہیں، ان سب کو اس ماہ سے پہلے پہلے کرلیں تاکہ اس ماہ مبارک میں ایک دفعہ بھی بازار جانا نہ پڑے، بازار کیا ہیں؟ یہ شیاطین کے اڈے ہیں! لوگوں کو لوٹنے کے اڈے ہیں! لیکن غیروں نے کیا کیا؟ ہم سے روزے نہیں چھڑوائے، ہمارے زمانے میں لوگ روزے بہت کم رکھتے تھے، اکثر مرد صرف جمعۃ الوداع کا روزہ رکھتے تھے، کراچی میں روزہ رکھنے کا عام رواج نہ تھا تو اور شہروں میں کیا ہوتا، اب سے کوئی پچیس سال پہلے (آج کے اعتبار سے پینتیس سال پہلے) پنجاب کے ایک دیہات میں رمضان میں ایک عورت کھارہی تھی، کسی نے کہا تو کہنے لگی کہ میں گنہ گار تھوڑی ہوں جو روزہ رکھوں؟ لوگ اس زمانے میں روزہ رکھنا گنہ گار کا کام سمجھتے تھے، اس زمانے میں دین سے دوری تھی، نوجوان تو رکھتے ہی نہ تھے، بوڑھے لوگ رکھ لیتے، آج کے زمانے میں روزہ مرد و عورت سب رکھتے ہیں لیکن ان روزوں کو کھونے کے راستے پیدا کردیئے! جیسے نیوائیر کی شاپنگ رات کو کرتے ہیں، کرسمس کی شاپنگ رات کو کرتے ہیں، اب ہمارے نوجوان کہتے ہیں کہ عید کی تیاری کا مزہ تو چاند رات کی شاپنگ میں ہے، تاکہ سارے مہینہ کی کمائی کو دھلا دیا جائے، اب تو عید کی تیاری کے لئے معتکفین بھی بھاگتے ہیں کہ خریداری کا مزہ تو چاند رات کو ہے، اسی طرح پانچ روزہ تراویح پڑھ کر ٹولے کے ٹولے بہادر آباد میں آئسکریم اور جوس کی دکان پر جائیں گے اور یہ جو قرآن کے چھ سپارے سنے ہیں وہ جھاڑ کر آجائیں گے، یہاں تو یہاں، حرم میں بھی تراویح کے بعد مکہ و مدینہ کے بازار چمک جاتے ہیں، کے ایف سی، بن داؤد، البیک اور بازار سے چمٹ جاتے ہیں اور شیخ سدیس و شیخ شریم کی تراویح کو ضائع کردیتے ہیں، حرم میں حرم کے لئے آئے تھے، اب یہاں جوس، سینڈوچ اور البیک میں لگ گئے، اب لٹاؤ تراویح کے اثرات، یہ بازار شیطان کے اڈے ہیں، نہ دل محفوظ، نہ دماغ محفوظ، نہ آنکھ محفوظ، تینوں محفوظ نہیں، ٹھیک ہے کہ عورتیں عبایا میں آتی ہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ جیسے بے پردہ عورت پر نظر ڈالنا منع ہے، ایسے ہی برقعہ والی عورت پر بھی نظر ڈالنا منع ہے، یہ برقعہ کی نگاہ اندر تک گھستی ہے، ایسی بات کسی مجلس میں کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا، لیکن میں تو علماء کی بتلائی ہوئی بات کررہا

ہوں، بھائیو! روزے کی حفاظت کریں، ساڑھے تین گھنٹے سپارے سنے اور باہر آکر دھلائی کردی، یہ مناسب نہیں، جو خریداری کرنی ہے رمضان سے پہلے کریں اوراس کی دعوت چلائیں، محرمات سے بچنا مسلمان کا شیوہ ہے اور حرام چیزوں سے بچانا میری اور آپکی ذمہ داری ہے، صرف تراویح پڑھوانا ذمہ داری نہیں کہ بعد میں دھلائی کردیں، ساری خریداری رمضان سے پہلے کرلیں اور باقی عید کے بعد رکھیں، گھر کا راشن اور کھجلہ پھینی پورے رمضان کا رکھ لیں کوئی خراب نہیں ہوگا، اب تو فریز کئے ہوئے رول، سموسے مل جاتے ہیں، اس پر گھر والوں کا ذہن بنائیں، یہ ہے رمضان کا استقبال!!!!

4-رمضان المبارک کے استقبال کا طریقہ

ہمارے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ رمضان کا چاند نظر آجائے تو ہر آدمی دو رکعت صلوۃ الحاجت پڑھے اور دعا کرے کہ یااللہ! ایسا مبارک مہینہ آگیا تو جانتا ہے کہ میں کیسا کمزور ہوں، اے اللہ! جیسے اس مبارک مہینہ کو گزارنا چاہیئے تو مجھے قوت عطا فرما کہ میں اس طرح اس کو گزار سکوں، ہم میں سے ہر آدمی دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اور اپنے کو اللہ کے سپرد کرے، اللہ تعالی کا حضور اکرم ﷺ سے ارشاد ہے کہ { فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب } کہ جب آپ فارغ ہوجائیں تو اپنے کو دعا میں تھکایئے، آپ کس کام میں لگتے تھے؟ تجارت میں؟ ملازمت میں؟ آپ تو دعوت و تبلیغ اور تعلیم میں لگے رہتے تھے، لیکن نبی آخرالزمان ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ بالواسطہ عبادت سے نکل کر براہ راست عبادت میں لگ جائیں۔

5-تراویح میں چالیس مقامات قرب ہیں

اللہ پاک نے فضل فرمایا کہ ہمیں اس مبارک ماہ میں قرب کے راستے بتائے اور تراویح دی جس میں چالیس سجدے ہیں، اور ایک سجدہ ساری عبادتوں پر بھاری ہے، چالیس مقامات قرب ہر ایک کو اضافی دیئے ہیں، یہ تراویح پڑھنا مردوں کے لئے بھی ضروری اور عورتوں کے لئے بھی ضروری، اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ تراویح کہاں پڑھوں؟ ایک یہ ہے کہ بیس منٹ میں بیس رکعتیں پڑھاتا ہے، ہم سکھر میں ایک مسجد تراویح کے لئے رکے

تو وہاں امام نے بیس بائیس منٹ میں بیس رکعتیں اور تین وتر پڑھائے، پتہ نہیں چلا کہ وہ قومہ میں تو ہم رکوع میں، وہ جلسہ میں تو ہم سجدے میں، تین منزلہ مسجد بھری ہوئی تھی، یہ یہاں کراچی میں بھی ہے، اگر نام لے لوں تو لوگ ناراض ہو جائیں گے، ایک یہ ہے کہ اطمینان سے پڑھیں کہ پتہ چلے کہ کب رکوع ہوا، کب قومہ، کب سجدہ، کب جلسہ، ان حفاظ کے ہاں تو قومہ، جلسہ کا پتہ ہی نہیں ہوتا اور درود شریف کو تو کھا جاتے ہیں، اگر ایسی ہی تراویح پڑھنی ہے تو بن جاؤ اسی مسلک کے پھر حنفی بننے کی کیا ضرورت ہے؟ امام نے نیت باندھتے ہی سورہ فاتحہ شروع کردی، پتہ نہیں چلا کہ کب سبحانک اللہم پڑھی؟ یہ اصل میں مقتدیوں کو خوش کرنا ہے، یہ شروع سے قاری کے کانوں میں ڈالتے ہیں کہ اتنے بجے ختم کرنا ہے اور اگر کرکٹ کا میچ شروع ہونے والا ہو تو اور زیادہ تیز پڑھتے ہیں کہ دھڑا دھڑ ختم کرنا ہے، کچھ پتہ نہیں کہ کب رکوع، کب قومہ، کب سجدہ، کب جلسہ، بھائی! اللہ کے لئے ایسے ترواتح کا مذاق نہ اڑایا جائے، اور مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں جگہ اس طرح ہوتا ہے، ایسی جگہ تراویح پڑھیں جہاں قاری سنبھل کر پڑھتا ہو کہ ایک ایک لفظ سمجھ آئے، بیس منٹ سے زیادہ لگ جائیں گے تو کیا ہوگا؟

تراویح کے سلسلے میں دوسری درخواست یہ ہے کہ اگر سفر درپیش نہ ہو تو مسجد کے مصلی کی تراویح پڑھیں، یہ پانچ روزہ دس روزہ تراویح پڑھنے والے تراویح کے ساتھ کھیلتے ہیں، یہ اس طرح کرکے "الم تر" کی تراویح پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ بوجھ اتار دیا، اگر ایسا ہی ہے تو اللہ کے لئے اس طرح ترواتح نہ پڑھیں، ہاں! اگر عمرہ کا سفر ہے یا تبلیغ کا سفر ہے یا کوئی اور کام ہے تو قرآن ناقص نہ رہ جائے، اس لئے چند روز میں پڑھ لو تو ٹھیک ہے مگر یہ جو پانچ روزہ دس روزہ تراویح پڑھنے کا رواج چل پڑا ہے، یہ صحیح نہیں، امام کے پیچھے ترواتح پڑھیں تاکہ ترواتح کی تحقیر نہ ہو، اللہ کا احسان ہے کہ اس نے رمضان میں ترواتح کی نعمت دی ہے، ترواتح کے ایک سجدے پر ڈیڑھ ہزار نیکیاں ہیں، اس لئے ترواتح کے بارے میں بھی اطمینان سے ترتیب بنائیں اور قاری صاحب سے کہہ دیں کہ آدھا گھنٹہ زیادہ وقت لگ جائے تو کوئی بات نہیں، یہ پوچھتے ہیں کہ فلاں جگہ کتنے بجے ختم ہوتا ہے اور جو جلدی ختم کرتا ہے اس کا جھنڈا اوپر ہوتا ہے حالانکہ اصل میں دیر سے ختم کرنے والے کا جھنڈا اوپر ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ تین

سپارے پڑھنے والے نے اتنا تیز پڑھا کہ امام صاحب سے پہلے ختم کر دیا، حالانکہ اس کو امام صاحب سے ڈھائی گنا زیادہ وقت دینا چاہیے تھا، ڈر لگتا ہے کہیں اس طرح کرنے سے قرآن کریم کی تحقیر نہ ہو جائے، یہ نماز مومن کی معراج ہے۔

6- تلاوت قرآن کی مقدار کو بڑھائیں

اپنے قرآن کی تلاوت کو بڑھائیں، ایک سپارہ کا معمول ہے تو دو سپارہ کر دیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ رمضان میں ایک قرآن دن میں ختم کرتے اور ایک رات میں کرتے اور ایک تراویح میں کرتے، اکسٹھ قرآن پاک رمضان میں ختم کرتے، بعضوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی یہی لکھا ہے، ہمارے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ نے ستاون قرآن پاک ختم کئے، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کا تو مستقل معمول تھا روزانہ ایک قرآن ختم کرنے کا اور پورے رمضان میں تراویح میں ایک قرآن ختم کرنے کا، اس طرح اکتیس قرآن بن جاتے تھے، جو پارہ تراویح میں پڑھنا ہوتا اسکو نماز میں انیتس دفعہ مختلف وقتوں میں پڑھ لیتے، اللہ نے جن کو حفظ کی دولت سے نوازا، وہ حفاظ تو روزانہ ایک قرآن ختم کریں، اللہ کے فضل سے اس مسجد میں بیسیوں ایسے ہیں جو روزانہ قرآن ختم کرتے ہیں، یہ تو آدمی کی ہمت کی بات ہے، ایک بہت بڑی حیثیت کے آدمی ہیں حافظ قرآن ہیں، میں نے ان سے کہا کہ روزانہ ایک قرآن ختم کریں، ان کی مصروفیت بہت تھی، کبھی قرآن پڑھنے کو وقت نہ ملے، مگر انہوں نے ہمت کی تو ایک سال ایک رمضان میں ایک قرآن ختم کیا، دوسرے سال دو کئے، تیسرے سال تین کئے، چوتھے سال چار کئے، بس ہمت کی بات ہے، یہ حفظ کی قدر دانی ہے کہ روز ایک ختم کریں، غیر حافظ حضرات رمضان میں دس بارہ پندرہ قرآن ختم کریں، ہماری مسجد کے غیر حافظ بھی پورا قرآن ختم کر لیتے ہیں، اور اس کو کرتے ہوئے تبلیغ کی چھٹی نہیں ہے، دونوں گشت، تعلیم اور مشورہ کے ساتھ ساتھ ہو، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دادی عام دنوں میں بیس سپارے پڑھتیں اور رمضان میں چالیس سپارے کا اہتمام ہوتا اور یہ سب گھر کا کام کاج کرتے ہوئے کرتیں، ہماری طرح وہ عورتیں بے ڈھنگی نہ تھیں کہ افطاری

یونائیٹڈ کنگ سے آتی بلکہ ساٹھ ستر آدمیوں کی سحری، افطاری اور رات کے کھانے کا بندوبست کرتے ہوئے پڑھتیں، روٹیاں خود پکاتیں کہ اس زمانے میں روٹی بازار سے منگوانا معیوب تھا، پہلے زمانے میں رات کو بارہ بجے مہمان آجائے تو عورتیں آٹا گوندھ کر روٹی پکانے کو سعادت سمجھتی تھیں، رات کو اگر سائل بھی آجاتا تو اس کو بھی گرم گرم چپاتی کھلانے کا معمول تھا، رمضان میں تو ہماری مستورات مہمان نوازی پر آجائیں، یہ نہیں کہ فلاں ہوٹل سے لاکر دیدو، اپنی مستورات کو ترغیب دیں کہ گھر کے کام کے ساتھ وہ بھی قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

7-نوافل کا اہتمام

تلاوت کی طرح ایسے ہی رمضان میں نوافل کثرت کریں کہ جیسے عام دنوں میں تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین پڑھتے ہیں، عورتیں تہجد کے لئے سحری میں بیس منٹ پہلے اٹھ جائیں اور پہلے تہجد پڑھ لیں پھر سحری کی تیاری کرلیں، مرد بھی پہلے اٹھ جائیں اور تہجد پڑھ کر تلاوت کریں، استغفار کریں اور دعا مانگیں، فجر کے بعد آدھے پونے گھنٹہ کا مجاہدہ ہوتا ہے، اس میں ذکر تلاوت کرلیں اور اس کے بعد آرام وغیرہ کریں، آرام کے بعد چاشت کے وقت چاشت پڑھ لیں اور مغرب کے بعد مرد مسجد میں تھوڑی دیر میں اوابین پڑھ سکتے ہیں، جب تک مستورات بھی گھر میں اوابین کا اہتمام کرلیں، ان چاروں نوافل کا مرد و عورت دونوں اہتمام کر سکتے ہیں، رمضان میں بالکل نہ چھوڑیں۔

8-نفلی صدقات کا اہتمام

رمضان میں صدقات کا بھی خوب اہتمام ہو، حضور اکرم ﷺ یوں تو سارا سال صدقات کا اہتمام فرماتے مگر رمضان میں اس کا اہتمام ایسا ہو جاتا جیسا کہ تیز ہوائیں چلتی ہیں، یعنی آپ ﷺ کی سخاوت رمضان میں تیز ہواؤں کے جھونکے کی طرح ہوتی، آپ حضرات بھی اہتمام کریں، لوگوں کو افطار کرائیں، گھر والوں، رشتہ داروں اور غریبوں کو ان کا حق دیں اور ان پر خرچ کریں، اللہ کے بعض نیک بندے مدینہ منورہ میں پچاس پچاس

ریال کی افطاری کراتے ہیں، تم لوگ تو اس کو ضرب دیتے رہو گے؟ اللہ نے جس کو جتنی حیثیت دی ہے اتنا خرچ کرے، آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نمک چاٹ کر افطاری کرتے ہیں، ایسے لوگ آج بھی میرے سامنے ہیں، تلاش کریں گے تو ملیں گے، ان کو رمضان سے پہلے تلاش کر کے پورے رمضان کی سحری اور افطاری کا سامان پہنچادیں، ان شاء اللہ روح خوش ہو جائے گی، ایسے مستحقین کو تلاش کریں اور یہاں نہ ملیں تو دیہات میں جا کر تلاش کریں، اسکردو، گلگت، چترال، دیر اور ایسے کسمپرس علاقے ہیں، وہاں لوگوں کو پہنچائیں، بلوچستان میں ایسے مستحق افراد کے علاقے ہیں، ان پر خوب دل کھول کر خرچ کریں، جتنا خرچ کریں گے، اللہ اتنا دے گا۔

9-ذکر کا اہتمام

میرے بھائیو! رمضان میں ایسے ہی ذکر کی کثرت کریں، رمضان کا ایک بہت ہی اہم اور عام ذکر ہے:

{لاإله إلا الله أستغفر الله أسئلك الجنة و أعوذ بك من النار}

اس میں وہ چاروں چیزیں آگئیں جن کی کثرت کرنے کا رمضان میں حکم ہے، یہ بہت آسان ہے اور چلتے پھرتے ہو سکتا ہے، اور اس میں لگیں گے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو گا۔

10-ٹی وی؛ رمضان کی عبادات کو ضائع کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ

گناہوں میں گناہ کا سب سے بڑا ذریعہ آنکھیں ہیں، اس ٹی وی کی نحوست سے آنکھوں کا گناہ ہوتا ہے، کم از کم رمضان میں اس کو بند کروادیں کہ اس کی وجہ سے مردوں کی آنکھیں گناہگار، عورتوں کی آنکھیں گناہگار، بچوں کی آنکھیں گناہگار ہو رہی ہیں، میں کہتا ہوں کہ حرم کی تراویح بھی نہ دیکھیں کہ اس میں اگر اسکرین پر عورتیں آجائیں گی تو کیا آنکھیں پھیر لیں گے یا بند کر دیں گے؟ یہ ٹی وی بالکل بند کر دیں اور ٹی وی کے چیلے "انٹرنیٹ اور موبائل" ہیں، میں تو صرف درخواست کر سکتا ہوں کہ ان کو بھی بند کر دیں، اگر کسی کو سخت مجبوری میں انٹرنیٹ پر بیٹھنا ہے تو تین آدمیوں کی موجودگی میں بیٹھے، دو آدمیوں کی موجودگی میں بھی ہرگز نہ بیٹھے کہ گناہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔

میرے بھائیو! ہماری مایہ لٹ رہی ہے اور ہمیں پتہ نہیں ہے، اور جن کے موبائل میں انٹرنیٹ ہے، ان سے درخواست ہے کہ وہ رمضان میں پرانا سا ایک ہزار یا آٹھ سو کا موبائل خرید لیں، ورنہ ان مبارک راتوں میں جب فرشتوں کا نزول ہو رہا ہو گا، اور ہمیں پتہ نہیں کہ یہ موبائل ہمیں کہاں کہاں لگائے گا؟ آپ سب میرے اپنے ہیں اس لئے کھل کر بات کر رہا ہوں، یہ چھوٹے چھوٹے آلات ہماری مایہ کو لٹا رہے ہیں اور ہمیں شعور بھی نہیں، اگر کسی کے پاس ایسے موبائل ہیں جن میں الائیں بلائیں آجاتی ہیں، (یعنی اسمارٹ فون اور اس کی مختلف اپلی کیشنز ہیں) تو اس کو بدل لیں اور سستا سا موبائل اپنی ضرورت کا خرید لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ کی طرف سے ملنے کا وقت آیا تو ہماری سارے مہینہ کی ساری کمائی لٹ چکی ہو، پندرہ بیس منٹ کے موبائل کے استعمال سے سارا سرمایہ ہی لٹ گیا اور تنہائی میں ایسے چیزوں کے استعمال سے پکی توبہ کریں، مشائخ نے لکھا ہے کہ رمضان میں خاص کر آنکھوں کے گناہوں سے بالکل اجتناب کریں کہ اس سے عبادات بہت جلد ضائع ہو جاتی ہیں، اسی طرح اخبار بھی چھوڑ دیں، آج کا مرد اخبار میں چھپی ہر سیاسی، قومی اور ملکی عورت کی تصویر کو جانتا ہے، اسی طرح آج کی عورت اخبار میں چھپی ہر سیاسی، قومی اور ملکی مرد کی تصویر کو جانتی ہے، یہ اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ میں دیکھتے ہیں، کیا یہ دیکھنا جائز ہے؟ اس لئے رمضان میں اخبار کو بھی بند کر دیں کہ یہ گناہوں کے آلات ہیں، بس قرآن کے علاوہ کسی اور چیز پر ہماری نگاہ نہ پڑے، اللہ کے لئے اپنے رمضان کو ان سب چیزوں سے محفوظ فرمائیں۔

11-دعا کا اہتمام

آخری بات یہ ہے کہ دعاؤں کی کثرت کریں کہ یہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس میں ہر وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس پوری بات اور مذاکرہ کو گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر سوچیں!!!

12-مریدین کے لئے تربیتی نشست کی ترتیب

خانقاہ کی ترتیب یہ ہو گی کہ رمضان کا مہینہ نہ انفرادی مشوروں کا ہے، نہ اپنے خط کے سوال وجواب کا ہے، نہ کسی اور مذاکرے کا، بس پڑھنے پڑھانے اور عبادت کا ہے، جتنی دیر مجلس ہو، اس میں میں بھی اپنے ذکر اور

معمولات پڑھوں گا اور آپ بھی پڑھیں، کسی کو کوئی بات بہت ضروری کرنی ہے تو شعبان میں رمضان سے پہلے کرلیں، صبح کی مجلس میں آپ بھی (ذکر اسم ذات) اللہ اللہ کا ذکر کریں اور میں بھی اللہ اللہ کا ذکر کروں گا، اور آخری عشرے میں تراویح کے آدھے پونے گھنٹہ کے بعد مجلس ہوتی ہے، یہ تربیتی نشست رات کو ہوتی ہے، اس کے بعد عبادات میں لگ جائیں، یہ راتیں سونے کی نہیں ہیں، حضور اکرم ﷺ اپنی لنگی کو مضبوط کرتے تھے اور بستر کو تہہ کر دیتے تھے، آخری عشرہ سونے کا نہیں ہے بلکہ عبادت کا ہے، پتہ نہیں کونسا لمحہ شب قدر کا ہو اور اس میں ہماری مغفرت ہو جائے، اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله أجمعين

صوم/روزہ

روزہ کیا ہے؟

روزہ کو عربی لغت میں صوم اور صیام کہتے ہیں، جس کے معنی امساک کے ہیں یعنی مطلقاً رکنا!

اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو "اندر" کے حکم میں ہو، کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا، نیز روزہ دار کا مسلمان اور حیض و نفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کئے گئے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا اور بعض حضرات کہنا ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے، چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔

رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی، چاہے کوئی شخص بغیر کھائے پئے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا، مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق گزرے اور ان احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

ماہ رمضان کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

فائدہ: "آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں" یہ کنایہ مقصود ہے اس بات سے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہیں باری تعالیٰ کی پے در پے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے اوپر جاتے ہیں اور قبولیت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

"جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں" یہ کنایہ ہے کہ بندہ کو ان اچھے کاموں کی توفیق عطا کی جاتی ہے جو جنت میں داخلہ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

"دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں" یہ کنایہ ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔

"شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

باب الریان، روزہ داروں کا جنتی دروازہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان رکھا گیا اور اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہی ہو سکے گا۔(بخاری و مسلم)

ماہ رمضان کے صیام وقیام کی فضیلت:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان و اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔(بخاری و مسلم)

روزہ کا ثواب اور آداب:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا، روزہ دار اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لئے ہی چھوڑتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔(بخاری و مسلم)

روزہ دار کے لئے کی سفارش:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لئے شفاعت کریں گے، چنانچہ روزہ کہے

گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور دوسری خواہشات (مثلاً پانی، جماع اور غیبت وغیرہ) سے دن میں روکے رکھا لہٰذا میری طرف سے بھی اس کے حق میں شفاعت قبول فرما، قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روکے رکھا، لہٰذا میری طرف سے بھی اس کے حق میں شفاعت قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (بیہقی)

فائدہ: قرآن سے تہجد اور تلاوت قرآن وعبادت وغیرہ کے لئے شب بیداری مراد ہے روزہ اور قرآن دونوں کی شفاعت کا ثمرہ یہ ہوگا کہ غالباً روزہ کی شفاعت سے تو گناہ ختم کردیئے جائیں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجات عالیہ نصیب ہوں گے۔ (علامہ طیبی رحمہ اللہ)

جنت میں ماہ رمضان کا استقبال:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے استقبال کے لئے جنت شروع سال سے آخر سال تک اپنی زیب وزینت کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چنانچہ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے درختوں کے پتوں سے حور عین کے سر پر ہوا چلتی ہے پھر حوریں کہتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے شوہر بنادے کہ ان (کی صحبت وہم نشینی کے سرور وکیف) ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہمارے دیدار ووصل سے ٹھنڈک پائیں۔ (بیہقی)

فائدہ: شروع سال سے مراد محرم کا ابتدائی دن ہے لیکن یہ بھی بعید نہیں کہ جنت ورمضان کے اعتبار سے شروع سال سے مراد شوال کا ابتدائی دن ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے تو اس کے ہر دن کے روزہ کے بدلے میں اسے موتیوں کے خیمے میں حور عین میں سے ایک زوجہ عطا کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے حور مقصورات فی الخیام۔

سحری میں برکت ہے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔(بخاری و مسلم)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ بابرکت کھانے کے لئے آؤ۔(ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: سحر رات کے آخری حصے کو کہتے ہیں، سَحور سین کے زبر کے ساتھ اسم ہے یعنی طعامِ سحر کے معنی میں اور سُحور سین کے پیش کے ساتھ مصدر ہے یعنی سحر کے وقت کھانا۔

برکت سے مراد یہ ہے کہ سحری کھانا چونکہ سنت نبوی پر عمل کرنا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بڑا اجر ملتا ہے بلکہ روزہ رکھنے کی قوت بھی آتی ہے، ایک روایت میں ہے کہ سحری کھاؤ، چاہے وہ ایک گھونٹ پانی ہی کی شکل میں کیوں نہ ہو، البتہ یہ حکم واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

سحری مسلمانوں کا امتیاز

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے روزے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاری) کے روزے کے درمیان فرق سحری کھانا ہے۔(مسلم)

فائدہ: اہل کتاب کے ہاں رات میں سو رہنے کے بعد کھانا حرام تھا، اسی طرح مسلمانوں کے ہاں بھی ابتداء اسلام میں یہی حکم تھا مگر بعد میں مباح ہو گیا، لہٰذا سحری کھانے سے اہل کتاب کی مخالفت لازم آتی ہے جو اس عظیم نعمت کی شکر گزاری کا ایک ذریعہ ہے۔

بہترین سحری

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے لئے سحری کا بہترین کھانا کھجور ہے۔(ابوداؤد)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فضائل رمضان میں لکھتے ہیں:

علامہ عَینیؒ نے سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سحری کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں، اوراِس کے مستحب ہونے پر اِجماع نقل کیا ہے، بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اِس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں، اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھاکر سو جاتے ہیں اور وہ اِس کے ثواب سے محروم رہتے ہیں، اِس لیے کہ لغت میں ''سَحَر'' اُس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے۔ (قاموس) بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اُس کا وقت شروع ہو جاتا ہے، صاحبِ کشّافؒ نے اخیر کے چھٹے حصے کو بتلایا ہے، یعنی تمام رات کو چھ حصّوں پر تقسیم کرکے اخیر کا حصّہ مثلاًاگر غروبِ آفتاب سے طلوعِ صبحِ صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سَحر کا وقت ہے، اوراِن میں بھی تاخیر اَولیٰ ہے، بشرطیکہ اِتنی تاخیر نہ ہو کہ روزے میں شک ہونے لگے .... ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں، اور ثَرِید میں، اور سحری کھانے میں، حضور اکرم ﷺ جب کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کے لیے بُلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ! برکت کا کھانا کھالو، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھاکر روزے پر قوّت حاصل کرو، اور دوپہر کو سوکر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے وَقت حاضر ہوا کہ آپ ﷺ سحری نوش فرمارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے، اِس کو مت چھوڑنا۔ (ملخصاً)

سحری کے اہم مسائل

● اگر کوئی شخص رات ہی کو اس اندیشہ سے روزے کی نیت کرکے سو جائے کہ سحری کے وقت اس کی آنکھ نہیں کھلے گی تو اس کا روزہ ہو جائے گا۔

● اگر صبحِ صادق ہو جانے کے بعد کھایا پیا تو روزہ نہ ہو گا، خواہ اذان ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو، اور اذانیں عموماً

صبحِ صادق کے بعد ہوتی ہیں، اس لئے اذان کے وقت کھانے پینے والوں کا روزہ نہیں ہوگا، عموماً مسجدوں میں اوقات کے نقشے لگے ہوتے ہیں، ابتدائے فجر کا وقت دیکھ کر اس سے چار پانچ منٹ پہلے سحری کھانا بند کر دیا جائے۔

● سحری ختم ہونے کا وقت متعین ہے، سائرن اور اذان اس کے لئے ایک علامت ہے، ہر فرد گھڑی میں وقت دیکھ لے، اگر سائرن وقت پر بجا ہے تو وقت ختم ہو گیا، اب کچھ کھا پی نہیں سکتے، البتہ اگر کسی علاقے میں سائرن وقت کے ختم ہونے سے پانچ منٹ پہلے بجایا جاتا ہو اور سب کو معلوم بھی ہو تو اس وقت ایک منٹ میں اگر پانی پی لیا تو روزہ میں فرق نہ پڑے گا تاہم احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سائرن بجنے سے پہلے پانی پی لیا جائے۔

● اُصول یہ ہے کہ روزہ رکھنے اور اِفطار کرنے میں اس جگہ کا اعتبار ہے جہاں آدمی روزہ رکھتے اور اِفطار کرتے وقت موجود ہو، پس جو شخص عرب ممالک سے روزہ رکھ کر کراچی آئے تو اس کو کراچی کے وقت کے مطابق اِفطار کرنا ہوگا، اور جو شخص پاکستان سے روزہ رکھ کر مثلاً سعودی عرب گیا ہو، اس کو وہاں کے غروب کے بعد روزہ اِفطار کرنا ہوگا، اس کے لئے کراچی کے غروب کا اعتبار نہیں۔

● اگر کسی علاقے میں اذان کی آواز نہ آتی ہو اور وہ ریڈیو کی اذان پر سحری بند کرتے ہوں اور افطار کرتے ہوں تو درست ہے بشرطیکہ ریڈیو پر صحیح وقت پر اطلاع اور اذان دی جاتی ہو، البتہ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ نقشہ اوقات بھی دیکھ لئے جائیں اور گھڑی بھی درست وقت پر رکھی جائے۔

● عام طور پر لوگ روزہ کی نیت ان الفاظ سے کرتے ہیں وبِصومِ غدٍ نویتُ من شہرِ رمضانَ یہ الفاظ سنت نبوی سے ثابت نہیں بلکہ مشائخ سے سہولت کے لئے منقول ہیں، واضح رہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، اگر کوئی شخص دل سے ارادہ کرلے کہ کل رمضان کا روزہ رکھوں گا تو بھی درست ہو جائے گا، زبان سے تلفظ کرلینا بہتر ہے، نیز زبان سے تلفظ کرتے وقت انہیں الفاظ سے نیت کرنا ضروری نہیں، یہ الفاظ عام آدمیوں کی سہولت کے لئے ہے کہ وہ عربی میں نیت کرلیں۔

والسنة أن يتلفظ بها فيقول: نويت أصوم غدا أو هذا اليوم إن نوى نهاراً لله عز وجل من فرض رمضان أي سنة المشائخ لا النبي (صلى الله عليه وسلم) لعدم ورود النطق بها عنه (شامی: 3/345؛ زکریا دیوبند)

(مستفاد از مظاہر حق و فتاوی یوسفی و دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

وقت داخل ہوتے ہی افطاری میں جلدی کرنا

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی کے ساتھ رہیں گے۔(بخاری مسلم)

فائدہ: آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ لگائی جائے، شہروں میں غروب آفتاب کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب سیاہی بلند ہو جائے یعنی جہاں سے صبح صادق شروع ہوتی ہے، وہاں تک پہنچ جائے، آسمان کے بیچوں بیچ سیاہی کا پہنچنا شرط نہیں ہے۔

افطار میں جلدی کرنے سے اہل کتاب کی مخالفت بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ افطار میں اس وقت تک تاخیر کرتے ہیں جب کہ ستارے خوب اچھی طرح نہیں نکل آتے، اور صحیح احادیث کے بموجب مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے افطار کرنا سنت ہے۔

افطار کا وقت سبب افطار ہے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب ادھر سے رات آئے (یعنی مشرق کی جانب سے رات کی سیاہی بلند ہو) اور ادھر (مغرب) دن جائے اور سورج (پورا) ڈوب جائے تو سمجھو کہ روزہ دار نے افطار کیا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: "روزہ دار نے افطار کیا" کے تین مفہوم ہیں:

1-جب افطار کا وقت ہو گیا تو گویا روزہ دار نے افطار کر لیا چاہے اس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

2-روزہ دار افطار کے وقت میں داخل ہوگیا۔

3-جب مذکورہ وقت آجائے تو روزہ کو افطار کرلینا چاہئے۔

جلد افطار کرنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندوں میں سب سے زیادہ پیارا وہ بندہ ہے جو وقت ہو جانے پر افطار میں جلدی کرے۔(ترمذی)

ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ہے کہ دین اسلام ہمیشہ غالب رہے گا جب تک کہ لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود ونصاریٰ افطار میں دیر کرتے ہیں۔(ابوداؤد اور ابن ماجہ)

کسی عذر سے افطار میں معمولی تاخیر کرنا

حضرت ابو عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے ام المومنین! آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں دو اشخاص ہیں ان میں سے ایک صاحب تو جلدی افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں، دوسرے صاحب دیر کر کے افطار کرتے ہیں دیر کر کے نماز پڑھتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جلدی افطار کرنے والے اور نماز پڑھنے والے کون صاحب ہیں؟ ہم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہی معمول تھا اور دوسرے صاحب جو افطار میں اور نماز میں دیر کرتے تھے حضرت ابو موسیٰؓ تھے۔(مسلم)

فائدہ: محدثین فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے اونچے درجے کے عالم اور فقیہ تھے، اس لئے انہوں نے سنت کے مطابق عمل کیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی تھے، ان کا عمل بیان جواز کی خاطر تھا یا انہیں کوئی عذر لاحق ہوگا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ایسا کبھی کبھی (کسی مصلحت و مجبوری کی خاطر) کرتے ہوں۔

کھجور اور پانی سے افطار کرنا باعث برکت ہے:

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص روزہ افطار کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ کھجور باعث برکت ہے اور اگر کوئی شخص کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔(احمد و ترمذی)

فائدہ: یہ استحبابی حکم ہے اور کھجور سے افطار کرنے میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پوری طرح ہوتی تو اس صورت میں جو چیز کھائی جاتی ہے، اسے معدہ اچھی طرح قبول کرتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں جب شیرینی معدہ میں پہنچتی ہے تو بدن کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ شیرینی کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلدی سرایت کرتی ہے خصوصا قوت باصرہ کو شیرینی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے اور چونکہ عرب میں شیرینی اکثر کھجور ہی کی ہوتی ہے اور اہل عرب کے مزاج اس سے بہت زیادہ مانوس ہیں، اس لئے کھجور سے افطار کرنے کے لئے فرمایا گیا اور کھجور کے نہ پانے کی صورت میں پانی سے افطار کرنا ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی کے لئے بطور نیک فالی فرمایا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی افطاری:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز مغرب سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو تین چلو پانی پی لیتے۔(ترمذی، ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تین کھجوروں سے یا کسی ایسی چیز سے جو آگ کی پکی ہوئی نہ ہوتی تھی، روزہ کھولنا پسند فرماتے تھے۔(ابویعلیٰ)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں مقیم لوگ اور معتمرین افطار کے لئے کھجور سے پہلے آب زمزم پی کر روزہ افطار کرنے یا ان

دونوں کو ملا کر ان سے روزہ افطار کرنے کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ یہ اتباع سنت کے خلاف ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں بہت دنوں تک مقیم رہے مگر آپ ﷺ سے ایسا کوئی عمل منقول نہیں ہے۔

افطار کرانے کی فضیلت:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ دار کو افطار کراتا ہے یا کسی غازی کا سامان درست کرتا ہے تو اس کو اسی کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے (بیہقی فی شعب الایمان و شرح السنۃ)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رَمضان میں روزہ افطار کرائے، اُس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، اور شبِ قدر میں جِبرائیل علیہ السلام اس سے مصافَحہ کرتے ہیں، اور جس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں (اُس کی علامت یہ ہے کہ) اُس کے دِل میں رِقّت پیدا ہوتی ہے، اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ (روح البیان)

فائدہ: ہمارے ہاں افطار کرانے کا بڑا ذوق شوق پایا جاتا ہے، اس کی جتنی حوصلہ افزائی کی جائے کم ہے تاہم یہ خیال بھی رکھا جائے کہ یہ سب کرنا صرف اللہ تعالی کی خوشنودی کے واسطے ہو، کوئی دکھلاوا مقصود نہ ہو، ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوگا، اسی طرح افطاری اپنی حیثیت کے مطابق کرائے اور اسراف سے بھی بچے، بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ سڑکوں کے اطراف پر افطاری کے دستر خوان لگے ہوتے ہیں اور بعد میں رزق کی ناشکری ہورہی ہوتی ہے، یہ اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے۔

افطار پر شکر گزاری:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ افطار کرتے تو یہ فرماتے:

{ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله} پیاس چلی گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اللہ نے چاہا

توثواب ثابت ہو گیا۔(ابوداؤد)

افطار کی دعائیں:

1- حضور اکرم ﷺ جب افطار کرتے تو دعا فرماتے:

{اللهم لك صمت وعلى رزقك أفطرت}

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور اب تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔(رواہ أبوداود مرسلا)

فائدہ: ابن ملک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا افطار کے بعد پڑھا کرتے تھے، اس دعا میں { ولک صمت کے بعد یہ الفاظ و بک آمنت و علیک توکلت} عام طور سے پڑھے جاتے ہیں، یہ الفاظ اگرچہ حدیث سے ثابت نہیں ہیں مگر معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

2- آپ ﷺ یہ بھی پڑھا کرتے تھے:

{الحمدلله الذى أعاننى فصمت و رزقنى فافطرت} تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری مدد کی کہ میں نے روزہ رکھا اور مجھے رزق عطا فرمایا کہ میں نے افطار کیا۔(مظاہر حق)

3- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے:

{اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرْلِيْ}

اے اللہ! تیری اُس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے، یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے۔

4- بعض کُتب میں خود حضور اکرم ﷺ سے یہ دُعا منقول ہے:

{يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِيْ} اے وسیع عطا والے! میری مغفرت فرما۔

اَور بھی متعدّد دعائیں رِوایات میں وَارِد ہوئی ہیں، مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں، اِجابتِ دُعا کا وقت ہے، اپنی اپنی ضرورت کے لیے دُعا فرماویں، یاد آجائے تو اِس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں، کہ سائِل ہوں، اور سائل کا حق ہوتا ہے۔(مستفاد از مظاہر حق و فضائل اعمال)

مسائل:

● ہوائی جہاز میں روزہ دار کو جب آفتاب نظر آرہا ہے تو اِفطار کرنے کی اجازت نہیں ہے، طیارہ کا اعلان بھی مہمل اور غلط ہے، روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، پس اگر وہ دس ہزار فٹ کی بلندی پر ہو اور اس بلندی سے غروبِ آفتاب دِکھائی دے تو روزہ اِفطار کرلینا چاہئے، جس جگہ کی بلندی پر جہاز پرواز کر رہا ہے وہاں کی زمین پر غروبِ آفتاب ہو رہا ہو تو جہاز کے مسافر روزہ اِفطار نہیں کریں گے۔

● اگر کسی نے غلطی سے غروب سے پہلے روزہ کھول لیا جائے تو قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ نہیں، اگر اس پر اس وقت روزہ فرض ہو چکا تھا تو وہ روزہ کی قضا کرلے اور اگر کسی نے اس طرح غلطی کی اور اب وہ فوت ہو چکا ہو تو اس کے اس روزے کا فدیہ ادا کردے، اور فدیہ یہ ہے کہ کسی محتاج کو دو وقت کھانا کھلانا، یا پونے دو کلو گندم کی قیمت نقد دے دینا۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

● اگر کوئی غیر مسلم بوقت افطار موجود ہو تو اس کو بھی کھانے میں شامل کر سکتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم دعوتِ افطار کرے اور مکمل یقین ہو کہ وہ حلال چیز سے افطار کرائے گا اور اس کی وجہ سے مسجد کی جماعت کے فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو تو اس کی دعوت افطار میں شرکت کی گنجائش ہے: ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة (عالمگيري: ۳۴۷/۵)(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

● مغرب کی اذان اور اقامت میں اتصال نہ کرنا چاہیے، تھوڑا سا فرق ضروری ہے، مقدار فرق میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہونا چاہیے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس قدر بیٹھنا چاہیے جس قدر دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں اور رمضان المبارک میں اگر افطاری کی وجہ سے قدرے تاخیر بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے، یہ تاخیر کسی کے انتظار کی نہیں ہے بلکہ ایک واقعی ضرورت ہے، ہاں! زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

● مسجد میں کوئی چیز تقسیم کر دینا درست ہے بشرطیکہ مسجد کو آلودہ کرنے والی چیز نہ ہو، اسی طرح مسجد

میں افطار کرنا جائز ہے مگر مسجد کو آلودہ ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔(کفایت المفتی جلد سوم)

مساجد میں افطار کا اہتمام کرنا:

مسجد عبادت اور ذکر کی جگہ ہے، کھانا پینا اور سونا عام حالات میں مسجد کے اندر کراہت سے خالی نہیں ہے،اس لئے جو لوگ مسجد کے قریب ہوں اور افطار کر کے بسہولت جماعت میں شریک ہو سکتے ہوں،ان کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ گھر میں افطار کریں اور مسجد میں آکر نماز پڑھیں،تاہم چونکہ افطار بھی ایک طرح کی عبادت ہے اور مسجد میں افطار کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ مغرب کی جماعت فوت نہیں ہوتی،اس لئے مسجد میں بھی افطار کرنے کی گنجائش ہے،البتہ دو باتوں کا لحاظ رکھیں:

1- مسجد میں داخل ہوتے ہوئے نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، کیونکہ معتکِف مسجد میں خورد و نوش کر سکتا ہے۔

2- مسجد کو آلودگی سے بچانے کا پورا اہتمام کریں،اور اس کی صورت یہ ہے کہ افطار مختصر ہو،اور کوئی کپڑا اچھا کر اس پر افطار کا نظم کرلیا جائے،تاکہ مسجد کے اندر آلودہ ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔(کتاب الفتاوی جلد سوم)

مروجہ افطار پارٹی اور مختلف مفاسد:

رمضان شریف میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مختلف طبقات اور مختلف پیشے سے وابستہ افراد کی طرف سے افطار پارٹی کا اہتمام کیا جاتا ہے، سو اگر یہ محض جذبہ احتساب سے خالص لوجہ اللہ ہو تو فی نفسہ جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب ہے بشرطیکہ ان امور سے خالی ہو جو مختلف مفاسد کا ذریعہ بن سکتے ہیں:

1-اصل تو یہی ہے کہ افطار ایک عبادت ہے اور عبادت کو اس کے نہج پر رکھا جائے، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے عمل سے اس طرح باقاعدہ پارٹی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،ہاں! بلاتداعی کے اگر کچھ لوگوں کو افطار کرادے تو باعث اجر ہے۔

2-دعوت غیر مسلم کی بھی قبول کی جاسکتی ہے، خود حضور اکرم ﷺ نے بھی غیر مسلموں کی دعوت اوران کا تحفہ قبول کیا ہے، بشرطیکہ اس کی طرف سے کیا جانے والا افطاری کا سامان اوراس کا ذریعہ آمدنی حلال اور پاک ہو۔

{أن يهودية أتت النبى بشاة مسمومة فأكل منها ، فجيئ بها فقيل : ألا نقتلها ؟ قال : لا ، قال : فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله ﷺ (صحيح البخاري ، حديث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين) محشى}

3-اگرکسی سودی ادارے کی طرف سے افطار پارٹی رکھی جائے تواس دعوت قبول کرنادرست نہیں، کیونکہ ایک تواس ادارہ کا ذریعہ آمدنی سود ہے اور سود کی حرمت وشناعت ظاہر ہے، دوسرے اس سے ایک ایسے ادارہ کا تعاون ظاہر ہوتا ہے جو سود کا داعی ہے اور گناہ میں تعاون حرام ہے۔(کتاب الفتاوی جلد سوم)

4-چندہ فراہم کرکے افطاری کی اشیاء کا انتظام کرنا بھی درست نہیں کیونکہ اس میں دوسروں سے چندہ کرنے میں عموماً جبر واکراہ ہوتا ہے، اور مسلمانوں کا مال بلا طیبِ نفس لینااور کھانا، کراہت سے خالی نہیں، خصوصاً افطار میں جو کہ عین عبادت ہے، اس میں لینااور زیادہ قبیح ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ لا يحل مال إمرئٍ مسلم إلا بطيب نفسٍ منه۔

5-افطاری میں غیر مسلموں کو بھی دعوت دی جاتی ہے، البتہ افطاری ایک عبادت ہے اوراسلام کے اہم رکن صوم کا تتمہ ہے، اس لئے خاص طور سے بلانا پسندیدہ نہیں کیونکہ یہ ایسا مباح ہے جو کہ آگے چل کر دوسرے مفاسد ومنہیات کا دروازہ کھول سکتا ہے، قاعدہ ہے کہ "کل مباح أو مستحب يفضي إلى الحرام" تاہم اگرچند ایک کو بلانے سے مفاسد کا اندیشہ نہ ہو تو حرج نہیں۔

6-شہرت، نام نمود، دکھلاوا اور ریاکاری مقصود نہ ہو جیسا کہ عموماً پایا جاتا ہے۔

7-مرد وخواتین کا اختلاط اور اجتماع بھی نہ ہو اور مرد وخواتین کے لئے انتظام کرنے والا اسٹاف بھی بے پردگی کا سبب نہ بنے کہ یہ ہر صورت میں ممنوع ہے۔

8-افطاری کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے، اور اس بھیڑ بھاڑ میں اس عبادت کا موقع ضائع ہو جاتا ہے، اس لئے اس کا ترک کرنا اصل ہے، پھر اس پارٹی کی وجہ سے نماز میں تاخیر، عین افطار کے وقت گپ شپ اور ہنسی مذاق کا ماحول بھی بن جاتا ہے جو کہ اس عبادت کی روح کے منافی ہے۔(مستفاد از فتاوی ریاض العلوم)۔

9-کسی بھی قسم کے خلاف شرع امور کا ارتکاب لازم نہ آئے مثلا ویڈیو گرافی، تصویر کشی وغیرہ نہ ہو اور کھانے میں حرام و نجس چیز شامل نہ ہو۔

10-خلاصہ یہ کہ تمام حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے انتظام ہو اور وہاں کوئی خلاف شرع امور نہ ہو رہے ہوں، پارٹی کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت اور دیگر عبادات نہ چھوٹے، تو ایسی افطار پارٹی میں حصہ لینے کی گنجائش ہے تاہم اجتناب اولیٰ و بہتر ہے۔(مستفاد از دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

روزہ کی نیت کب کرے؟

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزے کی نیت فجر سے پہلے نہ کرے تو اس کا روزہ کامل نہیں ہوتا۔(ترمذی، ابوداؤد) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ راوی نے اس روایت کو امام زہری سے نقل کیا ہے اور حضرت حفصہؓ پر موقوف کیا ہے یعنی اس حدیث کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا قول کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزہ کی نیت رات ہی سے نہ کی جائے تو روزہ درست نہیں ہوتا خواہ روزہ فرض ہو یا واجب ہو یا نفل، لیکن اس بارے میں کچھ تفصیل ہے:

اگر رمضان کا روزہ ہو یا نفل روزہ ہو یا نذر معین کا روزہ ہو تو نصف النہار شرعی یعنی زوالِ آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر لینی جائز ہے، لیکن اگر قضاء روزہ ہو یا کفارہ کا روزہ ہو یا نذر مطلق کا روزہ ہو تو اس کے لئے رات ہی سے نیت کرنی شرط ہے، کیونکہ پہلی صورت میں رمضان کے روزہ اور نذر معین کی تعیین تو موجود ہے، جبکہ دوسری صورت میں تعیین کی ضرورت ہے۔

نصف النہار کیا ہے؟

''نصف النہار'' عربی لفظ ہے، ''نصف'' کا معنی ہے آدھا اور ''النہار'' کا معنی ہے دن، گویا نصف النہار کا معنی ہوا دن کا آدھا یا نصف وقت، نصف النہار کو عام طور پر ''زوال'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، البتہ نصف النہار کی نصف النہار کی دو قسمیں ہیں جن سے ہمارے شرعی احکام متعلق ہیں:

1-نصف النہار شرعی

2-نصف النہار عرفی (اسی کو عام طور پر ''زوال'' بھی کہا جاتا ہے)

رمضان کے روزے، نفل روزے اور نذرِ معین کے روزے کی نیت نصف النہار شرعی سے قبل کرنا ضروری ہے۔

صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، نصف النہار شرعی اور نصف النہار عرفی (وقتِ زوال) کے درمیان اس کا نصف ہوتا ہے، مثلاً صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ڈیڑھ گھنٹہ ہو تو نصف النہار عرفی (وقت زوال) سے پونہ گھنٹہ پہلے نصف النہار شرعی ہوگا، اس کی مقدار ہر موسم میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے، اس لئے کوئی مقدار گھنٹوں سے متعین نہیں کی جاسکتی، ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔
(احسن الفتاوی 4/446)

لغو کلام اور بے ہودہ گفتگو سے پرہیز:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص (روزے کی حالت میں) لغو و باطل کلام اور بے ہودہ افعال نہ چھوڑے گا تو اللہ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے اپنا کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ (بخاری)

فائدہ: لغو و باطل کلام سے مراد وہ باتیں ہیں جن کو اپنی زبان سے نکالنے میں گناہ لازم آتا ہے جیسے کفریات بکنا، جھوٹی گواہی دینا، افتراء پردازی، غیبت کرنا، بہتان تراشی خواہ زنا کا بہتان ہو یا کسی برائی کا اور لعنت کرنا

یا اسی قسم کی وہ باتیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ لہٰذا جس روزہ دار نے نہ تو لغو و باطل کلام سے اپنی زبان کو بچا لیا اور نہ برے افعال کی غلاظت سے اپنے دامن کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے اپنا کھانا پینا اور دوسری خواہشات چھوڑ رکھی ہیں۔

عارف باللہ مرشدی حضرت واصف منظور صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جب روزہ رکھوا کر حلال کام کرنے بھی ممنوع ہو گئے تو حرام کام کیسے جائز ہو سکتے ہیں، وہ تو بغیر روزہ کے بھی جائز نہیں، یہ زبان بہت سوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرانے والی ہے، روزہ میں اسی بات کی مشق ہے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے، حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے ضمانت لی ہے جو دو جبڑوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کرے۔

مشائخ لکھتے ہیں کہ روزہ کی تین قسمیں ہیں:

1-عوام کا روزہ ہے جس میں کھانے پینے اور جماع سے اپنے کو باز رکھا جاتا ہے۔

2-خواص کا روزہ ہے کہ جس میں تمام اعضاء اور حسیات کو حرام و مکروہ خواہشات و لذات سے بچایا جاتا ہے بلکہ ایسی مباح چیزوں سے بھی اجتناب ہوتا ہے جو کسر نفسی کے منافی ہیں۔

3-اخص الخواص کا روزہ ہے کہ جس میں سوائے حق کے ہر چیز سے بالکلیہ اجتناب ہوتا ہے بلکہ غیر حق کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔

روزہ کے سات اہم آداب:

مشائخ نے روزے کے آداب میں چھ اُمور تحریر فرمائے ہیں، کہ روزے دار کو اِن کا اہتمام ضروری ہے:

1-نگاہ کی حفاظت:

کسی بے محل جگہ پر نگاہ نہ پڑے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شَہوت کی نگاہ نہ پڑے، پھر اجنبی کا

کیا ذکر! اور اِسی طرح کسی لَہو ولَعِب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نگاہ اِبلیس کے تِیروں میں سے ایک تِیر ہے، جو شخص اُس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے، حق تعَالیٰ شَانُہٗ اُس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حَلاوَت اور لذّت قَلب میں محسوس کرتا ہے۔

2-زبان کی حفاظت:

جھوٹ، چُغل خوری، لَغو بکواس، غیبت، بَد گوئی، بَد کلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اِس میں داخل ہیں، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے، اِس لیے روزے دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فُحش بات یا جَہالت کی بات مثلاً تمسخُر، جھگڑا وغیرہ نہ کرے، اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اُس سے نہ اُلجھے، اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اُس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، اور اگر وہ بے وقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے، تجھے ایسی لَغو بات کا جواب دینا مناسب نہیں؛ بِالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی اِحتراز ضروری ہے کہ بعض عُلَما کے نزدیک اِس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

3-کان کی حفاظت:

ہر مکروہ چیز سے، جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے، اُس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

4-باقی اَعضائے بدن کی حفاظت:

یعنی ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اِسی طرح باقی اعضائے بدن کا، اِسی طرح پیٹ کا اِفطار کے وقت مُشتَبہ چیز سے محفوظ رکھنا جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے اِفطار کرتا ہے، اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لیے دوا کرتا ہے، مگر اُس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی مِلا لیتا ہے، کہ اُس مرض کے لیے وہ دوا مُفِید ہو جائے گی، مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

5-افطار کے وقت حلال مال سے بھی شکم سیر نہ ہونا:

حلال مال سے بھی اِتنا زیادہ نہ کھایا جائے کہ شِکم سَیر ہو جائے،اِس لیے کہ روزہ کی غرض اِس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزے سے قوّتِ شَہوانِیَّہ اور بہیمِیّہ کا کم کرنا ہے اور قوّتِ نورانِیہ اور ملکِیَّہ کا بڑھانا ہے، گیارہ مہینے تک بہت کچھ کھایا ہے، اگر ایک مہینہ اِس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے؟ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مَافَات میں اور سحر کے وقت حِفظِ مَاتَقدَّم میں اِتنی زیادہ مقدار کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزے کی حالت کے اِتنی مقدار کھانے کی نَوبَت بھی نہیں آتی، رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لیے خَوَید کا کام دیتا ہے، علاَّمہ غَزالیؒ لکھتے ہیں کہ ”روزے کی غرض یعنی قَہرِ ابلیس اور شہوتِ نَفسانِیَّہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے، اگر آدمی افطار کے وقت اُس مقدار کی تلافی کرلے جو فوت ہوئی“ حقیقتاً ہم لوگ بجُز اِس کے کہ اپنے کھانے کے اَوقات بدل دیتے ہیں، اِس کے سِوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے؛ بلکہ اَور زیادتی مختلف اَنواع کی کرجاتے ہیں جو بغیر رمضان کے مُیسَّر نہیں ہوتی، لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ عمدہ عمدہ اَشیاء رمضان کے لیے رکھتے ہیں، اور نفس دِن بھر کے فاقے کے بعد جب اُن پر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سَیر ہو کر کھاتا ہے، تو بجائے قوتِ شَہوانِیہ کے ضعیف ہونے کے اَور بھڑک اُٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے، اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔

دوسری غرض روزے سے فُقَرا کے ساتھ تَشَبُّہ اور اُن کے حال پر نظر ہے، وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب سَحر میں معدے کو دودھ جَلَیبی سے اِتنا نہ بھرے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فُقَرا کے ساتھ مشابَہت جب ہی ہو سکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بے تابی کا بھی گزرے۔

صاحب مَرَاقِی الفَلَاح لکھتے ہیں کہ سُحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ مُتَنَعِّم لوگوں کی عادت ہے، کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے۔

علاَّمہ طَحطَاوِیؒ اِس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس

ہوتا کہ زیادتی ثواب کا سبب ہو، اور مساکین وفقرا پر ترس آسکے، خود آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ کو کسی برتن کا بھرنا اِس قدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اِس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے رکھے، اور ایک تہائی پینے کے لیے، اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ آقائے دوجہاں ﷺ کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔

6-روزہ کی قبولیت کے لئے ڈر کا ہونا:

روزے دار کے لیے ضروری ہے کہ روزے کے بعد اِس سے ڈرتا رہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اور اِسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش، جس کی طرف اِلتفات بھی نہیں ہوتا، ایسی تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے۔

روزے دار کو اپنی نیت کی حِفاظت کے ساتھ اِس سے خائِف بھی رہنا چاہیے، اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس کو اپنی رَضا کا سبب بنالیں مگر ساتھ ہی یہ اَمر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا اَمرِ آخَر اور کَریم آقا کے لُطف پر نگاہ اَمرِ آخر ہے، اُس کے لُطف کے انداز بالکل نِرالے ہیں، مَعصِیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہی عَمَل کا کیا ذکر؟

یہ چھ چیزیں عام صُلَحاء کے لیے ضروری بتلائی جاتی ہیں۔

7-اللہ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہونا:

خَواص اور مقرّبین کے لیے ایک ساتِویں چیز کا بھی اِضافہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کو اللہ کے سِوا کسی چیز کی طرف بھی مُتوجِّہ نہ ہونے دے، حتیٰ کہ روزے کی حالت میں اِس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لیے کوئی چیز ہے یا نہیں؟ یہ بھی خطا فرماتے ہیں، بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزے میں شام کو افطار کے لیے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قَصد بھی خَطا ہے، اِس لیے کہ یہ اللہ کے وعدۂ رزق پر اَعتِماد کی کمی ہے، شرحِ اِحیاء میں بعض مشائخ کا قصّہ

لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اُس کو کسی دوسرے کو دے دیتے تھے، مَبادَا دل کو اُس کی طرف اِلتِفات ہو جائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہو جائے، مگر یہ اُمور بڑے لوگوں کے لیے ہیں، ہم لوگوں کو اِن اُمور کی ہَوَس کرنا بھی بے محل ہے، اور اِس حالت پر پہنچے بغیر اُس کو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

مفسِّرین نے لکھا ہے کہ {کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ} میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے، پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے، اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لَہو ولَعِب کی چیزوں سے اِحتِراز ہے، اور ایسے ہی باقی اَعضاء، حتیٰ کہ نفس کا روزہ حِرص وشہوتوں سے بچنا، دِل کا روزہ حُبِّ دُنیا سے خالی رکھنا، رُوح کا روزہ آخرت کی لذّتوں سے بھی اِحتِراز، اور سرِخاص کا روزہ اللہ کے وُجود سے بھی اِحتِراز ہے۔ (مستفاد از فضائل اعمال)

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رمضان:

(پہلا بیان)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا کہ

اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات (شبِ قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس

کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا،اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزے دار کو افطار کرائے،آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو ہلکا کردے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں اور اس میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزوں سے تم اللہ کو راضی کرلوگے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، وہ دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کروگے وہ کلمہ شہادت اور اِستغفار کی کثرت ہے،اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔

(دوسرا بیان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ماہِ رمضان قریب آگیا تو حضور اکرم ﷺ نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

رمضان تمہارے سامنے آگیا ہے اور تم اس کا اِستقبال کرنے والے ہو، غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات میں ہی اہلِ قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

(تیسرا بیان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوئی تو حضور اکرم ﷺ

نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن جنات (شیاطین) سے خود ہی نمٹ لیا (کیونکہ انھیں قید کر دیا ہے) اور تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے:

{اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ} یعنی مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے مقرر فرمادئے ہیں اور وہ رمضان ختم ہونے تک چھوٹ نہیں سکتے، غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک آسمان کے تمام دروازے تمام کھلے رہیں گے اور اس مہینہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

عادت طیبہ

جب آخری عشرہ کی پہلی رات ہوتی تو حضور اکرم ﷺ لنگی کس لیتے اور عورتوں کے بیچ میں سے نکل جاتے اور اعتکاف فرماتے اور رات بھر عبادت فرماتے، کسی نے پوچھا کہ لنگی کسنے کا مطلب کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دنوں میں عورتوں سے جدا رہتے۔ (مستفاد از حیاۃ الصحابۃ)

حضور اکرم ﷺ کا رمضان:

ہجرت کے دوسرے سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے کی فرضیت نازل ہوئی (مناوی) حضور اکرم ﷺ نے نو سال رمضان کے روزے رکھے (نووی) آپ ﷺ کی عادت مبارکہ پورے رمضان میں روزہ رکھنے کی تھی، شعبان میں بھی اکثر روزے رکھتے تھے، بقیہ مہینوں میں بھی اکثر روزے کا اہتمام رہتا تھا، اسی مناسبت سے ہر ماہ روزے رکھنا مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ مہینوں میں ایام بیض (تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ) اور پیر و جمعرات کے روزے کا اہتمام کرلیا جائے کہ یہ سنت ہے۔

رمضان المبارک کا استقبال

جب ماہ مبارک شروع ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے آنے کی بشارت دیتے اور فرماتے کہ تمہارے پاس ایک مہینہ آرہا ہے، اللہ تعالی نے اس کے روزے کو تم پر فرض فرمایا، اس میں جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیتے ہیں، اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس میں خیر سے محروم ہوا، وہ ساری بھلائی سے محروم رہا۔

رمضان المبارک کے لئے دعائیں

● جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ دعا فرماتے کہ:

{اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِي رَمَضَانَ}

اے اللہ! ماہ رجب اور شعبان کو ہمارے لئے مبارک فرما اور ماہ رمضان کی برکتیں ہمیں عطاء فرما، نیز آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن اور اس کا دن چمکتا ہوا ہوتا ہے۔(مسند احمد عن انس)

● جب رمضان آتا تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا سکھلاتے:

{اللہم سلّمنی لِرمضانَ وسلّم رمضانَ لِی وسلّمه لی متقبّلاً }

اے اللہ! ہمیں رمضان میں سلامتی عطا فرما، رمضان کو مجھ سے سلامتی عطا فرما اور اس کو میرے لئے سلامتی کے ساتھ قبول فرما۔(کنز)

رمضان المبارک میں معمولات نبوی

● اس ماہ میں آپ ﷺ قیدیوں کو آزاد فرماتے اور سائل کو نوازتے۔(ابن سعد)

● آپ ﷺ کی عبادت اس ماہ میں دوسرے مہینوں کے مقابلے میں بڑھ جاتی، عام دنوں میں سحر کے وقت سونے کا معمول تھا مگر اس ماہ میں آخر رات سحری تک عبادت فرماتے۔(فتح الباری لابن حجر) رمضان کے

شروع دنوں میں (عام دنوں کی نسبت) کم آرام فرماتے اور آخری عشرہ میں تو گویا بالکل ہی سونا بند کر دیتے، عبادت کا معمول بہت بڑھ جاتا۔ (نووی)

● ہر قسم کی عبادت کی کثرت فرماتے اور خوب کثرت سے تلاوت قرآن، نماز، ذکر، صدقہ خیرات اور اعتکاف فرماتے۔ (زاد المعاد)

آخری عشرہ میں آپ ﷺ کا بستر اٹھ جاتا اور مسجد میں آ جاتا، ازار بند کو مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ ہو جاتے، مغرب و عشاء کے درمیان غسل فرماتے، اس وقت بھی آرام نہ فرماتے، تراویح کے بعد تہجد شروع فرمادیتے اور پھر سحری کا وقت آ جاتا، رات کو کھانا نہ کھاتے بلکہ رات کا کھانا سحر کے وقت ہی میں کھاتے۔ (سبل الہدی) کیونکہ رات کو کھانے سے عبادت میں سستی ہوتی ہے، اہل اللہ کی عادت کم کھانے کی رہی ہے۔

● آخری عشرہ میں گھر والوں کو جگاتے، ہر چھوٹے بڑے کو جو نماز کے لائق ہوتا۔ (طبرانی، کنز)

● آپ ﷺ ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے، جس رات کو آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن کریم سناتے، اس کی صبح کو آپ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے اور آپ ﷺ سے جو بھی مانگا جاتا، آپ وہ عطاء فرمادیتے اور جس سال رمضان کے بعد آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا اس سال آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن کریم سنایا تھا۔ (مسند احمد عن ابن عباس)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی انسان تھے اور اس سے بھی زیادہ سخی ماہ رمضان میں ہوتے تھے جبکہ جبرئیل علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوتی اور رمضان کی ہر رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے، جس رات کو نبی ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن کریم سناتے، اس کی صبح کو آپ ﷺ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ (مسند احمد

عن ابن عباس)

● آپ ﷺ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے، ایک مرتبہ رمضان میں اثمد سرمہ لگائے ہوئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے۔(مسند ابو یعلی)

روزہ میں گرمی کی شدت سے پانی بہانا

● ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے روزہ کی حالت میں سر پر پانی بہا رہے ہیں۔(احمد و ابو داؤد) ایک مرتبہ مقام عرج میں آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے اور سر پر پانی ڈال رہے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں شدت گرمی سے کپڑا سر پر بھگو کر اپنے اوپر ڈال لیتے تھے۔(ابن ابی شیبہ)

● آپ ﷺ روزہ کی حالت میں مسواک فرماتے (ابن ابی شیبہ) ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے لئے مسواک ایک اچھی عادت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا افطار فرمانا:

● حضور اکرم ﷺ کو سورج ڈوبنے کی اطلاع دی جاتی تو فوراً افطار فرماتے (مجمع الزوائد) آپ ﷺ کھجور ہاتھ میں لیکر انتظار فرماتے اور غروب آفتاب پر فوراً افطار کرتے۔(کنز)

● آپ ﷺ ایک آدمی کو کسی اونچی جگہ اور بلند زمین پر مقرر فرماتے جو غروب آفتاب کی اطلاع کرتا۔(مجمع الزوائد)

فائدہ: آجکل یہ کام جنتری اور کیلنڈر سے پورا ہو گیا ہے تاہم کبھی کبھی اس سنت پر عمل بھی کر لیا جائے۔

● حضور اکرم ﷺ نماز مغرب نہ پڑھتے جب تک افطار نہ فرما لیتے خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہو۔(ابن خزیمہ، مجمع الزوائد)

یا تازہ کھجور سے افطار کر لیتے (سنن کبریٰ)

● حضور اکرم ﷺ کھجور کے موسم میں تازہ کھجور سے افطار فرماتے (مجمع)

اگر تازہ کھجور نہ ہوتی تو خشک کھجور (چھوہارے) سے کرتے اور یہ بھی نہ ہوتا تو چند گھونٹ پانی پی لیتے (ترمذی) کبھی کبھی دودھ سے بھی روزہ افطار کرتے (مجمع)

کھجور طاق عدد میں تناول فرماتے یعنی تین، پانچ، سات، عام عادت تازہ کھجور سے افطار کرنے کی تھی۔(ابن قیم)

ایک روایت میں ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے افطار شروع نہ فرماتے۔(مسند ابی یعلی) چنانچہ پکی ہوئی چیز سے ابتداء کرنا جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا رمضان:

● حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہماری امت سنت پر قائم رہے گی جب تک کہ افطاری میں تاروں کے نکلنے کا انتظار نہ کرے گی۔(ابن خزیمہ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نبوت کے سترہویں خیر (امور برکت) میں سے یہ ہے کہ سحری میں تاخیر کرے اور افطار میں جلدی کرے۔(کنز) ایک روایت میں ہے کہ ہم جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ افطار میں ذرا جلدی اور سحری تاخیر سے آخر وقت میں کھانا سنت ہے۔(سنن کبریٰ)

● حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ﷺ سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔(بخاری)

آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے۔(ترمذی)

حضرت ابو قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم

ان کے لئے کھانا تیار کریں تاکہ سحری میں کھالیں لیکن انہوں نے زیادہ کھانا نہیں کھایا، ہم نے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں ہدایت کی اور خود زیادہ نہیں کھایا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کھانا تیار کرنے کی ہدایت اس لئے نہیں کی تھی کہ مجھے اس کی طلب تھی بلکہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان بنیادی فرق سحری کھانا ہے۔(سنن دارمی)

● حضرت عبدالکریم بن ابی مخارق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبوت کی باتوں میں سے یہ بات ہے کہ جب تجھے حیاء نہ ہو تو جو جی چاہے کر اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اور روزہ جلدی افطار کرنا اور سحری کھانے میں دیر کرنا۔(موطا مالک)

● آپ ﷺ سے منقول ہے کہ افضل ترین سحری کھجور ہے(سنن کبری) ایک روایت میں ہے کہ مؤمن کے لئے بہترین سحری کھجور ہے(ترغیب)

سحری کے کھانے کا حساب نہیں

● حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین کھانے کا حساب نہیں اگر اللہ تعالی چاہا، اگر وہ حلال ہوں (وہ تین یہ ہیں) روزہ دار کا کھانا، سحری، راہ خدا میں سرحد کی حفاظت کرنے والے کا کھانا(بزار) ایک روایت میں ہے کہ مہمان کے کھانے پر جو میزبان کھلائے اس پر بھی اس کا حساب نہیں۔

دور نبوی میں سحری اور فجر کی اذان

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان تمہیں تمہاری سحری کھانے سے نہ روکے (کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں) اور نہ فجر دراز (یعنی صبح کاذب) البتہ افق پر پھیلی ہوئی فجر (یعنی صبح صادق نمودار ہو جائے تو کھانا پینا چھوڑ دو)(ترمذی و مسلم)

● حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بلال (فجر کی اذان خاص) رات کو دے دیتے ہیں، لہٰذا جب تک ابن ام مکتوم اذان دیں تم (رمضان میں سحری) کھاتے پیتے رہا

کرو، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا آدمی تھے، جب تک ان سے کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ تم نے صبح کردی، تم نے صبح کردی، وہ اذان نہ دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: سنن دارمی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دو مؤذن تھے، ایک حضرت بلال اور دوسرے ابن ام مکتوم، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلال رات میں ہی اذان دے لیتا ہے، تم لوگ اس وقت تک (سحری) کھاتے پیتے رہو جب تک ابن ام مکتوم کی اذان نہ سنو، راوی قاسم بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان فرق یہ تھا کہ ایک صاحب اذان (دے کر اترتے تھے) دوسرے اذان دینے کے لئے مینار پر چڑھ رہے ہوتے تھے۔

● حضرت عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم رمضان المبارک میں جب قیام (یعنی نماز تراویح) سے فارغ ہوتے تھے تو خادموں سے اس خوف سے کہ کہیں سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے جلد کھانے کے لئے کہتے تھے، ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ فجر ہو جانے کے خوف سے (ہم خادموں کو جلد کھانے کے لئے کہتے تھے) (مالک)

حضور اکرم ﷺ کا نماز فجر ادا فرمانا

● حضرت ابو حازم رحمہ اللہ، حضرت سہل بن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر کے لوگوں میں بیٹھ کر سحری کھایا کرتا تھا پھر مجھے اس بات کی جلدی پڑ جاتی تھی کہ کسی طرح میں فجر کی نماز حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ پڑھ لوں۔ (بخاری)

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، جب سحری سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں کے سحری سے فراغت اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا فصل تھا؟ انہوں نے کہا کہ اتنی دیر جس میں ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ لے۔ (بخاری)

سفر میں بوقت سحر دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ دعا پڑھتے:

{سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰه وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا، رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَأَفْضِلْ عَلَيْنَا، عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ}

سننے والے نے ہم سے اللہ کی حمد و ثنا اور اللہ کے ہمیں اچھی طرح آزمانے کو سنا، اے ہمارے ربّ! تو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل فرما، میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ لیتے ہوئے (یہ کہہ رہا ہوں) (حیاۃ الصحابۃ)۔

روزہ کی حالت میں مختلف امور کے احکام

(اندیشہ شہوت کی صورت میں بحالتِ روزہ مباشرت کرنا مکروہ ہے)

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے روزہ کی حالت میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے تھے اور (انہیں) اپنے بدن سے لپٹاتے تھے (کیونکہ آپ ﷺ اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو یافتہ تھے) (بخاری و مسلم)۔

● ایک دوسری روایت میں آپ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سنت یہ ہے معتکف نہ کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے اور نہ نماز جنازہ کے واسطے (مسجد سے باہر) جائے اور نہ عورت کو (شہوت کے ساتھ) چھوئے اور نہ اس کے ساتھ مباشرت کرے اور نہ کسی ضرورت کے لئے باہر نکلے سوائے انسانی ضرورت کے لئے (قضاء حاجت وغیرہ کے لئے) اور اعتکاف درست نہیں مگر روزہ کے ساتھ اور اعتکاف درست نہیں مگر مسجد میں۔(سنن نسائی)۔

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے روزہ کی

حالت میں مباشرت کے بارے میں پوچھا(کہ آیا میں اپنی بیوی کو اپنے بدن سے لپٹا سکتا ہوں یا نہیں؟) تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی، اس کے بعد ایک اور شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مباشرت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے منع فرمایا، جس شخص کو آپ ﷺ نے مباشرت کی اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع فرمایا تھا وہ جوان تھا، واللہ اعلم (مشکوۃ)

فائدہ: پہلی حدیث میں عام نفلی روزہ کا ذکر ہے، اس سے رمضان کا روزہ مراد نہیں کیونکہ رمضان المبارک میں حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ عورتوں سے الگ ہو جاتے اور خود بھی خوب عبادت کرتے اور دوسروں کو بھی عبادت میں لگاتے، اور اگر یہ ماہ رمضان میں بھی ہو تو فقط بیانِ جواز ہے اس شخص کے لئے جس کو اپنی شہوت پر مکمل قابو ہو، نہ کہ بطور سنت کے کہ لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں(تحفۃ الألمعی جلد سوم)۔

البتہ اعتکاف میں مطلقا بوسہ لینا ممنوع ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت {وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ} اور دوسری حدیث میں بھی مذکور ہے اور یہ بات تو واضح ہے کہ آپ ﷺ عام لوگوں کی بہ نسبت اپنی خواہشات اور شہوت پر بہت زیادہ قابو یافتہ تھے، اس لئے روزہ کی حالت میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بوسہ لیتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لپٹاتے تھے مگر صحبت سے بچے رہتے تھے، جبکہ دوسرے لوگوں کا ایسی صورت میں اپنی شہوت پر قابو یافتہ ہونا بہت مشکل ہے۔(مستفاد از مظاہر حق)۔

اسی لئے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے اپنی عورت کا بوسہ لینا، مساس کرنا اور عورت کے بدن کو اپنے سے لپٹانا مکروہ ہے جبکہ ایسی صورت میں جماع میں مشغول ہو جانے یا انزال ہو جانے کا خوف ہو، اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے، حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزے کے اجر میں کمی آجاتی ہے لیکن روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک اگر روزہ دار کو اپنے نفس پر قدرت ہو تو اس کے لئے بوسہ لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔(ترمذی)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روزہ دار کو بوسہ لینے اور مباشرت کرنے (بدن ملانے) سے منع کرتے تھے۔(موطاءمالک)۔

اسی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ نفلی روزہ میں اجازت ہے، فرض روزوں میں ممنوع ہے، بعض تابعین سے مطلقا ممنوع نقل کیا گیاہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی صرف بوڑھے شخص کو اجازت دی ہے جیسا کہ تیسری حدیث میں مذکور ہے (کہ اس کی شہوت عموما مغلوب ہوتی ہے) حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے کے لئے اجازت اور نوجوان کے لئے اجازت کا نہ ہونا اس لئے کہ بڑی عمر والے اپنے اوپر قابو رکھ سکتے ہیں اور وہ اگلے مرحلہ میں نہ جائیں گے لیکن نوجوان قابو نہ رکھ سکے گا اور اگلے مرحلے یعنی جماع میں مبتلا ہو جائے گا۔(کفایت المغتذی فی شرح سنن الترمذی)

فتاوی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

اگر بوس و کنار اور لپٹ کر سونے سے وطی کرنے یا انزال ہو جانے کا خطرہ ہو تو بوس و کنار اور لپٹ کر سونا ناجائز ہے اور اگر وطی یا انزال کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے: وکرہ قُبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة إن لم يأمن المفسد وإن أمن لابأس (الدر المختار مع الشامی: ج۳ص۳۹۶) واللہ تعالیٰ اعلم (جواب: 2727)

فتاوی یوسفی جلد سوم میں ہے کہ:

اگر صرف دیکھنے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن لمس، مصافحہ اور تقبیل (بوسہ لینے) سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور صرف قضا واجب ہو گی، کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

روزہ کی حالت بیوی سے ہمبستری کی صورت میں کفارہ لازم ہے:

اگر دونوں میاں بیوی نے جان بوجھ کر روزہ توڑا ہے تو ان پر روزوں کی قضا بھی لازم ہے اور توڑنے کی

بناپر کفارہ بھی لازم ہے، اگر دونوں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو دونوں کے ذمہ ساٹھ دن کے پے در پے روزے رکھنا لازم ہے، اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو دونوں ساٹھ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں، اگر مسکین میسر نہ ہوں تو کسی مدرسہ یا یتیم خانے میں رقم جمع کرادیں اور ان کو واضح کردیں کہ یہ کفارہ صوم کی رقم ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

امت محمدیہ کے لئے ماہ رمضان میں آسانی:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جب کوئی صاحب روزہ رکھتے اور ان کے سامنے کھانے کا سامان آتا اور اسے کھانے سے پہلے سوجاتے تو وہ اس ساری رات میں اور اس سے اگلے دن شام تک کچھ نہیں کھا سکتے تھے، ایک مرتبہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب افطاری کا وقت ہوا تو وہ اپنی اہلیہ کے پاس آئے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ اہلیہ نے جواب دیا کہ نہیں! البتہ میں جاکر آپ کے لئے کوئی چیز ڈھونڈ کر لاتی ہوں، حضرت قیس رضی اللہ عنہ دن بھر کام کرتے رہے تھے، انہیں نیند آگئی، جب ان کی اہلیہ آئی اور ان کو سوتے ہوئے دیکھا تو بولی کہ آپ پر افسوس ہے!!! راوی کہتے ہیں جب اگلا دن نصف گزر گیا تو ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی، اس بات کا ذکر حضور اکرم ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

{أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ الخ}

یعنی حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے، وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی، اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے، سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری صبح کی جدا دھاری سیاہ سے، پھر پورا کرو روزہ کو رات تک، اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں، یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی، سو ان کے نزدیک نہ جاؤ، اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔(سنن دارمی)۔

(ناپاکی کی حالت میں روزہ کی نیت کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے)

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ حضور اکرم ﷺ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں صبح کرتے اور یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی چنانچہ (ایسی صورت میں) آپ نہاتے اور روزہ رکھتے۔(بخاری و مسلم)

فائدہ: آپ ﷺ کو احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے نہانے کی ضرورت ہوتی تھی اور آپ ﷺ اسی حالت میں روزہ رکھتے اور پھر نہاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں طلوع فجر سے پہلے نہانا ضروری نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے اور پھر صبح اٹھ کر نہانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور چونکہ جماع کے سبب ناپاکی ہوتی ہے، لہٰذا جب ایسی صورت میں بغیر نہائے روزہ رکھنا جائز ہے تو احتلام کے سبب ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا بلکہ اگر روزہ کی حالت ہی میں احتلام ہو جائے تو روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

حدیث بالا میں {من غیر حلم} (کہ یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی) کو بطور خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو احتلام نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ خواب میں شیطان کے آنے کا اثر ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ حضرات اس سے قطعی محفوظ تھے۔

فتاوی یوسفی جلد سوم میں ہے کہ:

● اگر روزے کی حالت میں احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزہ دار کو غسل کرتے وقت اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ پانی نہ تو حلق سے نیچے اُترے، اور نہ دماغ میں پہنچے، اس لئے اس کو کلی کرتے وقت غرغرہ نہیں کرنا چاہئے، اور ناک میں پانی بھی زور سے نہیں چڑھانا چاہئے۔

فتاوی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

● اگر رات کو احتلام ہو جائے اور سحری کے وقت غسل کا وقت نہ ہو تو سحری کھا لینی چاہیے اور بعد میں غسل کر لینا چاہیے، البتہ غسل میں تاخیر نہ کرنا چاہیے کہ اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

● اگر غسل کرتے وقت پانی حلق میں پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(جواب:7759)

● روزہ کی حالت میں مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، احتلام (خواب میں منی کے خروج) سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(جواب:47084)

روزہ کی حالت میں استمناء بالید کرنے کا حکم

یہ فعلِ قبیح ائمہ اَربعہ کے نزدیک حرام ہے اور روزہ میں اسکی شناعت و قباحت اور بڑھ جاتی ہے، البتہ روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے سے یا جماع سے کفارہ لازم آتا ہے، ہاتھ کے استعمال سے اگر روزہ خراب کیا ہو تو صرف قضا لازم ہے۔(فتاوی یوسفی جلد سوم)

پانچ اہم اصول:

(۱) جو چیزیں غذا یا دوا کے طور پر کھائی نہیں جاتی ہے، ان کو کھانے سے روزہ ٹوٹے گا لیکن قضا ہے کفارہ نہیں۔

(۲) غذا یا دوا کی چیزیں، بیماری کی وجہ سے کھائے، کسی کے مجبور کرنے سے کھائے، یا سفر میں کھائے، یا غلطی سے کھائے تو روزہ ٹوٹے گا، اس میں قضا ہے، کفارہ نہیں۔

(۳) غذا یا دوا حلق کے علاوہ کسی اور راستے سے پیٹ تک پہنچ جائے، یا دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

(٤)روزہ یاد تھااور منہ میں پانی ڈالااور غلطی سے حلق میں اتر گیاتواس کو غلطی کہتے ہیں،اس سے قضا لازم ہو گی۔

(٥)روزہ رکھنا یاد ہی نہیں تھااور راضی خوشی سے پیٹ بھر کر کھالیاتواس کو بھول کہتے ہیں،اس سے روزہ نہیں ٹوٹتاہے۔

اڑتالیس(48)چیزوں سے روزہ ٹوٹے گا، قضالازم ہو گی، کفارہ نہیں:

١:......بیمار ہونے کا خطرہ تھااس لئے کھانا کھالیا۔

٢:......بیمار ہوااس لئے کھانا کھایا، یاپانی پیا۔

٣:......کسی نے مجبور کیااس لئے کھانا کھایا۔

٤:......بیمار ہونے کا خطرہ تھااس لئے پانی پیایادواپی لی۔

٥:......کسی نے مجبور کیااس لئے پانی پیایادواپی لی۔

٦:......کچاچاول کھالے۔

٧:......گوندھاہواآٹایاسوکھاآٹاکھالے۔

٨:......ایک ہی دفعہ بہت سارانمک کھالے۔

٩:......مٹی کھالے۔

١٠:......ایسی گٹھلی جو کھائی نہیں جاتی اور کھالے۔

١١:......سگریٹ پی لے۔

١٢:......تمباکوپی لے۔

١٣:......حقہ پی لے۔

١٤:......تمباکو(کھینی) کھالے۔

۱۵:......چونا کھالے۔

۱۶:...... تیز دوائی سونگھی جسکا اثر دماغ تک پہنچ گیا۔

۱۷:...... کھانے کا پھل نہیں تھا اور کھالیا۔

۱۸:......پتھر یا کنکری نگل جائے۔

۱۹:......پاخانہ کے راستے سے غذا یا پانی، یا دوا آنت میں پہنچائی۔

۲۰:......انجکشن کے ذریعہ دماغ میں یا آنت میں دوا پہنچائی۔

۲۱:......ناک میں دوا ڈالی۔

۲۲:...... حلق میں کوئی چیز ڈال کر دوا پہنچائی۔

۲۳:...... تیل کان میں ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۲۴:......پیٹ یا دماغ کے زخم پر دوا لگائی اور وہ آنت یا دماغ تک پہنچ گئی۔

۲۵:...... غلطی سے روزہ ٹوٹ گیا اس طور پر کہ کلی کا پانی اندر چلا گیا۔

۲۶:......جبرا روزہ تڑوایا اگرچہ جماع سے ہو۔

۲۷:......عورت کو جماع پر مجبور کیا۔

۲۸:...... عورت کو خدمت میں بیمار ہونے کا خوف ہوا اور روزہ توڑ دیا۔

۲۹:...... کسی نے سوئے ہوئے روزہ دار کے پیٹ میں پانی پہنچا دیا۔

۳۰:......بھول کر کھانے کے بعد جان کر کھانا کھالیا۔

۳۱:......بھول کر جماع کرنے کے بعد جان کر جماع کیا ہو۔

۳۲:......رات میں نیت نہیں کی تھی، دن میں نیت کرنے کے بعد کھالیا۔

۳۳:...... صبح کو مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کر لی اور کھالیا۔

۳۴:...... صبح کے وقت مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کرلی اور کھالیا۔

۳۵:......نہ روزہ رکھنے کی نیت، اور نہ نہیں رکھنے کی نیت کی اور رکا رہا۔

۳۶:...... طلوع فجر کے شک کی حالت میں سحری کی یا جماع کیا۔

۳۷:......غروب کے گمان پر افطار کرلیا اور ابھی دن باقی تھا۔

۳۸:......مردہ یا جانور سے وطی کرنے سے انزال ہوگیا۔

۳۹:......رمضان کے اداء کے علاوہ کسی روزہ کو فاسد کردیا۔

۴۰:......سوئی ہوئی عورت سے وطی کرلی تو عورت پر قضا ہے۔

۴۱:...... عورت نے اپنی شرمگاہ کے اندر میں کوئی چیز ڈال دی۔

۴۲:......آدمی نے پانی یا تیل میں تر انگلی اپنے پاخانہ کے راستے میں داخل کردی۔

۴۳:...... عورت نے تر انگلی شرمگاہ کے اندر داخل کردی۔

۴۴:......اپنے اختیار سے گلے میں دھواں داخل کیا۔

۴۵:......اپنے اختیار سے منہ بھر قے کی۔

۴۶:......جو قے خود آئی اسے لوٹالیا، اور وہ منہ بھر تھی اور روزہ یاد بھی تھا۔

۴۷:......چنے کے برابر دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھالیا۔

۴۸:......بیہوشی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا۔(ثمرۃ الفقہ)

روزہ کی حالت میں حجامہ کروانا

● حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے احرام کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی نیز آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں (بھی) بھری ہوئی سینگی کھنچوائی ہے۔(بخاری ومسلم)۔

● حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو حضور اکرم ﷺ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو بھری ہوئی سینگی کھنچوار ہا تھا، اس وقت آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

● حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو روزہ کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اسے ترک کر دیا البتہ رات میں سینگی لگوالیتے تھے۔ (رواہ البخاری تعلیقاً)

فائدہ: حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کا متفقہ طور پر مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کو سینگی کھنچوانا بلا کراہت جائز ہے، البتہ اگر ضعف کا اندیشہ ہو ترک کر دے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دن میں بحالت روزہ سینگی لگوانے کو احتیاط کے پیش نظر ترک کر دیا تھا یا پھر یہ کہ ضعف کے خوف سے اجتناب کرنے لگے تھے۔

امام محی السنہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اوپر ذکر کردہ ارشاد گرامی کی تاویل یہ ہے کہ سینگی کھنچوانے والا ضعف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والا اس سبب سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سینگی کھینچنے کے عمل سے خون کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ گیا ہو۔

بھول سے کھالینا

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ دار ہو اور وہ بھول چوک سے کچھ کھا پی لے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ وہ کھلانا پلانا اللہ کی طرف سے ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: کس قدر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بھول سے کھالینے پر روزہ پر فرق نہیں پڑتا، یہ حکم مطلقاً ہر روزہ کے لئے ہے، خواہ فرض روزہ ہو یا نفل وغیرہ۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب کھانے پینے کے بارے میں یہ حکم ثابت ہوا تو جماع کے بارے میں بھی یہی حکم ہوگا یعنی اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کر لے تو اس کے روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔(مستفاد از مظاہر حق)

روزہ دار کے لئے آٹھ چیزیں مکروہ ہیں:

1:......بغیر عذر کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔

2:......بغیر عذر کسی چیز کا چبانا مکروہ ہے۔

3:......ٹوٹ پیسٹ، اور منجن کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔

4:......اگر امن نہ ہو تو عورت کو بوسہ دینا، مکروہ ہے۔

5:......بیوی سے لپٹنا اگر ان دونوں کو امن نہ ہو مکروہ ہے۔

6:......منہ میں تھوک کو جمع کرنا پھر اسے نگل لینا مکروہ ہے۔

7:......ہر اس چیز کے کرنے سے جو اسے کمزور کردیں جیسے پچھنا لگوانا۔

8:......انجکشن سے زیادہ خون نکلوانا مکروہ ہے کیونکہ کمزور ہو جائے گا۔(ثمرۃ الفقہ)

روزہ میں مسواک کرنا سنت ہے

● حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو روزہ کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ میں اس کو شمار نہیں کر سکتا۔(ترمذی، ابوداؤد)

فائدہ: معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لئے کسی بھی وقت اور کسی بھی طرح کی مسواک کرنا جائز ہے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں ہر طرح کی مسواک کرنا جائز ہے، خواہ وہ سبز یعنی تازی ہو یا پانی میں بھگوئی ہوئی ہو، اسی طرح کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے خواہ زوالِ آفتاب سے پہلے کا وقت ہو یا زوال آفتاب کے بعد کا ہو۔

روزہ میں سرمہ لگانا جائز ہے

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں، کیا میں روزہ کی حالت سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!

فائدہ: معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جب کہ حضرت امام احمد، امام اسحق اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔(مستفاد از مظاہر حق)۔

سات چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں:

1:......بوسہ دینا۔

2......بیوی سے لپٹنا، جب کہ امن کا اطمینان ہو۔

3:......مونچھ پر یا سر پر تیل لگانا۔

4:...... سرمہ لگانا۔

5:......شام تک مسواک کرنا بلکہ وہ سنت ہے۔

6:......کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔

7:......ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا یا تر کپڑوں میں لپٹنا۔(ثمرۃ الفقہ)۔

رمضان کے روزے کے کفارہ کا مسئلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص (جس کا نام سلمہ بن صخر البیاضی تھا) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ

یا رسول اللہ! (ایک گناہ سرزد ہو جانے کی وجہ سے) میں تباہ ہو گیا! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا!!! آپ ﷺ نے فرمایا کیا کہ تمہارے پاس غلام ہے جسے تم بطور کفارہ آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھ سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم بیٹھ جاؤ اور آپ ﷺ اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص کچھ لائے تو اسے دے دیں تا کہ وہ بطور کفارہ صدقہ کر دے چنانچہ ہم اسی طرح بیٹھے رہے کہ اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عرق آیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق ایک بڑے تھیلے کو کہتے تھے جو کھجور کے پٹھے کا بنا ہوا ہوتا تھا اور جس میں ساٹھ سیر سے لے کر اسی سیر تک کھجوریں آتی تھیں، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہیں حاضر ہوں! آپ ﷺ فرمایا کہ لو یہ کھجوریں پکڑو اور انہیں اللہ کی راہ میں محتاجوں کو تقسیم کر دو، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں یہ کسی ایسے شخص کو دوں جو مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہو؟ (یعنی میں تو خود سب سے زیادہ محتاج ہوں دوسرے لوگوں کو کیسے دوں؟) اللہ کی قسم مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو میرے گھرانے سے زیادہ محتاج ہو (مدینہ کے دونوں کناروں سے مراد اس کی دونوں پہاڑیاں تھیں جو مدینہ کے جانب شرق اور جانب غرب میں واقع ہیں) حضور اکرم ﷺ اس کی بات سن کر ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی دندان مبارک ظاہر ہوئے پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اچھا یہ کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ! (بخاری و مسلم)

فائدہ: جو شخص رمضان کا روزہ رمضان ہی کے مہینہ میں قصداً توڑ دے خواہ کچھ کھا پی کر یا جماع میں مشغول ہو کر تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ کی ترتیب وہی ہے جو حدیث بالا میں ذکر کی گئی ہے یعنی ایک غلام آزاد کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو دو مہینہ کے روزے پے در پے رکھے اور اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو پھر آخری درجہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اس میں اختیار ہے چاہے تو ہر مسکین کو کچا اناج دیدے، اس صورت

میں ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو دیا جائے گا اور چاہے کھانا پکا کر دے، اس صورت میں ان ساٹھ مسکینوں کو ایک دن دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے گا۔

یہ واضح رہے کہ اپنے اہل و عیال کو کفارہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا خواہ اصول میں سے ہو یعنی باپ دادا نانا وغیرہ ہوں یا فروع میں سے ہو یعنی بیٹا یا پوتا نواسہ وغیرہ ہوں جہاں تک حدیث بالا کا تعلق ہے تو یہ حکم صرف اسی کے ساتھ مخصوص تھا کہ آپ ﷺ نے بطور خاص اس کو اجازت عطا فرمادی تھی کہ وہ کھجوریں جو کفارہ کے طور پر اس کی طرف سے دی جانی تھیں اپنے اہل و عیال کو کھلانے پر صَرف کر دے اور چونکہ یہ ایک مخصوص معاملہ تھا اس لئے کسی دوسرے کے لئے یہ جائز نہیں ہے، حدیث کے مضمون سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ کفارہ دوسرے پر خرچ کیا جائے، اپنے اوپر نہ لگایا جائے۔

بعض علماء نے یہ توجیہ بھی ذکر کی ہے کہ وقتی طور پر ان کو استعمال کی اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ جب صاحبِ استطاعت ہو جاؤ پھر ادا کر لینا اور یہ صحابی حضرت سلمہ بن صخر الانصاری البیاضی رضی اللہ عنہ چونکہ بہت زیادہ محتاج تھے، اس لئے ان کو اجازت دیدی گئی کہ اس وقت تو یہ کھجوریں اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ مگر جب بعد میں استطاعت ہو تو کفارہ ادا کر دینا۔ (مستفاد از مظاہر حق)۔

دو اہم اصول:

(۱) رمضان میں رمضان کا روزہ ہو جو چیزیں دوا یا غذا کے طور پر کھائی جاتی ہیں ان کو اپنے اختیار سے جان کر کھائے یا پئے، اور اس میں بیماری کی یا سفر کی یا بھول کی یا کسی کے مجبور کرنے کی مجبوری نہ ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

(۲) رمضان کے مہینے میں رمضان کے روزے رکھتے ہوئے، جان بوجھ کر بغیر کسی مجبوری کے جماع کر لیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

تیرہ (13) چیزوں سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں:

1:......جان کر کھانا کھالے۔

2:......جان کر دوا یا پانی یا شراب پی لے۔

3:......جان کر جماع کرلے۔

4:......بارش کے قطرے کو نگل لے جب اس کے حلق میں داخل ہو جائے۔

5:......کچا گوشت یا چربی کھائے، مگر یہ کہ اس میں کیڑے پڑ جائیں۔

6:......پان کھالے۔

7:......گیہوں کھالے۔

8:......اس کو چبانا مگر یہ کہ ایک دانہ گیہوں کا چبایا اور وہ گھل مل گیا۔

9:......گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا۔

10:......چیونگم کھالی۔

11:......بیوی کا تھوک نگل لیا۔

12:......پچھنا لگانے کے بعد کھانا کھالیا۔

13:......عورت جماع کرانے میں رضامند ہو اور کرلے۔

کسی عذر سے روزہ نہ رکھنا

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بلا رخصت اور بلا مرض رمضان کا کوئی روزہ قصداً نہ رکھے تو تمام عمر روزہ رکھنا بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ تمام عمر روزہ رکھے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔

فائدہ: بلا رخصت قصدا روزہ نہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے روزہ نہ رکھنے کے لئے حالت سفر وغیرہ میں جو رخصت یعنی اجازت عطا فرمائی ہے، اس کے علاوہ اس حالت جب کہ روزہ رکھنا ضروری ہے قصدا روزہ نہ رکھے۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی سے مراد یہ ہے کہ فرض روزہ کا ثواب اس قدر اور اتنا زیادہ ہے کہ وہ نفل روزہ سے میسر نہیں آتا چاہے کوئی تمام عمر ہی نفل روزہ کیوں نہ رکھے، علماء لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے رمضان کا کوئی روزہ نہیں رکھا اور پھر بعد میں قضا روزہ رکھ لیا تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائے گا، اسی طرح اگر کسی شخص نے رمضان کا کوئی روزہ قصدا توڑ ڈالا اور پھر اس کے کفارہ کے طور پر دو مہینے کے روزے رکھ لئے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک یہی ہے کہ ایک دن کے روزے کا بدل دوسرے دن کا روزہ ہو جاتا ہے، البتہ اس سے فرض تو ادا ہو جاتا ہے مگر رمضان کا ثواب نہیں ملتا، اسی لئے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مسلک یہی تھا کہ اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ نہ رکھے اور اس کے بدلے تمام عمر بھی روزے رکھے تو وہ بری الذمہ نہیں ہو گا (ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ)۔

پانچ آدمیوں کے لئے روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے:

1:......حاملہ عورت جسکو اپنے بچے کے نقصان کا خوف ہو۔

2:......دودھ پلانے والی عورت جسکو اپنے بچے کے نقصان کا خوف ہو۔

3:......مسافر

4:......مریض

5:......ایسا بوڑھا جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو۔

ایسے لوگ بعد میں روزہ رکھیں، اور روزہ نہیں رکھ سکتے ہوں تو فدیہ دے۔

فدیہ کے پانچ مسائل:

1:......اگر زندگی بھر روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو یہ لوگ فدیہ دیں۔

2:......ایک روزے کا فدیہ 1.769 کلو گیہوں ہے۔

3:......30 روزے کا فدیہ 53.07 کلو گیہوں ہو گا

4:......یا 53 کلو 7 گرام گیہوں کی قیمت فقیر کو دے۔

5:......یا 30 فقیر کو کھانا کھلائے۔(ثمرۃ الفقہ)

بغیر اخلاص کے روزہ کا کوئی فائدہ نہیں

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور رات میں عبادت میں مشغول رہنے والے بہت سے ایسے ہیں جنہیں ان کی عبادت سے سوائے بے خوابی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (دارمی)۔

فائدہ: روزہ تو صرف اللہ کے لئے رکھا جاتا ہے، جو شخص روزہ رکھے مگر نہ تو اس کی نیت میں اخلاص وللہیت ہو اور وہ برے افعال مثلاً جھوٹ، جھوٹی گواہی، بہتان تراشی، غیبت اور ان کے علاوہ دیگر ممنوعات سے اجتناب نہ کرے تو اس کا روزہ بلا روح ہے کہ وہ بھوکا اور پیاسا تو رہا ہے مگر اسے روزہ کا کمال اور ثواب حاصل نہیں ہو گا، اگرچہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح جو شخص رات میں عبادت میں مشغول رہا مگر اسے حضوری قلب اور صدق نیت کی دولت میسر نہیں ہوتی یا اس کی وہ عبادت دنیا کے فائدہ اور ریاء و نمائش کے جذبہ کے تحت ہوئی تو اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا۔(مستفاد از مظاہر حق)

بائیس (22) چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

1:...... بھولے سے کھالیا۔

2...... بھولے سے پی لیا۔

3:...... بھولے سے ہمبستری کرلی

4:...... دیکھنے سے انزال ہو گیا۔

5:...... عطر سونگھنا

6:...... سرمہ لگالے، چاہے حلق میں اس کا مزہ پائے۔

7:...... انجکشن سے کافی خون نکالا۔

8:...... انجکشن گوشت میں دیا اور دوائی دماغ یا آنت کے اندر نہیں پہنچی۔

9:...... غیبت کرلی۔

10:...... افطار کی نیت کرکے افطار نہ کرے۔

11:...... حلق میں بغیر اپنے فعل اور ارادہ کے دھواں چلا گیا۔

12:...... غبار اور دھول چلا جائے۔

13:...... مکھی حلق میں چلی گئی۔

14:...... حلق میں دواؤں کے مزہ کا اثر چلا جائے اور اس کو روزہ یاد ہو۔

15:...... صبح کی جنبی (ناپاکی) کی حالت میں اگرچہ پورا دن گذار دیا ہو۔

16:...... مرد کا اپنی شرمگاہ (آلہ تناسل) میں دوا ڈالنا یا تیل ڈالنا۔

17:...... نہر میں غوطہ کی وجہ سے اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا۔

18:...... ناک کی سرانڈ آئی اور جان کر اوپر چڑھالی یا نگل لی۔

19:......کسی کو منہ بھر قے ہو گئی اور بے اختیار واپس لوٹ گئی۔

20:......اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر سے کم ہو۔

21:......دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھالیا جبکہ وہ چنے سے چھوٹی ہو۔

22:......تل جیسی (چھوٹی سی) چیز کو چبایا یہاں تک کہ وہ گھل مل گئی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا۔

روزہ کی حالت میں خواتین کے مخصوص مسائل

1-روزہ میں الٹی آجانا:

● اگر کسی عورت یا مرد کو قے آگئی تو روزہ نہیں گیا، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اور اگر خود اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کر ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔

● اگر روزہ دار اچانک بیمار ہو جائے اور اندیشہ ہو کہ روزہ نہ توڑا تو جان کا خطرہ ہے، یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے۔

2-حاملہ عورت کا روزہ:

● اسی طرح اگر حاملہ عورت کی جان کو یا بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے تو روزہ توڑ دینا دُرست ہے۔

3-مستقل بیماری کی وجہ سے اگر رمضان میں روزے نہ رکھ سکے تو قضا کرے:

● اگر کوئی ایسی عورت یا مرد جو مستقل کسی بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے، وہ ان کی جگہ بعد میں قضا روزے رکھ لیں، اور آئندہ بھی اگر وہ رمضان المبارک میں بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے تو سردیوں کے موسم میں قضا رکھ لیا کرے، اور اگر چھوٹے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان روزوں کا فدیہ ادا کر دے، ایک دن کے روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے۔

4-دُودھ پلانے والی عورت کا روزہ کا قضا کرنا:

● ایک ایسی ماں جس کا بچہ سوائے دُودھ کے کوئی غذا نہ کھا سکتا ہو، اگر وہ ماں یا اس کا دُودھ پیتا بچہ روزے کا تحمل نہیں کر سکتے تو وہ عورت روزہ چھوڑ سکتی ہے، بعد میں قضا رکھ لے۔

5- مجبوری کے ایام میں عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں:

● رمضان میں عورت جتنے دن مجبوری میں ہو، ان مجبوری (حیض و نفاس) کے دنوں میں عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں، بعد میں قضا رکھنا فرض ہے۔

6-دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا:

● رمضان شریف میں بعض خواتین دوائیاں وغیرہ کھا کر اپنے ایام کو روک لیتی ہیں، اس طرح رمضان شریف کے پورے روزے رکھ لیتی ہیں، اور فخریہ بتاتی ہیں کہ ہم نے تو رمضان کے پورے روزے رکھے، تو واضح ہے کہ جب تک ایام شروع نہیں ہوں گے، عورت پاک ہی شمار ہو گی، اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا صحیح ہو گا، رہا یہ کہ روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو شرعاً روکنے پر کوئی پابندی نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اگر یہ فعل عورت کی صحت کے لئے مضر ہو تو جائز نہیں!

7-روزے کے دوران اگر "ایام" شروع ہو جائیں تو روزہ ختم ہو جاتا ہے:

● ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد اگر دن میں ماہواری کے شروع ہوتے ہی روزہ خود ہی ختم ہو جاتا ہے، کھولیں یا نہ کھولیں، البتہ ماہِ رمضان میں مجبوری کے تحت جو روزے رہ جاتے ہیں، تو ان کی قضا رمضان کے بعد کر لی جائے، تاہم تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے، اور قضائے رمضان کے روزوں میں تراویح نہیں ہوتی۔

8- چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا چاہے مسلسل رکھیں، چاہے وقفے وقفے سے:

● جو روزے رہ گئے ہوں ان کی قضا فرض ہے، اگر صحت و قوّت اجازت دیتی ہو تو ان کو مسلسل رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد قضا کرلینا بہتر ہے، ورنہ جس طرح سہولت ہو رکھ لئے جائیں۔

9- تمام عمر میں بھی قضا روزے پورے نہ ہوں تو اپنے مال میں سے فدیہ کی وصیت کرے

● اس مسئلہ میں عموماً ہماری بہنیں کوتاہی اور غفلت سے کام لیتی ہیں، عورتوں کے جو روزے ''خاص عذر'' کی وجہ سے رہ جاتے ہیں، ان کی قضا واجب ہے، اور سستی و کوتاہی کی وجہ سے اگر قضا نہیں کئے تب بھی وہ مرتے دَم تک ان کے ذمے رہیں گے، توبہ واِستغفار سے روزوں میں تاخیر کرنے کا گناہ تو معاف ہو جائے گا، لیکن روزے معاف نہیں ہوں گے، وہ ذمے رہیں گے، ان کا ادا کرنا فرض ہے، البتہ اس تاخیر اور کوتاہی کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا، چنانچہ عورت پر جب سے نماز روزہ فرض ہوئی ہے، اس وقت سے لے کر جتنے رمضانوں کے روزے رہ گئے ہوں، ان کا حساب لگالیجئے اور پھر ان کو قضا کرنا شروع کیجئے، ضروری نہیں کہ لگاتار ہی قضا کئے جائیں، بلکہ جب بھی موقع ملے قضا کرتی جائے، اور نیت یوں کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا جو پہلا روزہ میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتی ہوں اور اگر خدانخواستہ پوری عمر میں بھی پورے نہ ہوں تو وصیت کرنا فرض ہے کہ میرے ذمہ اتنے روزے باقی ہیں، ان کا فدیہ میرے مال سے ادا کر دیا جائے، اور اگر کسی کو یہ یاد نہیں کہ کب سے اس کے ذمہ روزے فرض ہوئے تھے تو اپنی عمر کے دسویں سال سے روزوں کا حساب لگائے، اور ہر مہینے جتنے دنوں کے روزے اس کے رہ جاتے ہیں، اتنے دنوں کو لے کر گزشتہ تمام سالوں کا حساب لگالے۔

10- اگر ''ایام'' میں کوئی روزے کا پوچھے تو کس طرح ٹالیں؟

● خاص ایام میں جب خواتین روزہ نہیں رکھتی ہیں، اس وقت ان کے لئے بھی روزہ داروں کی مشابہت

رکھنا ضروری ہے تاہم چھپ کر کچھ کھاپی لیں تاکہ معلوم رہے کہ روزہ نہیں رکھا، البتہ ایسی باتیں شرم وحیا کی ہوتی ہیں، تو بہتر یہی ہے کہ گھر والوں کے ساتھ باقاعدہ سحری کرلی جائے اور اگر کوئی روزہ کا پوچھے تو بجائے یہ کہنے کے کہ ''ہمارا روزہ ہے'' کوئی ایسا فقرہ کہا جائے جو جھوٹ نہ ہو، مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ ہم نے بھی تو سب کے ساتھ سحری کی تھی۔ (مستفاد از فتاویٰ یوسفی جلد سوم)

11- عورت کے کفارے کے روزوں کے دوران "ایام" کا آنا:

● کفارے کے ساٹھ روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے، اگر درمیان میں ایک دن کا بھی ناغہ ہوگیا تو گزشتہ تمام روزے کالعدم ہوجائیں گے، اور نئے سرے سے شروع کرکے ساٹھ روزے پورے کرنے ضروری ہوں گے، لیکن عورتوں کے ایامِ حیض کی وجہ سے جو جبری ناغہ ہوجاتا ہے وہ معاف ہے، ایامِ حیض میں روزے چھوڑے، اور پاک ہوتے ہی بغیر وقفے کے روزہ شروع کردیا کرے، یہاں تک کہ ساٹھ روزے پورے ہوجائیں۔

12- روزہ دار نے زبان سے چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا:

● زبان سے کسی چیز کا ذائقہ چکھ کر تھوک دیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، مگر بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

13- بچے کو پیار کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

● روزے کی حالت میں کسی بچے کا بوسہ لینے اور پیار کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

14- "ایام" کے روزوں کی صرف قضا ہے اور نمازوں کی قضا بھی نہیں:

● عورت کے ذمہ خاص ایام کی نمازوں کی قضا لازم نہیں، صرف روزوں کی قضا لازم ہے، اسی طرح کے ''ایام'' روزوں کی صرف قضا ہے، کفارہ نہیں!

15-"نفاس" سے فراغت کے بعد قضا روزے رکھے:

● اگر کسی عورت کے ہاں رمضان سے ایک ہفتہ قبل بچہ کی ولادت ہوئی اور اس کا نفاس چالیس دن رہا یا رمضان کے کچھ روزے نفاس کی وجہ سے نہ رکھ سکی تو اب وہ رمضان کے بعد ان ایام کی قضا کرلے، اس کے لئے فدیہ دینا جائز نہیں، فدیہ دینے کی اجازت صرف اس شخص کو ہے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر ہوگا، اگر یہ عورت اس معیار پر پوری نہیں اُترتیں تو اس کے لئے ان روزوں کی قضا لازم ہے، خواہ سردیوں کے موسم میں رکھ لیں، فدیہ دینا اس کے لئے جائز نہیں!

16-صبح صادق سے قبل پاک ہونے والی عورت کا روزہ:

● اگر کسی عورت کی حیض سے ایسے وقت پاکی ہوئی کہ وہ صرف سحری کر سکی اور نہا نہ سکی، اس نے سحری کرلے روزہ کی نیت صبح صادق سے قبل کرلی تو اس کا روزہ معتبر ہوگا، صبح صادق کے بعد غسل کرلے، روزہ کے قضا کی ضرورت نہیں۔(امداد السائلین)

17-نہایت بیمار عورت کے روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے:

● اگر کوئی عورت روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی تو اس لئے جتنے روزے اس کے ذمے ہیں ان کا فدیہ ادا کردینا کافی ہے، ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے، یعنی دو سیر گندم یا اس کی قیمت، اس حساب سے قضا شدہ روزوں کا فدیہ دیں اور آئندہ بھی جتنے روزے ان کی زندگی میں آئیں گے، اسی حساب سے ان کا فدیہ دیتی رہیں، اور اگر طاقت بحال ہوگئی تو یہ روزے رکھنا لازم ہوں گے۔

18-فدیہ کس کو دیا جائے:

● روزے کا فدیہ اپنی اولاد، اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں، دینی مدرسہ کے غریب طلبہ کو فدیہ کی

رقم دی جاسکتی ہے البتہ مدرسہ کا کسی دُوسری مد میں اس رقم کو استعمال کرنا جائز نہیں، اور ہر روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے۔

● ساٹھ روزوں کا فدیہ ساٹھ صدقہ فطر کے برابر ہوگا، فدیہ ادا کرنے میں اس دن کی قیمت کے لحاظ سے رقم دی جائے۔

● چند روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دے دینا جائز ہے، مگر اس میں اختلاف ہے، اس لئے احتیاط تو یہی ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک کو نہ دے، لیکن دے دینے کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)۔

روزے کی حالت میں مختلف امراض کے احکام

1- جن وجوہات کی بناء پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے:

ا :...رمضان شریف کے روزے ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں، اور بغیر کسی صحیح عذر کے روزہ نہ رکھنا حرام ہے۔

۲:...اگر نابالغ لڑکا، لڑکی روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ماں باپ پر لازم ہے کہ ان کو بھی روزہ رکھوائیں۔

۳:...جو بیمار روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، اور روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھنے کا اندیشہ نہ ہو، اس پر بھی روزہ رکھنا لازم ہے۔

۴:...اگر بیماری ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا یا روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، مگر جب تندرست ہو جائے تو بعد میں ان روزوں کی قضا اس کے ذمہ فرض ہے۔

۵ :...جو شخص اتنا ضعیف العمر ہو کہ روزے کی طاقت نہیں رکھتا، یا ایسا بیمار ہو کہ نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ صحت کی اُمید ہے، تو وہ روزے کا فدیہ دے دیا کرے، یعنی ہر روزے کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دیا کرے، یا صبح و شام ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔

۶:...اگر کوئی شخص سفر میں ہو، اور روزہ رکھنے میں مشقت لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ بھی قضا کر سکتا ہے، دُوسرے وقت میں اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا، اور اگر سفر میں کوئی مشقت نہیں تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اگرچہ روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کرنے کی بھی اس کو اجازت ہے۔

۷:...عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں، مگر رمضان شریف کے بعد اتنے دنوں کی قضا اس پر لازم ہے۔

۸:...بعض لوگ بغیر عذر کے روزہ نہیں رکھتے اور بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور پھر بعد میں قضا بھی نہیں کرتے، خاص طور پر عورتوں کے جو روزے ماہواری کے ایام میں رہ جاتے ہیں وہ ان کی قضا رکھنے میں سستی کرتی ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

2-بیماری بڑھ جانے یا اپنی ہلاکت کا خدشہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے:

اگر کسی سے آپ سے قے آگئی تو روزہ نہیں گیا، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اور اگر خود اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کر ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔

اگر روزہ دار اچانک بیمار ہو جائے اور اندیشہ ہو کہ روزہ نہ توڑا تو جان کا خطرہ ہے، یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

3-بیماری کی وجہ سے اگر روزے نہ رکھ سکے تو قضا کرے:

اگر کسی نے رمضان کا روزہ کسی عذر کی وجہ سے توڑا، تو اس کا کفارہ اس کے ذمہ نہیں، بلکہ صرف قضا لازم ہے، اور جو روزے کسی بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکے، ان کی جگہ بھی قضا روزے رکھ لے، آئندہ بھی اگر

رمضان المبارک میں بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں کے موسم میں قضا رکھ لیا کرے، اور اگر چھوٹے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان روزوں کا فدیہ ادا کردیں، ایک دن کے روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

4-ناک کی بیماری:

روزے کی حالت میں ناک میں دوا ڈالنا دُرست نہیں، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس بیماری کی وجہ سے روزہ پورا نہیں کر سکتا تو اس کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، اور اگر چھوٹے دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے تو ان روزوں کی قضا لازم ہے، اور اگر کسی موسم میں بھی روزہ رکھنے کا امکان نہیں تو روزوں کا فدیہ لازم ہے، تاہم جن روزوں کا فدیہ ادا کیا گیا، اگر پوری زندگی میں کسی وقت بھی روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو یہ فدیہ غیر معتبر ہوگا، اور ان روزوں کی قضا لازم ہوگی۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

5-ناک، کان اور آنکھ میں دوائی ڈالنا:

● آنکھ میں دوائی ڈالنے یا زخم پر مرہم لگانے یا دوائی لگانے سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا، لیکن ناک اور کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور اگر زخم پیٹ میں ہو یا سر پر ہو اور اس پر دوائی لگانے سے دماغ یا پیٹ کے اندر دوائی سرایت کر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

● ہماری فقہ کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ آنکھ میں ڈالی گئی دوا براہِ راست حلق یا دماغ میں نہیں پہنچتی، اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور کان اور ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

● اگر کسی نے روزہ کی حالت میں ویکس (vicks) استعمال کی تو روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ ویکس کا اثر دماغ پر پہنچتا ہے، اصل چیز نہیں پہنچتی، پھر ویکس ایک خوشبو ہے اور خوشبو سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (مستفاد از فتاوی دارالعلوم زکریا جلد سوم)

6-پیشاب کی بیماری:

اگر کوئی شخص پیشاب کی مہلک بیماری میں مبتلا ہو، اور اس کی وجہ سے اس کا چوبیس گھنٹے پاک رہنا بہت ہی مشکل ہو تو یہ بیماری روزے میں توڑ کاوٹ نہیں، البتہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر چونکہ وہ معذور ہیں، اس لئے ہر نماز کے وقت کے لئے نیا وضو کر لے، جب تک اس نماز کا وقت رہے گا، اس کا وضو اس عذر کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا، جب ایک نماز کا وقت نکل جائے پھر وضو کر لے، نماز روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)۔

7- گردے کی بیماری اور مرض کے لوٹ آنے کے خوف سے روزے کا حکم:

اگر کسی کو گردے کے درد کی تکلیف رہتی ہے، اور کسی حاذق ماہر دیندار ڈاکٹر نے اس کا علاج دن میں تقریباً چالیس گلاس پانی پینے کو تجویز کیا ہو تا کہ وہ بیماری جو گردے میں ہے، دور ہو جائے جیسا کہ بعض لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کے گردے ایک پوڈر سا بناتے ہیں جو کہ پتھر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، اگر روزانہ اسی طرح پانی پیا جاتا رہا تو پتھری نہیں ہوتی، چونکہ اس صورت میں اگر اندیشہ ہے کہ روزہ رکھا گیا تو بیماری لوٹ آئے گی تو اس حاذق ماہر دیندار ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کیا جا سکتا ہے، اور جو روزے رہ جائیں، اگر سردیوں کے دنوں میں ان کی قضا ممکن ہو تو سردیوں کے دنوں میں یہ روزے پورے کئے جائیں، ورنہ روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے۔

8-خون حلق میں چلا جائے:

● اگر کوئی روزے کی حالت میں مسوڑھوں سے خون نکل آئے اور یقین ہو کہ خون حلق میں چلا گیا ہے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، دوبارہ رکھنا ضروری ہو گا۔

● اگر خون منہ سے نکل رہا تھا، اس کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر خون کی مقدار تھوک سے کم ہو اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

9- مخصوص جگہ میں دوائی رکھنا:

طہر کے بعد بسااوقات بعض دوائیں ایسی ہیں جو مقامِ مخصوص میں رکھی جاتی ہیں، جسے طب کی اصطلاح میں شیاف کہا جاتا ہے،ان دواؤں کو روزے کی حالت میں رکھنا دُرست نہیں، کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

10- سگریٹ یا حقہ پینا:

روزے کی حالت میں حقہ پینے یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضاو کفارہ دونوں لازم ہیں۔(مستفاداز فتاوی یوسفی)

11- انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

- انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ اس کا اثر دماغ یا پیٹ تک سرایت نہ کرے۔
- کسی بھی انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا،اور رگ اور بازو دونوں میں انجکشن لگانے کا ایک ہی حکم ہے۔
- عذر کی وجہ سے رگ میں بھی انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، صرف طاقت کا انجکشن لگوانے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔(مستفاداز فتاوی یوسفی)

12- سانس کی بیماری کی دوا چڑھانا یا انجکشن لینا:

- سانس کی بیماری کے علاج کے لئے ایک دوا پاؤڈر کی شکل میں ہوتی ہے، جس کو دن میں چار مرتبہ سانس کے ساتھ چڑھانا ہوتا ہے،اس عمل سے زیادہ تر دوا سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن کچھ مقدار حلق میں چپک جاتی ہے جو کہ ظاہر ہے کہ بعد میں پیٹ میں جاتی ہے، تو ایسی دوا کے لئے حکم یہ ہے کہ یہ دوا سحری بند ہونے سے پہلے کھا کر خوب اچھی طرح منہ صاف کر لیا جائے، پھر بھی اگر کچھ حلق کے اندر رہ جائے تو کوئی حرج نہیں، البتہ حلق کے بیرونی حصے میں لگی ہو تو اسے حلق میں لے جانا جائز نہیں،اسی طرح روزہ کی

حالت میں بھی اس دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں کہ اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

● اگر روزے کی حالت میں سانس کا حملہ ہو تو اس کے لئے انجکشن لیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ انجکشن کی دوا براہِ راست معدہ یا دماغ میں نہ پہنچے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

13-گلوکوز چڑھانا یا انجکشن لگوانا:

گلوکوز جو ایک بڑے تھیلے کی شکل میں ہوتا ہے، اس کو ڈاکٹرز حضرات انسان کی رگ میں لگاتے ہیں، اس کے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ یہ گلوکوز کسی عذر کی وجہ سے لگایا جائے، بلاعذر گلوکوز چڑھانا مکروہ ہے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)۔

14-بلغم پیٹ میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا:

کسی شخص کو نزلہ ہو اور اس نے روزہ بھی رکھا ہوا ہو، اگر اس کو نزلے میں بلغم آئے اور وہ اس کے پیٹ میں چلا جائے تو اس صورت میں اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

15-خود سے قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

قے اگر خود سے آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر قے قصداً لوٹا لے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور بلا قصد لوٹ جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

16-خون دینا یا خون نکلنا:

خون دینے سے یا خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

17-دانت سے خون نکلنے کا حکم:

● خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے البتہ روزے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خون حلق سے نیچے چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

● دانت نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ خون حلق میں نہ گیا ہو۔

18-زہریلی چیز کا ڈس لینا:

اگر کسی شخص کو کوئی زہریلی چیز ڈس لے تو نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔

19-کمزور یا بیمار آدمی روزے کا فدیہ دیدے:

● اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا یا بیمار ہو کہ نہ روزہ رکھ سکتا ہو، نہ یہ توقع ہو کہ وہ آئندہ رکھ سکے گا، اس کے لئے فدیہ ادا کر دینا جائز ہے، ہر روزے کے فدیے کے لئے کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے یا دو سیر غلہ یا اس کی قیمت دیا کرے، باقی وہ کسی دُوسرے سے اپنے لئے روزہ نہیں رکھوا سکتا، شریعت میں کمزور شخص کے لئے فدیہ دینے کا حکم ہے۔

● اگر کوئی شخص اپنے ضعف اور مرض کی وجہ سے روزے کی قضا نہیں رکھ سکتا، تو وہ ان کا فدیہ ادا کر دے، ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار نقد یا غلہ دے دیا جائے۔

● اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور وہ حمل کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے یا کوئی شخص کسی ایسی بیماری میں ہو کہ وہ فی الوقت روزے نہیں رکھ سکتا تو صحت کی حالت میں ان پر ان روزوں کی قضا لازم ہے، فدیہ دینے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو نہ فی الحال روزہ رکھ سکتا ہو، اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ ان روزوں کی قضا رکھ سکے گا۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

20-دمہ کے مریض کے لئے انہیلر استعمال کرنا:

اگر دمہ کا دائمی مریض ہے جس کے لئے انہیلر کے بغیر چارہ نہیں تو اس کے لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، وہ روزہ کا فدیہ دیدے، اور اگر دائمی مریض نہیں ہے مگر فی الوقت روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو چھوڑ دے اور بعد میں قضا رکھ لے۔ (مستفاد از فتاوی دار العلوم زکریا جلد سوم)

● ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ انہیلر سے کچھ باریک ذرات بھی نکلتے ہیں، جو سانس کی نالی سے حلق اور پھیپھڑوں تک پہنچتے ہیں، لہٰذا اس کے استعمال سے روزہ فاسد ہو جائے گا، پس بحالتِ روزہ اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔(جواب:2670؛دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند)

21-پیچش لگ جانا:

اگر کسی کو پیچش لگ جائیں جس کی وجہ سے اس کو دن میں روزے کی حالت میں بار بار بیت الخلاء جانا پڑے، اور اس بار بار بیت الخلاء جانے کی وجہ سے بدن میں پانی کی اس قدر کمی ہو گئی یا اتنی کمزوری لاحق ہو گئی کہ ہلاکت کا ڈر اور جان جانے کا خوف ہو گیا، ایسی صورت میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے، بدون ایسی سخت مجبوری کے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، یہ حکم ماہ رمضان کے فرض روزے کا ہے، البتہ اگر نفل روزہ ہے تو بدون ایسی مجبوری کے بھی توڑنے کی اجازت ہے، البتہ بعد میں قضا لازم ہو گی۔(جواب: 2773)

22-خارجی آکسیجن لینا:

اگر کسی کو پھیپڑے کی بیماری ہے ہو جس کی بنا پر ڈاکٹر نے مریض کو خارجی آکسیجن لینے کو کہا ہو تو روزے کی حالت میں آکسیجن (جو صاف ستھری ہوا ہوتی ہے) لینے سے روزہ فاسد نہیں ہو گا، البتہ انہیلر کا استعمال جائز نہیں ہو گا کیونکہ اس سے دوا کے اجزا حلق کے نیچے پہنچتے ہیں جس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔(جواب: 6540)

23-بواسیر کا مریض:

● بواسیر کے مریض کا اندر کی طرف دوا لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح پانی کے ٹیوب میں بیٹھ کر پاخانہ کی جگہ کو سینکنے سے بھی روزہ کے ٹوٹ جانے کا غالب گمان ہے۔(جواب:3257)

● اگر بواسیر کے مسے دو تین انگل کے اندر ہوں اور دواء لگانا ناگزیر ہو تو ان پر کریم لگانے سے روزہ

فاسد نہ ہوگا، تَری کا اندر پہنچنا جب مفسد صوم ہے کہ تَری قدر حقنہ پانچ چھ انگل پر پہنچ جائے، اس سے کم مقدار میں تری اندر پہنچنا مفسد نہیں اور بواسیر ی مسے اتنے اندر نہیں ہوتے بلکہ ایک دو انگل کے اندر ہوتے ہیں، باقی ایسے مریض کو حتی الامکان احتیاط سے کام لینا چاہیے۔(جواب:47654)

● اگر کسی کو خونی بواسیر کی تکلیف ہو اور روزے کے درمیان خون نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔(جواب: 53890،دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند)

● بواسیر کے کانچ کو اندر جانے سے قبل اسے اچھی طرح دھو کر خشک کر لینا چاہیئے، تو اب اندر جانے کے بعد روزہ نہیں ٹوٹے گا، احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ پانی سے دھونے کے بعد اس حصہ کو کسی کپڑے سے اچھی طرح پونچھ لے، تاکہ کچھ تری بھی اندر نہ جائے۔(مستفاد از کتاب النوازل جلد ششم)

24-آپریشن کرانا:

● روزے کی حالت میں آپریشن کرانا مفسد صوم نہیں ہے، بشرطیکہ معتاد راستے سے کوئی چیز اندر نہ جائے۔(جواب؛40973)

● روزہ کسی ایسی چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کہ بدن کو درست کرنے کے لئے معتاد راستے سے داخل کی جائے اور دماغ یا پیٹ تک پہنچ جائے، پس بائی پاس آپریشن اور ہر ایسا آپریشن جو کہ پیٹ یا دماغ کے علاوہ ہاتھ پاؤوں وغیرہ کا ہو، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ ان میں پیٹ یا دماغ تک کسی چیز کے پہنچنے کا منفذ نہیں ہے، البتہ اگر غروب کے بعد تک مؤخر کر سکتا ہے، تو روزے کی حالت میں آپریشن نہ کرائے، کیونکہ اس میں خون وغیرہ نکلنے کی وجہ سے ضعف لاحق ہوگا جو کہ روزے کے توڑنے کی طرف مفضی ہوگا۔(نجم الفتاوی جلد سوم)

25-مرگی اور بے ہوشی:

● اگر مرگی کا مریض روزے سے ہو اور اسے دورہ پڑ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(فتاوی یوسفی)

● رمضان کے مہینے میں دن کو بیہوش ہو گیا، اور ایک دن سے زیادہ بیہوش رہا تو بیہوش ہونے کے دن

کے علاوہ جتنے دن بیہوش رہا اتنے دنوں کی قضا رکھے، جس دن بیہوش ہوا، اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ بوجہ نیت کے درست ہو گیا، ہاں! اگر اس دن روزہ سے نہ تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضا بھی واجب ہے۔(بہشتی زیور)

26- جنون:

جنون کی حالت میں روزہ معاف ہے، قضا لازم نہیں، اگر رمضان میں جنون کی کیفیت جاتی رہی اور عقل ٹھکانے آگئی تو اس وقت سے روزے شروع کر دے۔(روزہ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

تراویح کی ابتدا:

تراویح کی ابتدا تو حضور اکرم ﷺ سے ہوئی، مگر حضور اکرم ﷺ نے اس اندیشہ سے کہ یہ فرض نہ ہو جائیں تین دن سے زیادہ جماعت نہیں کرائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرداً فرداً پڑھا کرتے تھے اور کبھی دو دو، چار چار آدمی جماعت کر لیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے عام جماعت کا رواج ہوا، اور اس وقت سے تراویح کی بیس ہی رکعات چلی آرہی ہیں، اور بیس رکعات ہی سنتِ مؤکدہ ہیں۔(فتاوی یوسفی)۔

یہ واضح رہے کہ تہجد الگ نماز ہے جو کہ رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مسنون ہے، تراویح صرف رمضان المبارک کی عبادت ہے، تہجد اور تراویح کو ایک نماز نہیں کہا جا سکتا، تہجد کی رکعات چار سے بارہ تک ہیں، درمیانہ درجہ آٹھ رکعات ہیں، اس لئے آٹھ رکعتوں کو ترجیح دی گئی ہے۔(فتاوی یوسفی)

حضور اکرم ﷺ کا تراویح پڑھانا:

● حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (رمضان میں) مسجد میں بوریے کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتیں اس میں (تراویح کے علاوہ نفل) نماز پڑھی (جب لوگ جمع ہو جاتے تو آپ ﷺ حجرے سے باہر تشریف لاتے اور فرائض و تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے) یہاں تک کہ (ایک روز

بہت زیادہ)لوگ جمع ہوگئے(آپ ﷺ چونکہ فرض نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جاچکے تھے اور جیسا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کچھ دیر کے بعد باہر تشریف نہ لائے، اس لئے لوگوں نے آپ کی کوئی آہٹ محسوس نہیں کی چنانچہ وہ یہ سمجھے کہ آپ ﷺ سوگئے اور لوگوں نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ آپ ﷺ (بیدار ہوجائیں اور نماز تراویح کے لئے) باہر تشریف لے آئیں (جیسا کہ آپ ﷺ گذشتہ راتوں میں تشریف لاتے تھے) حضور اکرم ﷺ نے (حجرہ سے باہر نکل کر یا اندر ہی سے) فرمایا کہ تمہارا کام جو میں دیکھ رہا ہوں برابر جاری رہے (یعنی جماعت سے تراویح پڑھنے کا شوق اور عبادت کے معاملہ میں تمہارا جذبہ ہمیشہ رہے اور پھر فرمایا) لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے (یعنی اگر میں ہمیشہ نماز تراویح جماعت سے پڑھتا تو یہ نماز تم پر فرض ہوجاتی) اور اگر یہ نماز فرض ہوجاتی تو تم اس کی ادائیگی سے قاصر رہتے، لہٰذا اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ انسان کی بہترین نماز وہی ہے جسے اس نے اپنے گھر میں پڑھا ہو سوائے فرض نماز کے (کہ اسے مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے۔(بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث مبارک میں مختلف اہم علمی احکام مذکور ہیں، ساتھ میں حضور اکرم ﷺ کی امت کے حق میں انتہائی شان رحمت کی غمازی کر رہی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت پر اس لئے مداومت نہیں فرمائی کہ کہیں یہ نماز امت کے لئے فرض ہی قرار نہ دیدی جائے جس سے امت کے لوگ تنگی و پریشانی میں مبتلا ہوجائیں، وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا سنت ہے۔

● حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (رمضان میں) حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ روزے رکھے، آپ ﷺ نے مہینے کے اکثر ایام میں ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا (یعنی آپ ﷺ نے رمضان کی راتوں میں ہمارے ساتھ فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں پڑھی) یہاں تک کہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ۲۳ ویں آئی) تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ تہائی رات تک قیام کیا (یعنی ہمیں نماز تراویح پڑھائی) جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ۲۵ ویں شب آئی) تو آپ نے ہمارے ساتھ آدھی رات تک قیام کیا، میں نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ! کاش آج کی رات قیام اور زیادہ کرتے (یعنی اگر آپ ﷺ آدھی رات سے بھی زیادہ تک ہمیں نماز پڑھاتے رہتے تو بہتر ہوتا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی (فرض) نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہے تو اس سے فارغ ہو کر واپس جاتا ہے تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے (یعنی عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کی وجہ سے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے نیز یہ کہ نوافل کا اسی وقت تک پڑھتے رہنا مناسب اور بہتر ہے جب تک دل لگے) جب چار راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ۲۶ ویں شب آئی) تو ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا یہاں تک کہ تہائی رات باقی رہ گئی، ہم اسی انتظار میں لگے رہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں، جب تین راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ۲۷ ویں شب آئی) تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں، اپنی عورتوں اور سب لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا (یعنی تمام رات نماز پڑھتے رہے) یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں "فلاح" فوت نہ ہو جائے، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا "فلاح کیا ہے؟" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (فلاح سے مراد) سحر کا کھانا (ہے) پھر آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ مہینہ کے باقی دنوں میں (یعنی ۲۸ ویں اور ۲۹ ویں شب میں) قیام نہیں کیا۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان کے پہلے دو عشروں میں تراویح کی نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں پڑھائی، اس کا سبب وہی ہے جو پہلی حدیث میں گذرا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔

فتاوی یوسفی جلد سوم میں ہے کہ:

نمازِ تراویح کی ترغیب خود حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، اور تراویح کا جماعت سے ادا کرنا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے، مگر اس اندیشے کی وجہ سے کہیں یہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے آپ ﷺ نے جماعت کا اہتمام ترک فرمادیا، اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چونکہ یہ اندیشہ باقی نہیں رہا تھا، اس لئے

آپ نے اس سنت یعنی "باجماعت تراویح" کو دوبارہ جاری کر دیا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اقتدا کا لازم ہونا شریعت کا ایک مستقل اُصول ہے، اگر بالفرض تراویح کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد ہی سے جاری کی ہے تو چونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو بالاجماع قبول کر لیا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا، اس لئے بعد کے کسی شخص کے لئے اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی مخالفت کی گنجائش نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ اہلِ حق میں سے کوئی ایک بھی تراویح کے سنت ہونے کا منکر نہیں۔ (مستفاد از مظاہر حق)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت کا ایک امام کی اقتداء میں قائم کروانا:

● حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ رمضان کی) رات کو میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمراہ مسجد میں گیا، وہاں ہم نے کیا دیکھا کہ لوگ متفرق اور بکھرے ہوئے تھے یعنی کوئی تو عشاء کی نماز کے بعد نفل نماز تنہا پڑھ رہا تھا اور کوئی اس طرح پڑھ رہا تھا کہ چند آدمی اور بھی اس کے ساتھ تھے، گویا کچھ لوگ تو الگ الگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہوگا، چنانچہ انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا اور سب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا (یعنی انہیں نماز تراویح کے لئے لوگوں کا امام مقرر کر دیا) حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ (پھر اس کے بعد) میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں گیا، وہاں سب لوگ اپنے امام یعنی حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھی بدعت ہے اور (تراویح کی) اس وقت کی نماز جب کہ تم سوتے رہتے ہو اس وقت کی نماز سے بہتر ہے، اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مراد آخری رات تھی (یعنی آپ کے اس ارشاد کا یہ مطلب تھا کہ تراویح کی نماز رات کے

آخری حصہ میں پڑھنارات کے اول وقت پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ)اس وقت لوگ تراویح کی نماز اول وقت پڑھ لیا کرتے تھے۔(بخاری)۔

فائدہ: نِعمتِ البدعۃُ(یہ اچھی بدعت ہے)کا مطلب یہ ہے کہ یہ جماعت کا مقرر ہونا اچھی بدعت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت کا تقرر کرنے(کہ سب ایک امام کے پیچھے ایک ساتھ نماز پڑھیں)کو اچھی بدعت فرمایا،نہ کہ اچھی بدعت سے ان کی مراد اصل جماعت تھی کیونکہ جماعت تو حضور اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ تراویح کی نماز جماعت سے پڑھی جیسا کہ پچھلی حدیث میں گذر چکا ہے، ویسے اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تقررِ جماعت بھی "اچھی بدعت" سے آگے بڑھ کر سنت کے درجے میں آجاتا ہے کیونکہ خلفائے راشدین کے قائم کئے ہوئے طریقے بھی سنت ہیں۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ یہاں "بدعت" کے لغوی معنی کا اعتبار ہے نہ کہ اس معنی کا جو فقہاء کی اصطلاح میں ہوتا ہے۔

● حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم رمضان المبارک میں جب قیام(یعنی نماز تراویح)سے فارغ ہوتے تھے تو خادموں سے اس خوف سے کہ کہیں سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے جلد کھانے کے لئے کہتے تھے،ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ فجر ہو جانے کے خوف سے(ہم خادموں کو جلد کھانے کے لئے کہتے تھے)(مالک)۔

صحیح حدیث سے بیس رکعات تراویح کا ثبوت:

● مؤطا امام مالک "باب ماجاء فی قیام رمضان" میں یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے:

{كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلث وعشرين ركعة}

● امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۹۶/۲) نے حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی بسند صحیح یہ حدیث نقل کی ہے۔(نصب الرایہ ۱۵۴/۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بیس رکعات تراویح کا معمول چلا آیا ہے، اور یہی نصاب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ وہ دین کے کسی معاملے میں کسی ایسی بات پر بھی متفق ہو سکتے تھے جو منشائے خداوندی اور منشائے نبوی کے خلاف ہو۔

● حضرت حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اجماع کا لفظ تم نے علمائے دین کی زبان سے سنا ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی زمانے میں تمام مجتہدین کسی مسئلے پر اتفاق کریں، بایں طور کہ ایک بھی خارج نہ ہو، اس لئے کہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ واقع نہیں، بلکہ عادۃً ممکن بھی نہیں، بلکہ اجماع کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ، ذورائے حضرات کے مشورے سے یا بغیر مشورے کے کسی چیز کا حکم کرے اور اسے نافذ کرے یہاں تک کہ وہ شائع ہو جائے اور جہان میں مستحکم ہو جائے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے بعد کے خلفائے راشدین کی سنت کو۔ (ازالۃ الخفاء ص:۲٦)

غور فرمائیں! بیس رکعات تراویح کے مسئلے میں یہی صورت پیش آئی کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُمت کو بیس رکعات تراویح پر جمع کیا اور مسلمانوں نے اس کا التزام کیا، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں "شائع شد و در عالم ممکن گشت" یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء نے بیس رکعات تراویح کو بجا طور پر "اجماع" سے تعبیر کیا ہے۔

● ملک العلماء کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

{ان عمر رضی اللہ عنہ جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان علی ابی بن کعب فصلی بہم فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ ولم ینکر علیہ احد فیکون

اجماعًا منهم علٰى ذالک}

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ماہِ رمضان میں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا پر جمع کیا، وہ ان کو ہر رات بیس رکعتیں پڑھاتے تھے، اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی، پس یہ ان کی جانب سے بیس تراویح پر اجماع ہوا۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۸۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

● موفق ابنِ قدامہ الحنبلی، المغنی (۱/۸۰۳) میں فرماتے ہیں:

"وھذا کالاجماع" اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) بیس رکعات تراویح پر متفق ہیں، جیسا کہ ان کی کتب فقہیہ سے واضح ہے، ائمہ اربعہ کا اتفاق بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ بیس تراویح کا مسئلہ خلف سے تواتر کے ساتھ منقول چلا آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو مسائل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں اور جب سے اب تک انہیں اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے تعامل کی حیثیت حاصل ہو، ان کا ثبوت کسی دلیل و برہان کا محتاج نہیں، بلکہ ان کی نقلِ متواتر اور تعاملِ مسلسل ہی سو ثبوت کا ایک ثبوت ہے کہ ''آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!'' (مستفاد از مظاہر حق و فتاوی یوسفی)

● امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا رمضان میں رات کی نماز (یعنی تراویح کی رکعات) کے بارے میں اختلاف ہے:

1- اہل مدینہ کے نزدیک وتر سمیت اکتالیس رکعتیں پڑھنی چاہئیں اور اسی پر ان کا عمل ہے، (امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول اسی کے مطابق ہے)

2- اکثر اہل علم جن میں حضرت عمر، حضرت علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان سے بیس رکعات پڑھنا منقول ہے اور یہی قول (امام ابو حنیفہ) امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی رحمہم اللہ

سے مروی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ مکرمہ والوں کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے پایا ہے۔(ترمذی)۔

تراویح عہدِ نبوی میں

تراویح کے لئے ترغیب

حضور اکرم ﷺ نے متعدّد احادیث میں قیامِ رمضان کی ترغیب دی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

{کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرھم فیہ بعزیمۃ فیقول: من قام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذالک، ثم کان الامر علی ذالک فی خلافۃ ابی بکر وصدرًا من خلافۃ عمر}یعنی حضور اکرم ﷺ قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے بغیر اس کے کہ قطعیت کے ساتھ حکم دیں، چنانچہ فرماتے تھے کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوگئے، چنانچہ یہ معاملہ اسی حالت پر رہا کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی صورتِ حال رہی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں بھی۔

(جامع الاصول ۴۳۹/۹، بروایت بخاری و مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، موطا)

ایک اور حدیث میں ہے:

{ان اللہ فرض صیام رمضان وسنن لکم قیامہ، فمن صامہ وقامہ ایمانًا واحتسابًا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امّہ}

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے، اور میں نے تمہارے لئے اس کے قیام کو سنت قرار دیا ہے، پس جس نے ایمان کے جذبہ سے اور ثواب کی نیت سے اس کا صیام و قیام کیا، وہ اپنے گناہوں سے

ایسا نکل جائے گا جیسا کہ جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔(جامع الاصول ۹/ ٤٤١، بروایت نسائی)

حضور اکرم ﷺ کا باجماعت تراویح پڑھنا:

حضور اکرم ﷺ کا تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا بھی متعدّد احادیث سے ثابت ہے، مثلاً:

۱:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تین رات میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، پہلی رات میں تہائی رات تک، دُوسری رات میں آدھی رات تک، تیسری رات میں سحر تک۔(صحیح بخاری ۱/۳۶۹)

۲:... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ۲۳ویں رات میں تہائی رات تک، ۲۵ویں میں آدھی رات تک اور ۲۷ویں شب میں اوّل فجر تک قیام کا ذکر ہے۔

(جامع الاصول ٦/ ١٢٠، بروایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۳:... حضرتِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مضمون بعینہ حدیثِ ابی ذر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (نسائی ۱/۲۳۸)

٤ :... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف ایک رات کا ذکر ہے۔(جامع الاصول ٦ /۱۱۹، بروایت بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی)

۵:... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی صرف ایک رات کا ذکر ہے۔(صحیح مسلم ۱/۳۵۲)

لیکن آپ ﷺ نے اس کی جماعت پر مداومت نہیں فرمائی اور اس اندیشے کا اظہار فرمایا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے، اور اپنے طور پر گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔(حدیثِ زید بن ثابت وغیرہ)

رمضان المبارک میں حضور اکرم ﷺ کا مجاہدہ بہت بڑھ جاتا تھا، خصوصاً عشرہ اخیرہ میں تو پوری رات کا قیام معمول تھا، ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۵/ ۱۳۲، وفیہ عبدالباقی بن قانع، قال الدار قطنی یخطئ کثیرًا)

تاہم کسی صحیح روایت میں یہ نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں جو تراویح کی جماعت

کرائی، اس میں کتنی رکعات پڑھائیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صرف ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ (موارد الظمآن: ۲۳۰، قیام اللیل مروزی: ۱۵۷، مکتبہ سبحانیہ، مجمع الزوائد ۲/۳ ۱۷ا بروایت طبرانی وابویعلیٰ)

مگر اس روایت میں عیسیٰ بن جاریہ متفرد ہے، جو اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف اور مجروح ہے، جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "لیس بذاک" یعنی وہ قوی نہیں، نیز فرماتے ہیں کہ "عندہ مناکیر" یعنی اس کے پاس متعدد منکر روایتیں ہیں، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اسے "منکر الحدیث" کہا ہے، امام نسائی نے اس کو متروک بھی بتایا ہے، ساجی و عقیلی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے، ابنِ عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں۔

(تہذیب التہذیب ۸/۲۰۷، میزان الاعتدال ۳/۳۱۱)

خلاصہ یہ کہ یہ راوی اس روایت میں متفرد بھی ہے، اور ضعیف بھی، اس لئے یہ روایت منکر ہے، اور پھر اس روایت میں صرف ایک رات کا واقعہ مذکور ہے، جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان آٹھ رکعتوں سے پہلے یا بعد میں تنہا بھی کچھ رکعتیں پڑھی ہوں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے۔

(مجمع الزوائد ۳/۱۷۳، بروایت طبرانی، و قال رجالہ رجال الصحیح)

دُوسری روایت مصنف ابنِ ابی شیبہ (۲/۳۹٤، نیز سننِ کبریٰ بیہقی ۲/٤۹۲، مجمع الزوائد ۳/۱۷۲) میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے، مگر اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی کمزور ہے، اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں، مگر جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُمت کا تعامل اسی کے مطابق ہوا۔

تیسری حدیث اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے، مگر اس میں تراویح کا ذکر نہیں، بلکہ اس

نماز کا ذکر ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، اس لئے رکعاتِ تراویح کے تعین میں اس سے بھی مدد نہیں ملتی۔

چنانچہ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

والحاصل ان الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلٰوة فیه جماعة وفرادیٰ فقصر الصلوة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها بقرائة مخصوصة ولم یرد به سنة۔(نیل الاوطار ٤ /٦٤)

یعنی حاصل یہ کہ اس باب کی حدیثیں اور ان کے مشابہ حدیثیں جس بات پر دلالت کرتی ہیں، وہ یہ ہے کہ رمضان میں قیام کرنا اور باجماعت یا اکیلے نماز پڑھنا مشروع ہے، پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کردینا، اور اس میں خاص مقدار قرأت مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔(مستفاد از فتاوی یوسفی و فتاوی بینات)۔

تراویح عہدِ فاروقی میں

حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا، بلکہ لوگ تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں پڑھا کرتے تھے، سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک امام پر جمع کیا۔

(صحیح بخاری ١/٢٦٩، باب فضل من قام رمضان)

اور یہ خلافتِ فاروقی کے دُوسرے سال یعنی ١٤ھ کا واقعہ ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ١٢١، تاریخ ابنِ اثیر ١/١٨٩)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کتنی رکعتیں پڑھی جاتی تھیں؟ اس کا ذکر حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، حضرت سائب سے اس حدیث کو تین شاگرد نقل کرتے ہیں:

۱: حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب

۲: یزید بن خصیفہ

۳: محمد بن یوسف،

ان تینوں کی روایت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱:... حارث بن عبدالرحمن کی روایت علامہ عینی نے شرحِ بخاری میں حافظ ابنِ عبدالبر کے حوالے سے نقل کیا ہے:

ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۲۳ رکعتیں پڑھی جاتی تھیں، ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ ان میں بیس تراویح کی اور تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۷)

۲:... حضرت سائب کے دُوسرے راوی یزید بن خصیفہ کے تین شاگرد ہیں:

ابنِ ابی ذئب، محمد بن جعفر اور امام مالک، اور یہ تینوں بالاتفاق بیس رکعتیں روایت کرتے ہیں۔

الف:... ابنِ ابی ذئب کی روایت امام بیہقی کی سننِ کبریٰ میں درج ذیل سند کے ساتھ مروی ہے:

{ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال: کانوا یقومون علیٰ عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة، قال: وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی الله عنه من شدة القیام}

یعنی ابنِ ابی ذئب، یزید بن خصیلہ سے، اور وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شدّتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ (سننِ کبریٰ ۲/۴۹۶)

فائدہ: اس کی سند کو امام نووی، امام عراقی اور حافظ سیوطی نے صحیح کہا ہے۔

(آثار السنن: ۲۵۱، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان، تحفۃ الاحوذی ۲/۷۵)

ب:... محمد بن جعفر کی روایت امام بیہقی کی دُوسری کتاب معرفۃ السنن والآثار میں حسبِ ذیل سند سے مروی ہے:

{محمد بن جعفر حدثنی یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال: کنا نقول فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر}

یعنی محمد بن جعفر، یزید بن خصیفہ سے اور وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔(نصب الرایۃ ۲/۱۵٤)

اس کی سند کو امام نووی نے خلاصہ میں، علامہ سبکی نے شرحِ منہاج میں اور علامہ علی قاری نے شرحِ موطا میں صحیح کہا ہے۔

(آثار السنن ۲/٥٤، تحفۃ الاحوذی ۲/۷۵)

ج:... یزید بن خصیفہ سے امام مالک کی روایت حافظ نے فتح الباری میں اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

حافظ لکھتے ہیں:

{وروی مالک من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة}

یعنی امام مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے حضرت سائب بن یزید سے بیس رکعتیں نقل کی ہیں۔(فتح الباری ٤/۲۵۳، مطبوعہ لاہور)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

{وفی المؤطا من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انها عشرین رکعة}

(نیل الاوطار ۳/۵۳، مطبوعہ عثمانیہ، مصر ۱۳۵۷ھ)

فائدہ: مالک عن یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید کی سند بعینہ صحیح بخاری (۱/۳۱۲) پر موجود ہے، لیکن یہ روایت مؤطا کے موجودہ نسخے میں نہیں ہے، ممکن ہے کہ مؤطا کے کسی نسخے میں حافظ کی نظر سے گزری

ہو، یا غیر موطا میں ہو، اور علامہ شوکانی کا "وفی المؤطا" کہنا سہو کی بنا پر ہو، فلیفتش!

۳:... حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے تیسرے شاگرد محمد بن یوسف کی روایت میں ان کے شاگردوں کے درمیان اختلاف ہوا ہے، چنانچہ:

الف:... امام مالک وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبیّ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا، جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔ (موطات امام مالک: ۹۸، مطبوعہ نور محمد کراچی)

ب:... ابنِ اسحاق ان سے تیرہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ (فتح الباری ٤/ ٢٥٤)

ج:... داود بن قیس اور دیگر حضرات ان سے اکیس رکعتیں نقل کرتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ٤ /٤٦٠)

اس تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت سائب کے دو شاگرد حارث اور یزید بن خصیفہ اور یزید کے تینوں شاگرد متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات پر لوگوں کو جمع کیا تھا، جبکہ محمد بن یوسف کی روایت مضطرب ہے، بعض ان میں سے گیارہ نقل کرتے ہیں، بعض تیرہ اور بعض اکیس۔ اُصولِ حدیث کے قاعدے سے مضطرب حدیث حجت نہیں، لہٰذا حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث وہی ہے جو حارث اور یزید بن خصیفہ رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے، اور اگر محمد بن یوسف کی مضطرب اور مشکوک روایت کو کسی درجے میں قابلِ لحاظ سمجھا جائے تو دونوں کے درمیان تطبیق کی وہی صورت متعین ہے جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے کہ گیارہ پر چند روز عمل رہا، پھر بیس پر عمل کا استقرار ہوا، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ دونوں روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

{ویمکن الجمع بین الروایتین، فانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلٰث۔}

یعنی دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے، کیونکہ وہ لوگ پہلے گیارہ پڑھتے تھے، اس کے بعد بیس

رکعات تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔(سننِ کبریٰ ۲/٤٩٦)

امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کہ عہدِ فاروقی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آخری عمل، جس پر استقرار ہوا، بیس رکعات تراویح تھا، اس پر متعدّد شواہد وقرائن موجود ہیں۔

اوّل:... امام مالک جو محمد بن یوسف سے گیارہ کی روایت نقل کرتے ہیں، خود ان کا اپنا مسلک بیس یا چھتیس رکعات تراویح کا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ روایت خود امام مالک کے نزدیک بھی مختار اور پسندیدہ نہیں۔

دوم:... ابنِ اسحاق جو محمد بن یوسف سے تیرہ کی روایت نقل کرتے ہیں، وہ بھی بیس کی روایت کو اُثبت کہتے ہیں، چنانچہ علامہ شوکانی نے بیس والی روایت کے ذیل میں ان کا قول نقل کیا ہے:

قال ابن اسحاق وھٰذا أثبت ما سمعت فی ذٰلک۔

یعنی ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ رکعاتِ تراویح کی تعداد کے بارے میں، میں نے جو کچھ سنا اس میں سب سے زیادہ ثابت یہی تعداد ہے۔(شوکانی، نیل الاوطار ۳/۵۳)

سوم:... یہ کہ محمد بن یوسف کی گیارہ والی روایت کی تائید میں دُوسری کوئی اور روایت موجود نہیں، جبکہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس والی روایت کی تائید میں دیگر متعدّد روایتیں بھی موجود ہیں، چنانچہ:

ا:... یزید بن رومان کی روایت ہے کہ:

لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر)

(موٴطا امام مالک ص:۹۸، مطبوعہ نور محمد کراچی، سننِ کبریٰ ۲/٤٩٦، قیام اللیل ص:۹۱، طبع جدید ص:۱۵۷)

یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت قوی ہے، مگر مرسل ہے، کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، تاہم حدیثِ مرسل (جبکہ ثقہ اور لائقِ اعتماد سند سے مروی ہو) امام مالک، امام ابو حنیفہ،

امام محمد اور جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً حجت ہے، البتہ امام شافعی کے نزدیک حدیثِ مرسل کے حجت ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی تائید کسی دُوسری مسند یا مرسل سے ہوئی ہو، چونکہ یزید بن رومان کی زیرِ بحث روایت کی تائید میں دیگر متعدّد روایات موجود ہیں، اس لئے یہ باتفاق اہلِ علم حجت ہے۔

یہ بحث تو عام مراسیل باب میں تھی، موٴطا کے مراسیل کے بارے میں اہلِ حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ سب صحیح ہیں۔

چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ "حجۃ اللہ البالغۃ" میں لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب موطا امام مالک ہے، اور اہلِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں، وہ سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں اور دُوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل اور منقطع روایت ایسی نہیں کہ دُوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو، پس اس لحاظ سے وہ سب کی سب صحیح ہیں، اور امام مالک کے زمانے میں موطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے موطا تصنیف ہوئے، جیسے ابنِ ابی ذئب، ابنِ عیینہ، ثوری اور معمر کی کتابیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۳۳، مطبوعہ منیریہ)

اور پھر بیس رکعات پر اصل استدلال تو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس کے "صحیح" ہونے کی تصریح گزر چکی ہے، اور یزید بن رومان کی روایت بطور تائید ذکر کی گئی ہے۔

۲:... یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

یہ روایت بھی سنداً قوی، مگر مرسل ہے۔

۳:... عبدالعزیز بن رفیع کی روایت ہے:

حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو مدینہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۴:... محمد بن کعب قرظی کی روایت ہے کہ:

لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں طویل قرأت کرتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل ص:۹۱، طبع جدید ص:۱۵۷)

یہ روایت بھی مرسل ہے، اور قیام اللیل میں اس کی سند نہیں ذکر کی گئی۔

۵:... کنزالعمال میں خود حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو رات کے وقت نماز پڑھایا کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں، مگر خوب اچھا پڑھنا نہیں جانتے، پس کاش! تم رات میں ان کو قرآن سناتے! اُبیؓ نے عرض کیا کہ یاامیر المؤمنین! یہ ایک ایسی چیز ہے جو پہلے نہیں ہوئی، فرمایا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے، لیکن یہ اچھی چیز ہے، چنانچہ اُبیؓ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائیں۔"

(کنزالعمال طبع جدید بیروت ۸/۴۰۹ حدیث: ۲۳۴۷۱)

چہارم:... مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں اہلِ علم اس کے قائل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پر جمع کیا، اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے موافقت کی، اس لئے یہ بہ منزلہ اجماع کے تھا یہاں چند اکابر کے ارشادات ذکر کئے جاتے ہیں:

امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تراویح میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض وتر سمیت اکتالیس رکعت کے قائل ہیں، اہلِ مدینہ کا یہی قول ہے اور ان کے یہاں مدینہ طیبہ میں اسی پر عمل ہے، اور اکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں، جو حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور شافعی کا یہی

قول ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے پایا ہے۔(سننِ ترمذی ۱/۹۹)

۲:...علامہ زرقانی مالکی شرحِ موطا میں ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبیّ الباجی المالکی (متوفی ٤٩٤ھ) سے نقل کرتے ہیں:

باجی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان کو تطویلِ قرأت کا حکم دیا تھا کہ وہ افضل ہے، پھر لوگوں کا ضعف محسوس کیا تو ۲۳ رکعات کا حکم دیا، چنانچہ طولِ قرأت میں کمی کی اور رکعات کے اضافے کی فضیلت کی کچھ تلافی کی۔(شرح زرقانی علی المؤطا ۱/۲۳۹)

باجی کہتے ہیں کہ یومِ حرہ تک بیس رکعات کا دستور رہا، پھر ان پر قیام بھاری ہوا تو قرأت میں کمی کر کے رکعات میں مزید اضافہ کر دیا گیا، اور وتر کے علاوہ ۳۶ رکعات ہو گئیں۔(زرقانی شرح مؤطا ۱/۲۳۹)

۳:...علامہ زرقانی نے یہی بات حافظ ابنِ عبدالبر (۳٦٨ھ، ٤٦٣ھ) اور ابومروان عبدالملک بن حبیب القرطبیّ المالکی (متوفی ۲۳۷ھ) سے نقل کی ہے۔

(زرقانی شرحِ مؤطا ۱/۲۳۹)

٤:...حافظ موفق الدین ابنِ قدامہ المقدسی الحنبلی (متوفی ٦۲۰ھ) المغنی میں لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

اس سلسلے کی روایات، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وھذا کالاجماع" اور یہ بمنزلہ اجماعِ صحابہ کے ہے۔

پھر اہلِ مدینہ کے ۳٦ کے تعامل کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

پھر اگر ثابت ہو کہ اہلِ مدینہ سب چھتیس رکعتیں پڑھتے تھے تب بھی جو کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کیااور جس پر ان کے دور میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجماع کیا،اس کی پیروی اَوْلیٰ ہو گی۔

(ابنِ قدامہ،المغنی مع الشرح الکبیر ۱/۷۹۹)

بعض اہلِ علم نے کہاہے کہ اہلِ مدینہ کا مقصوداس عمل سے اہلِ مکہ کی برابری کرنا تھا،کیونکہ اہلِ مکہ دو ترویحوں کے درمیان طواف کیا کرتے تھے،اہلِ مدینہ نے طواف کی جگہ دو ترویحوں کے درمیان چار رکعتیں مقرّر کرلیں،بہر حال حضوراکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو معمول تھاوہی اَوْلیٰ اوراحق ہے۔

۵:...امام محی الدین نووی(متوفی ٦٧٦ھ)شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جوامام بیہقی اور دیگر حضرات نے حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے بہ سندِ صحیح روایت کی ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھاکرتے تھے۔(المجموع شرح مہذب ٤/٣٢)

آگے یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرکے امام بیہقی رحمہ اللہ کی تطبیق ذکر کی ہے،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کااثر ذکر کرکے اہلِ مدینہ کے فعل کی وہی توجیہ کی ہے جوابنِ قدامہ کی عبارت میں گزر چکی ہے۔

٦:...علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی(متوفی ۹۳۳ھ)شرحِ بخاری میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان دونوں روایتوں کواس طرح جمع کیاہے کہ وہ پہلے گیارہ پڑھتے تھے،پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے،اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو معمول جاری ہوااسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیاہے۔(ارشادالساری ۳/٤٢٦)

۷:...علامہ شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی(متوفی ۱۰۴۶ھ)کشف القناع عن متن الاقناع" میں لکھتے ہیں:

تراویح بیس رکعت ہیں،چنانچہ امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیاہے کہ:لوگ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے......اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کی موجودگی میں بیس کا حکم دینا عام شہرت کا موقع تھا، اس لئے یہ اجماع ہوا۔ (کشف القناع عن متن الاقناع ا /۳۹۲)

۸:... مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ "(۱۸/۲) میں لکھتے ہیں:

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے حضرات نے قیامِ رمضان میں تین چیزوں کا اضافہ کیا۔

۱: اس کے لئے مساجد میں جمع ہونا، کیونکہ اس سے عام وخاص کو آسانی حاصل ہوتی ہے۔

۲: اوّل شب میں ادا کرنا، باوجود اس بات کے قائل ہونے کے کہ آخر شب کی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے، اور وہ افضل ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر متنبہ فرمایا، مگر اوّل شب کا اختیار کرنا بھی اسی آسانی کے لئے تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔

۳: بیس رکعات کی تعداد۔

تراویح عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح کا معمول شروع ہوا تو بعد میں کم از کم بیس رکعات کا معمول رہا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے زائد کی روایات تو مروی ہیں، لیکن کسی سے صرف آٹھ کی روایت نہیں۔

۱:... حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اُوپر گزر چکی ہے، جس میں انہوں نے عہدِ فاروقی میں بیس کا معمول ذکر کرتے ہوئے اسی سیاق میں عہدِ عثمانی کا ذکر کیا ہے۔

۲:... ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جن کا وصال عہدِ عثمانی کے اواخر میں ہوا ہے، وہ بھی بیس پڑھا کرتے

تھے۔(قیام اللیل ص:۹۱، طبع جدید ص:۱۵۷)

۳:...ابوعبدالرحمن سلمی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا، پس ان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ بیس رکعتیں پڑھایا کرے، اور وتر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود پڑھایا کرتے تھے۔ (سننِ کبریٰ بیہقی ج:۲ص:٤۹٦)

فائدہ: اس کی سند میں حماد بن شعیب پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کے متعدّد شواہد موجود ہیں۔

ابوعبدالرحمن سلمی کی یہ روایت شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ نے منہاج السنۃ میں ذکر کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تراویح کو اپنے دورِ خلافت میں باقی رکھا۔(منہاج السنۃ ٤/۲۲٤)

حافظ ذہبی نے المنتقٰی مختصر منہاج السنّۃ (المنتقٰی ص:٥٤۲) میں حافظ ابنِ تیمیہ کے اس استدلال کو بلا نکیر ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہے کہ ان دونوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعات تراویح کا معمول جاری تھا۔

٤:...عمرو بن قیس، ابوالحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرے۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۵:...ابوسعد بقال، ابوالحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعتیں پڑھایا کرے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔(سننِ کبریٰ بیہقی ۲/٤۹٥)

فائدہ: علامہ ابن الترکمانی "الجوہر النقی" میں لکھتے ہیں کہ ظاہر تو یہ ہے کہ اس سند کا ضعف ابوسعد بقال کی وجہ سے ہے، جو متکلم فیہ راوی ہے، لیکن مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں (جو اُوپر ذکر کی گئی ہے) اس کا متابع موجود ہے، جس سے اس کے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔(ذیل سننِ کبریٰ ۲/٤۹٥)

٦:... شتیر بن شکل، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ ٢/٤٩٦، قیام اللیل: ٩١، طبع جدید ١٥٧:)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کر کے کہا ہے کہ "وفی ذٰلک قوّۃ" (اور اس میں قوّت ہے)، پھر اس کی تائید میں انہوں نے عبدالرحمن سلمی کا اثر ذکر کیا ہے جو اُوپر گزر چکا ہے۔

٧:... ابوالخصیب کہتے ہیں کہ سعید بن غفلہ ہمیں رمضان میں نماز پڑھاتے تھے، پس پانچ ترویحے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ ٢/٤٩٦)

قال النیموی: واسنادہ حسن۔ (آثار السنن ٢/٥٥ طبع ہند)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کا شمار کبار تابعین میں ہے، انہوں نے زمانہ جاہلیت پایا اور آپ ﷺ کی حیات میں اسلام لائے لیکن آپ ﷺ کی زیارت نہیں کی، کیونکہ مدینہ طیبہ اس دن پہنچے جس دن آپ ﷺ کی تدفین ہوئی، اس لئے صحابیت کے شرف سے مشرف نہ ہو سکے، بعد میں کوفہ میں رہائش اختیار کی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاص اصحاب میں تھے، ٨٠ھ میں ایک سو تیس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ (تقریب التہذیب ١/٣٤١)

٨:... حارث، رمضان میں لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رُکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ ٢/٣٩٣)

٩:... قیام اللیل میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ، سعید بن الحسن اور عمران العبدی سے نقل کیا ہے کہ وہ بیس راتیں بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے اور آخری عشرہ میں ایک ترویحہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ (قیام اللیل ص: ٩٢، طبع جدید ١٥٨)

حارث، عبدالرحمن بن ابی بکرہ (متوفی ٩٦ھ)، اور سعید بن ابی الحسن (متوفی ١٠٨ھ) تینوں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

۱۰:...ابوالبختری بھی بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۱۱:... علی بن ربیعہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں تھے، بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۱۲:...ابن ابی ملیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) بھی بیس تراویح پڑھاتے تھے۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۱۳:... حضرت عطا(متوفی ۱۱٤ھ)فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو وتر سمیت ۲۳رکعتیں پڑھتے ہوئے پایاہے۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۱٤:... موطاامام مالک میں عبدالرحمن بن ہرمزالاعرج (متوفی ۱۱۷ھ) کی روایت ہے کہ میں نے لوگوں کواس حالت میں پایاہے کہ وہ رمضان میں کفار پر لعنت کرتے تھے اور قاری آٹھ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تھا، اگر وہ بارہ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تو لوگ یہ محسوس کرتے کہ اس نے قرأت میں تخفیف کی ہے۔(موطاامام مالک:۹۹)

اس روایت سے مقصود تو تراویح میں طولِ قرأت کا بیان ہے، لیکن روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف آٹھ رکعات پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت جاری کی، ہمیشہ بیس یا زائد تراویح پڑھی جاتی تھیں، البتہ ایامِ حرہ (٦٣ھ) کے قریب اہلِ مدینہ نے ہر ترویحہ کے درمیان چار رکعتوں کا اضافہ کرلیا، اس لئے وہ وتر سمیت اکتالیس رکعتیں پڑھتے تھے، اور بعض دیگر تابعین بھی عشرۂ اخیرہ میں اضافہ کرلیتے تھے، بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کے دور میں بیس رکعات سے کم تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تھا۔

تراویح ائمہ اربعہ کے نزدیک

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں، امام مالک رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں، ایک بیس کی اور دُوسری چھتیس کی، لیکن مالکی مذہب کے متون میں بیس ہی کی روایت کو اختیار کیا گیا ہے، فقہِ حنفی کے حوالے تو مشہور و معروف ہیں، دُوسرے مذاہب کی مستند کتابوں کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

فقہِ مالکی:

● قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی (متوفی ۵۹۵ھ) بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

رمضان میں کتنی رکعات پڑھنا مختار ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک نے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور داؤد نے وتر کے علاوہ بیس رکعات کو اختیار کیا ہے، اور ابنِ قاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ تین وتر اور چھتیس رکعات تراویح کو پسند فرماتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد ۱/۱۵٦، مکتبہ علمیہ لاہور)

● مختصر خلیل کے شارح علامہ شیخ احمد الدردیر المالکی (متوفی ۱۲۰۱ھ) لکھتے ہیں:

تراویح، وتر سمیت ۲۳ رکعتیں ہیں، جیسا کہ اسی کے مطابق (صحابہ و تابعین کا) عمل تھا، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں وتر کے علاوہ چھتیس کر دی گئیں، لیکن جس تعداد پر سلف و خلف کا عمل ہمیشہ جاری رہا وہ اوّل ہے (یعنی بیس تراویح اور تین وتر)۔

(شرح الکبیر الدردیر مع حاشیۃ الدسوقی ۱/۳۱۵)

فقہِ شافعی:

● امام محی الدین نووی (متوفی ٦٧٦ھ) المجموع شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

رکعاتِ تراویح کی تعداد میں علماء کے مذاہب کا بیان، ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں،

دس سلاموں کے ساتھ، علاوہ وتر کے، یہ پانچ ترویحے ہوئے، ایک ترویحہ چار رکعات کا دو سلاموں کے ساتھ، امام ابو حنیفہ اوران کے اصحاب، امام احمد اور امام داؤد وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور قاضی عیاض نے اسے جمہور علماء سے نقل کیا ہے، نقل کیا گیا ہے کہ اسود بن یزید اکتالیس تراویح اور سات وتر پڑھا کرتے تھے، اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تراویح نو ترویحے ہیں، اور یہ وتر کے علاوہ چھتیس رکعتیں ہوئیں۔ (مجموع شرح مہذب ۳۲/٤)

فقہِ حنبلی:

● حافظ ابنِ قدامہ المقدسی الحنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) المغنی میں لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار ہیں، امام ثوری، ابو حنیفہ اور شافعی بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام مالک چھتیس کے قائل ہیں۔

(مغنی ابنِ قدامہ ۱/۷۹۸، ۷۹۹، مع الشرح الکبیر)

خاتمہ بحث، چند ضروری فوائد:

مسک الختام کے طور پر چند فوائد گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، تاکہ بیس تراویح کی اہمیت ذہن نشین ہو سکے۔

ا:... بیس تراویح سنتِ مؤکدہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیس تراویح جاری کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر نکیر نہ کرنا، اور عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک شرقاً وغرباً بیس تراویح کا مسلسل زیرِ تعامل رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں داخل ہے، لقولہ تعالیٰ: ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم (اللہ تعالیٰ خلفائے راشدین کے لئے ان کے اس دین کو قرار و تمکین بخشیں گے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمالیا ہے)۔

الاختیار شرح المختار میں ہے:

اسد بن عمرو، امام ابویوسف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تراویح سنتِ موکدہ ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا، نہ وہ کوئی بدعت ایجاد کرنے والے تھے، انہوں نے جو حکم دیا وہ کسی اصل کی بنا پر تھا جو ان کے پاس موجود تھی، اور حضور اکرم ﷺ کے کسی عہد پر مبنی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنت جاری کی اور لوگوں کو اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا، پس انہوں نے تراویح کی جماعت کرائی، اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود تھے، حضرات عثمان، علی، ابنِ مسعود، عباس، ابنِ عباس، طلحہ، زبیر، معاذ اُبیّ اور دیگر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین سب موجود تھے، مگر ایک نے بھی اس کو رَدّ نہیں کیا، بلکہ سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت کی اور اس کا حکم دیا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ۱/۶۸، الشیخ الامام ابی الفضل مجد الدین عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی، متوفی ۶۸۳ھ)

۲:... خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کے بارے میں وصیتِ نبوی:

اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ بیس تراویح تین خلفائے راشدین کی سنت ہے اور سنتِ خلفائے راشدین کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

جو شخص تم میں سے میرے بعد جیتا رہا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا، پس میری سنت کو اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوط تھام لو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، اور نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۳۰)۔

اس حدیث پاک سے سنتِ خلفائے راشدین کی پیروی کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اور یہ کہ اس کی مخالفت بدعت و گمراہی ہے۔

۳:... ائمہ اربعہ کے مذاہب سے خروج جائز نہیں:

اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ ائمہ اربعہ کم سے کم بیس تراویح کے قائل ہیں، ائمہ اربعہ کے مذہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے، اور مذاہبِ اربعہ سے خروج، سوادِ اعظم سے خروج ہے، مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ "عقد الجید" میں لکھتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سوادِ اعظم کی پیروی کرو! اور جبکہ ان مذاہبِ اربعہ کے سوا باقی مذاہبِ حقہ مٹ چکے ہیں تو ان کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہوگا، اور ان سے خروج سوادِ اعظم سے خروج ہوگا۔

(رواہ ابن ماجہ من حدیث انس، کما فی مشکوٰۃ ص:۳۰، وتمامہ: فانہ من شذ شذ فی النار۔ عقد الجید ص:۳۷ مطبوعہ ترکیہ)

٤:... بیس تراویح کی حکمت:

حکمائے اُمت نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیس تراویح کی حکمتیں بھی ارشاد فرمائی ہیں، یہاں تین اکابر کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں:

ا:...البحر الرائق میں شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی (متوفی ٩٥٦ھ) سے نقل کیا ہے:

تراویح کے بیس رکعات ہونے میں حکمت یہ ہے کہ سنن، فرائض وواجبات کی تکمیل کے لئے مشروع ہوئی ہیں، اور فرائض پنج گانہ وتر سمیت بیس رکعات ہیں۔ لہٰذا تراویح بھی بیس رکعات ہوئیں، تاکہ مکمل اور مکمل کے درمیان مساوات ہوجائے۔ (البحر الرائق ۷۲/۲)

۲:...علامہ منصور بن یونس حنبلی (متوفی ١٠٤٦ھ) کشف القناع میں لکھتے ہیں:

بیس تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سننِ مؤکدہ دس ہیں، پس رمضان میں ان کو دوچند کردیا گیا، کیونکہ وہ محنت وریاضت کا وقت ہے۔

(کشف القناع عن متن الاقناع ۳۹۲/۱)

۳:... حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس امر کو ذکر کرتے ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کی بیس رکعتیں قرار دیں، اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں:

یہ اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے محسنین کے لئے (صلوۃ اللیل کی) گیارہ رکعتیں پورے سال میں مشروع فرمائی ہیں، پس ان کا فیصلہ یہ ہوا کہ رمضان المبارک میں جب مسلمان تشبہ بالملکوت کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد رکھتا ہے تو اس کا حصہ سال بھر کی رکعتوں کے دوگنا سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج: ۲ ص: ۱۸)۔

نماز تراویح کے چند اہم احکام:

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ قیام رمضان (یعنی نماز تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن تاکید کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی حکم نہیں دیا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی صحیح اعتقاد کے ساتھ حصول ثواب کے لئے (یعنی ریاء و نمائش کے جذبہ کے ساتھ نہیں بلکہ محض اللہ جل شانہ کی رضاء و خوشنودی کے لئے رمضان میں قیام کرتا ہے، اس کے لئے پہلے گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے وفات پائی اور قیام رمضان کا معاملہ اسی طرح رہا (یعنی نماز تراویح کے لئے جماعت مقرر نہیں تھی بلکہ جو جانتا تھا حصول ثواب کے لئے پڑھ لیتا تھا) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی صورت رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی ایام میں بھی یہی معمول رہا، پھر حضرت عمر نے نماز تراویح کے لئے جماعت کا حکم دیا اور اس کا التزام کیا۔ (صحیح مسلم)۔

فائدہ: ماہ رمضان میں قیام سے مراد ہے اس بابرکت مہینے کی مقدس راتوں کو عبادت الٰہی کے لئے یعنی نماز تراویح اور تلاوت قرآن وغیرہ کے لئے جاگتے رہنا۔

نماز تراویح کے چند اہم احکام یہ ہیں:

1-رمضان میں نماز تراویح مرد وعورت دونوں کے لئے سنت موکدہ ہے۔

2- جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے تو چھوڑ دی جائے۔

3- نماز تراویح روزے کی تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، ان کے لئے بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے، اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔

4- نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے، اگر کوئی عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کچھ سہو ہو گیا جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اسے عشاء کی نماز کے بعد تراویح کا اعادہ بھی کرنا چاہیے۔

5-اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے، اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے، ہاں! جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس آدمی کے لئے بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ہو جائے گا، جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

6-اگر کوئی مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو اور اس درمیان میں تراویح کی جو رکعتیں ہو جائیں ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھ لے۔

7- مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، ہاں! اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے یا ان کو بہت ناگوار ہو گا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ باقی الم ترکیف سے آخر کی دس سورتیں پڑھ دی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت پھر جب

دس رکعتیں ہو جائیں تو انہیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

8-ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھا جائے تاوقتیکہ کہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

9-ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کہ لوگ شوقین ہوں کہ انہیں گراں نہ گذرے اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

10-تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ {بسم اللہ الرحمن الرحیم} بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے، اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے، اگرچہ کسی سورت کا جز نہیں، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہو گا۔

11-تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے، اگرچہ قرآن مجید مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے مثلاً پندرہ روز میں یا بیس روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو بقیہ پندرہ یا دس روز میں تراویح کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔

12- صحیح یہ ہے کہ تراویح میں قل ہو اللہ کا تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آجکل دستور ہے مکروہ ہے۔

13-نماز تراویح کی نیت اس طرح کی جائے کہ

{ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیْ رَکَعَتَیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ سُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی عَلَیْہ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ}

میں دو رکعت نماز تراویح پڑھنے کی نیت کرتا ہوں جو حضور اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

14-نماز تراویح پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو دیگر نمازوں کا ہے۔

(مستفاد از مظاہر حق)۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں:

تہجد اور تراویح سے متعلق آمدہ تمام احادیث و آثار کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ

شریعت کی نظر میں تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، دونوں کو ایک قرار دینا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ:

1- تہجد کی مشروعیت ابتداء اسلام میں بطور فرض ہوئی تھی، چنانچہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ان کے پاؤں میں نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا، لیکن پھر اس کی فرضیت کا حکم ختم ہوگیا اور نفلی حیثیت برقرار رہی، سنن ابی داؤد کی درج ذیل حدیث اس پر روشنی ڈالتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

{حدثنی عن قیام اللیل قالت: ألست تقرأ یٰأیہا المزمل، قال: قلت بلی، قالت: فإن أول ہٰذہ السورة نزلت، فقام أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی انتفخت أقدامہم وحبس خاتمتہا في السماء اثني عشر شہراً ثم نزل اٰخرہا فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فریضة (سنن أبي داؤد ١۔١٩٠)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ پہلے ہی سے رمضان اور غیر رمضان ہر زمانہ میں تہجد کا استحباب ثابت ہو چکا تھا، اور شوقین حضرات اس پر عامل بھی تھے، یہ ہجرت سے پہلے کی بات ہے، بعد میں جب ہجرت کے بعد رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے امت کو قیام رمضان یعنی تراویح کی مشروعیت کی بھی اطلاع دی، چنانچہ فرمایا:

{إن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسَنَنتُ لکم قیامہ (سنن النسائي، الصیام)

(ذکر اختلاف یحییٰ بن أبي کثیر ١۔٣٠٨ رقم: ٢٢٠٦ دار الفکر بیروت، السنن الکبریٰ للنسائي ٣۔١٢٩ رقم: ٢٥٣١، سنن ابن ماجة ١۔٩٤ النسخة الہندیة، مسند أحمد ٢۔٣٠٧ رقم: ١٦٦١)

اب غور فرمایئے کہ اگر "سَنَنتُ لکم قیامہ" سے بھی تہجد ہی مراد لی جائے، تو یہ قول بالکل بے معنی ہوگا، کیونکہ تہجد تو پہلے ہی سے نفل ہونے کی حیثیت سے مشروع چلی آرہی ہے، پھر اس کی سنیت کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ اب آپ نے تہجد کے علاوہ کوئی اور عبادت مسنون قرار دی ہے، وہی

تراویح ہے، جس کو ''قیام رمضان'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۳٦۷)

2- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں آٹھ رکعت نماز تہجد کا ذکر ہے، وہ محقق علماء کی نظر میں نماز تہجد پر محمول ہے، حدیث یہ ہے:

{ ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة الخ (صحيح البخاري ١۔١٥٤ رقم: ١١٤٧)

حدیث کے الفاظ خود بتلا رہے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس نماز پر ہے، جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہو اور وہ تہجد ہے، تراویح نہیں ہے، اگر اس سے نماز تراویح مراد لی جائے اور اس کی رکعتیں صرف آٹھ قرار دی جائیں؟ (جیسا کہ اہل حدیث حضرات کہتے ہیں) تو یہ بات خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان صریح احادیث کے خلاف ہو گی جن میں کہا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادات انجام دیا کرتے تھے، بہر حال حدیثِ عائشہ تہجد پر محمول ہے، لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا، کہ آپ نے رمضان کی راتوں میں تہجد کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھی ہی نہ ہو، بلکہ تراویح کے ساتھ تہجد کی نماز بھی مقررہ تعداد میں پڑھتے رہنے میں کوئی استبعاد نہیں ہے، جیسا کہ دیگر روایات سے ثابت ہے۔

3- حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں تین رات آپ ﷺ کا جماعت سے نماز پڑھانا مذکور ہے، وہ اہل تحقیق کے نزدیک تراویح پر ہی محمول ہے، اگر یہ تہجد کی نماز ہوتی تو آپ ﷺ چوتھے دن یہ ارشاد نہ فرماتے کہ إنی خشيت أن تفرض عليكم (سنن أبی داؤد ١۔١٩٥)

کیونکہ تہجد کی فرضیت تو پہلے ہی منسوخ ہو چکی تھی، اب اس کی فرضیت کا خطرہ نہ تھا، معلوم ہوا کہ یہ دوسری نماز (تہجد کے علاوہ) تھی، جس کی فرضیت کا خطرہ تھا وہ تراویح ہے، اسی بات کو دیکھتے ہوئے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس سنت کا باجماعت اہتمام فرمایا، کیونکہ اب آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی فرضیت کا خطرہ باقی نہ رہا تھا۔

(روایات کے لئے ملاحظہ کریں؛

• سنن أبي داؤد ا؍ ۱۹۵ رقم: ۱۳۷۳، سنن النسائي ا؍ ۲۳۸)

• صحیح البخاري / باب فضل من قام رمضان رقم: ۲۰۱۰، فتح الباری ۵؍ ۳۱٤-۳۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

4- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تیسرے دن سحری کے وقت تک آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا سحری کے وقت خدام کو جلدی کھانا لانے کا حکم کرنا۔

نیز حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں صبح تک حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے نماز تراویح پڑھانے کا ذکر ہے) سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہیں، اس لئے کہ تہجد اخیر شب کی نماز کو کہا جاتا ہے، جو عموماً نیند سے بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اب اس خاص وقت میں جو بھی نفل نماز پڑھی جائے گی اس سے تہجد کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے، اس لئے کہ مقصود حاصل ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے نماز کسوف کے ساتھ نماز چاشت کی نیت بھی کر لی جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۳۷٦)

علاوہ ازیں علامہ شامی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو نماز بھی تہجد کے وقت میں ادا کی جائے گی اس سے تہجد کا ثواب مل جائے گا، فرماتے ہیں:

{قلت والظاہر أن تقییدہ بالتطوع بناء علی الغالب وأنہ یحصل بأي صلاۃ کانت۔ (شامي ۲؍ ۲٤ کراچی)

لیکن اس تداخل سے تراویح اور تہجد دونوں نمازوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔

5- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت سے بھی تراویح اور تہجد کا الگ الگ ہونا

معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

{عن قيس بن طلق قال: زارنا أبي طلق بن علي في يوم من رمضان فأمسى بنا وقام بنا تلك الليلة وأوتر بنا، ثم انحدر إلى مسجد فصلى بأصحابه حتى بقي الوتر، ثم قدم رجلاً فقال: أوتر بهم۔ (سنن النسائي ١۔٢٤٧)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے الگ الگ اوقات میں تراویح اور تہجد کی نمازیں پڑھیں، اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ وتر کا حکم الگ سے مستقلاً ایک مرتبہ پڑھنے کا ہے، وہ تراویح یا تہجد کے تابع نہیں ہے، اس لئے اسے مشابہت اور اتحاد کا معیار نہیں بنایا جاسکتا۔

6- حضراتِ فقہاء نے احادیثِ شریفہ سے استنباط کرتے ہوئے نماز تراویح کو "قیام رمضان" کے نام سے معنون فرمایا ہے، کیونکہ احادیث میں "سننت لكم قيامه" یا "من قام رمضان إيماناً واحتساباً الخ" جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

{وإنما اختار ہٰذه اللفظة أعني قيام شهر رمضان اتباعاً لحديث أبي هريرة رضي الله عنه الذي أخرجه الجماعة أنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب الناس في قيام رمضان من غير أن يأمر فيه بعزيمة، فيقول: من قام رمضان الخ۔ (عيني شرح الهداية ١۔٨٦٦)

اور تہجد کے لئے صلوٰۃ اللیل کے الفاظ وارد ہیں، أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل ثم غير خاف أن صلاة الليل المحثوث عليها هي التهجد۔ (شامی ۲۔ ٤٦٧ زکریا، شامی ۲۔ ٢٤ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مستفاد از کتاب النوازل جلد چہارم)

تراویح کی نماز سے متعلق چند مسائل

1-روزہ اور تراویح کا باہمی تعلق:

● رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دن کی عبادت روزہ ہے اور رات کی عبادت تراویح ہے، حدیث شریف میں دونوں کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

{جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعاً}(مشکوٰة ص:۱۷۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس میں رات کے قیام کو نفلی عبادت بنایا ہے، اس لئے دونوں عبادتیں الگ الگ ہیں اور دونوں کرنا ضروری ہیں، روزہ فرض ہے اور تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، البتہ تراویح مستقل عبادت ہے، یہ نہیں کہ جو روزہ رکھے وہی تراویح پڑھے۔(فتاوی یوسفی)

2-تراویح کی جماعت:

● رمضان المبارک میں مسجد میں تراویح کی نماز ہونا سنتِ کفایہ ہے، اگر کوئی مسجد تراویح کی جماعت سے خالی رہے گی تو سارے محلے والے گناہگار ہوں گے۔(فتاوی یوسفی)

3-تراویح کے لئے دُوسری مسجد میں جانا:

● نماز خواہ کوئی بھی ہو، محلہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے، البتہ اگر کسی کے دوسری جگہ نماز پڑھنے کے باوجود محلہ کی جماعت باقی رہے اور یہ مسجد جماعتِ تراویح سے محروم نہ ہو، نیز اپنی کسی سہولت یا امام کے زیادہ متقی اور اچھے ہونے یا قرآن کے زیادہ حصہ کی تلاوت کرنے کی وجہ سے دوسری مسجد میں تراویح کی نماز ادا کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔(کتاب الفتاوی)

● اگر اپنے محلے کی مسجد میں قرآن مجید ختم نہ ہوتا ہو یا امام قرآن مجید غلط پڑھتا ہو تو تراویح کے لئے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دُوسری جگہ جانا جائز ہے۔(فتاوی یوسفی)

● اسی طرح اگر کسی ضرورت کی وجہ سے دس پندرہ روزہ تراویح پڑھنی ہو اور اپنے محلہ کی مسجد میں اس کا اہتمام نہ ہو تب بھی دُوسری جگہ جانا جائز ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ اپنی مسجد میں تراویح پڑھے۔

4-تراویح کے دوران وقفہ:

نمازِ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی تھیں، مستحب ہے، لیکن اگر اتنی دیر بیٹھنے میں لوگوں کو تنگی ہو تو کم وقفہ کیا جائے۔(فتاوی یوسفی)

5-ہر چار رکعات ایک ترویحہ ہے اور مجموعہ تراویح ایک نماز ہے:

● ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک نماز کے ہے، اسلئے اس کے ختم پر دعاء مانگتے ہیں، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعا، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت نہیں، اس سے احتیاط کریں۔(فتاوی محمودیہ)

6-تراویح، عشاء کی نماز کے تابع ہے:

● جو شخص ایسے وقت آئے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو، اس کو لازم ہے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتِ مؤکدہ پڑھ لے، بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو، تراویح کی نماز عشاء کے تابع ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے فرض نماز کے بعد کی سنتیں کوئی شخص پہلے پڑھ لے تو ان کا لوٹانا ضروری ہوگا تاہم تراویح کی قضا نہیں۔ (فتاوی یوسفی)

● اگر کوئی تراویح میں تاخیر سے آیا تو پہلے عشاء کی نماز پڑھے، پھر امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو جائے، اور جب امام وتر پڑھائے تو وتر جماعت کے ساتھ پہلے پڑھ لے، بعد میں باقی ماندہ تراویح پڑھے۔(فتاوی یوسفی)

7-تراویح کا وقت اور قضا:

● تراویح کا وقت، عشاء کا وقت ہے یعنی صبحِ صادق تک اس کا وقت باقی رہتا ہے، اگر کوئی کسی مجبوری

کی وجہ سے رات بارہ بجے کے بعد عشاء کی نماز پڑھے تو اس کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے، کیونکہ ابھی عشاء کا وقت باقی ہے، البتہ اگر کوئی شخص صبحِ صادق سے پہلے تراویح نہیں پڑھ سکا اور اس کی تراویح قضا ہو گئی، تو اب اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ تراویح کی قضا نہیں۔ (فتاوی یوسفی)

8-تراویح سے قبل وتر پڑھنا:

● وتر تراویح کے بعد پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر پہلے پڑھ لے تب بھی دُرست ہے۔

● رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے البتہ اگر تنہا پڑھ لے تب بھی جائز ہے۔ (فتاوی یوسفی)

9-اکیلے تراویح ادا کرنا:

● اگر کسی عذر کی وجہ سے تراویح باجماعت نہیں پڑھ سکتا تو تنہا پڑھ لے، کوئی حرج نہیں، اور تنہا وتر پڑھنے والے کے لئے وتر آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے اور جہراً بھی۔ (فتاوی یوسفی)

10-چار تراویح کے بعد وقفہ میں پڑھی جانے والی دعا:

● تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد عام رکعتوں کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے، اس وقفے میں کوئی خاص ذکر واجب یا مسنون نہیں ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس میں چاہے کچھ تسبیحات پڑھ لے، چاہے الگ نفلیں پڑھے اور چاہے تو خاموش رہے اور مشائخ کا معمول یہ ہے کہ اس میں یہ تسبیح پڑھتے ہیں:

{سبحان ذی الملک و الملکوت، سبحان ذی العزة و العظمة و القدرة و الکبریاء و الجبروت، سبحان الملک الحی الذی لا یموت، سبوح قدوس رب الملائکة و الروح لا اله الا الله نستغفر الله نسالک الجنة و نعوذبک من النار}

(کذا فی رد المحتار من القهستانی)

یہ تسبیح امام کو بھی اور مقتدی دونوں کو آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئے۔ (فتاوی عثمانی)

11-چار تراویح پر دعا:

● حضور اکرم ﷺ نے اس وجہ سے کہ احکام شریعت کے نزول کا سلسلہ جاری ہے، کہیں نماز تراویح امت پر واجب نہ قرار دیدی جائے، جو آئندہ امت کے لئے باعث مشقت ہو، اہتمام کے ساتھ روزانہ تراویح کی نماز نہیں پڑھائی، چنانچہ احادیث میں کیفیت تراویح کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی اور ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی خاص ان کلمات کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا ثبوت نہیں جن کو عام طور پر چار رکعت کے وقفہ میں پڑھا جاتا ہے، بلکہ بعض لوگ تسبیح پڑھ لیتے، بعض کوئی اور ذکر کر لیتے، اہل مدینہ کا معمول ہر ترویحہ کے بعد چار رکعت نفل پڑھنے کا تھا جبکہ اہل مکہ اس وقفہ میں طواف کر لیتے یا دو رکعت نفل پڑھ لیتے تھے، چنانچہ فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ دو ترویحہ (چار رکعت) کے درمیان کوئی ذکر یا دعا متعین نہیں، چاہے تو کچھ تسبیح پڑھ لیں یا خاموش بیٹھے رہیں، پھر تسبیح میں کیا کلمات پڑھے جائیں؟ اس کی بھی تعیین نہیں، ویسے تسبیح کے جو کلمات عام طور پر پڑھے جاتے ہیں، وہ متفرق طور پر اور دوسرے مواقع پر حدیث سے ثابت ہیں، اس لئے انہیں پڑھ لینے میں بھی حرج نہیں، جہاں تک اجتماعی طور پر پڑھنے کی بات ہے، تو جیسے ہی سلام پھیرا گیا جماعتی عمل ختم ہو گیا، اب ہر شخص کو انفرادی طور پر ذکر کرنا جائز ہے، اس لئے تسبیحات بھی انفرادی طور پر پڑھنی چاہئیں، خواہ تسبیح کے یہ کلمات پڑھیں یا کچھ اور، یا تسبیح کے بجائے ذکر و دعا کریں۔ {کذا فی الفتاوی الہندیۃ: ۱۱۵/۱، بدائع الصنائع: ۶۴۸/۱، البحر الرائق: ۱۲۲/۲} (کتاب الفتاوی)

12-ختم قرآن کا صحیح طریقہ:

● قرآن شریف سورۃ الناس پر ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی حافظ سورۃ الناس آخری رکعت میں پڑھے اور سورۃ البقرہ شروع نہ کریں تو یہ دُرست ہے، لیکن جو حفاظِ کرام سورۃ الناس کے بعد بیسویں رکعت میں سورۃ البقرہ شروع کر دیتے ہیں یا اُنیسویں رکعت میں سورۃ البقرہ اور بیسویں رکعت میں سورہ والصافات کی آخری دُعائیہ آیات پڑھتے ہیں تو اگر اس طریقہ کو وہ لازمی نہیں سمجھتے ہیں تو اس طرح سے ختمِ قرآن کرنے میں کوئی حرج

نہیں، بلکہ سورۃ الناس کے بعد سورۃ البقرہ شروع کرنے میں اس بات کی طرف لطیف سا اشارہ ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں تسلسل ہونا چاہیئے، اور حدیث شریف میں اس کی تعریف آتی ہے کہ آدمی قرآنِ کریم ختم کرکے دوبارہ شروع کردے، اس لئے یہ بہتر ہے کہ ایک قرآن ختم کرکے فوراً دوسرا قرآن شروع کردیا جائے، البتہ اس طریقہ کو اگر لازمی سمجھا جائے تو دُرست نہیں۔ (فتاوی عثمانی)

13- تراویح بیٹھ کر پڑھنا:

● تراویح بغیر عذر کے بیٹھ کر نہیں پڑھنی چاہیئے، یہ خلافِ استحباب ہے، اور ثواب بھی آدھا ملے گا۔ (فتاوی یوسفی)

14- رُکوع تک الگ بیٹھے رہنا:

● تراویح میں بعض نمازی یونہی پیچھے بیٹھے یا ٹہلتے رہتے ہیں، اور جیسے ہی حافظ رُکوع میں جاتا ہے تو یہ لوگ جلدی جلدی نیت باندھ کر نماز میں شریک ہوجاتے ہیں، تو واضح رہے کہ تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید سننا ضروری اور سنتِ مؤکدہ ہے، جو لوگ امام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے، ان سے اتنا حصہ قرآنِ کریم کا فوت ہوجاتا ہے، اس لئے یہ لوگ نہ صرف ایک ثواب سے محروم رہتے ہیں، بلکہ نہایت مکروہ فعل کے مرتکب ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا یہ فعل قرآنِ کریم سے اعراض کے مشابہ ہے۔ (فتاوی یوسفی)

15- تراویح سے پہلے وتر:

● تراویح سے پہلے ہی وتر پڑھ لی جائے تب بھی تراویح اور وتر کی نمازیں ادا ہوجائیں گی لیکن بہتر ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ (کتاب الفتاوی)۔

تراویح کی امامت سے متعلق مسائل

16-تراویح کے امام کی شرائط:

● جو شرائط پانچ وقت کی نمازوں کی امامت کے لیے ہیں، وہی تراویح کی امامت کے لیے بھی ہیں، یعنی امام صحیح العقیدہ باشرع ہونا چاہیے، مسائل طہارت و نماز سے واقف ہونا چاہیے، اسی طرح ڈاڑھی رکھنا اسلامی شعار ہے، آپ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے، اس کا کتروانا موجب فسق و گناہ ہے، اس لئے جو حافظ ڈاڑھی کترواتا ہو، یا خلاف سنت ڈاڑھی رکھتا ہو، اس کی امامت مکروہ ہے، ایسے حافظ کے پیچھے تراویح نہ پڑھنی چاہیے، صرف رمضان سے پہلے ڈاڑھی کٹوانا چھوڑ دینا کافی نہیں، ہاں! سچی توبہ کر کے ڈاڑھی کٹوانا چھوڑ دے اور اس کی ڈاڑھی ایک مشت ہو جائے تو اب امامت کرا سکتا ہے۔ (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

● تراویح کی امامت کے لئے وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں کی امامت کے لئے ہیں، اس لئے حافظ کا متبعِ سنت ہونا ضروری ہے، داڑھی منڈانے یا کترانے والے کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے، اسی طرح معاوضہ لے کر تراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح جائز نہیں، اس کے بجائے مختصر تراویح (الم ترکیف کے ساتھ) پڑھ لینا بہتر ہے۔ (فتاوی یوسفی)

17-اجرت لے کر تراویح پڑھانے والے کی اقتداء:

● اُجرت لے کر تراویح پڑھانا جائز نہیں، اور ایسے حافظ کے پیچھے تراویح مکروہِ تحریمی ہے، اس کے بجائے الم ترکیف کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔ (فتاوی یوسفی)

● جس علاقے میں حفاظ کو اُجرت دینے کا رواج ہو، وہاں ہدیہ بھی اُجرت ہی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اگر کچھ نہ دیا جائے تو لوگ اس کا برا مناتے ہوں، وہاں تراویح سنانے والے کو ہدیہ لینے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (فتاوی یوسفی)

● اجرت پر تراویح پڑھانے کے لئے کسی حافظ سے معاملہ کرنا قطعاً ناجائز ہے، اور اگر کسی مسجد میں ایسا حافظ موجود ہو جو بلا اجرت نماز پڑھا دے اور لوگ بھی اس سے خوش ہوں تو بلا وجہ باہر سے اجرت پر کسی حافظ کو

بلانا بالکل درست نہیں۔(فتاوی عثمانی)

● تراویح سنانے پر اجرت لینا ناجائز ہے، اگر کسی نے یہ رقم لے لی ہے تو اس کو اس کے اصل مالکوں کو واپس کرنا ضروری ہے، جن جن لوگوں تک پہنچانا وسعت میں ہو، ان کو پہنچایا جائے یا ان سے معاف کرایا جائے، اور جہاں وسعت سے باہر ہو، اس کے لئے توبہ واستغفار کیا جائے، البتہ اگر حافظ صاحب کو کوئی نمازی اپنی طرف سے کچھ رقم ہدیہ دیدے اور لینے والے حافظ صاحب کا اشراف (دل کا سوال) بھی نہ ہو تو وہ رقم اجرت نہیں ہے بلکہ ہدیہ ہے جس کا وصول کرنا جائز ہے۔(فتاوی عثمانی)

● تراویح پر اجرت طے کر کے لینا بھی حرام ہے اور اگر زبانی طور پر طے نہ کیا جائے لیکن عرف ورواج ایسا ہو کہ زبانی طے کئے بغیر بھی لینا دینا طے سمجھا جاتا ہو تو اس صورت میں بھی ناجائز ہے، البتہ اگر نہ زبانی طے کیا ہو، نہ عرفاً طے سمجھا جاتا ہو نہ حافظ کے دل میں تراویح پڑھانے کا محرک یہ ہو کہ کچھ ملے گا، اس کے بعد مسجد والے اپنی خوشی سے کچھ دے دیں تو لینے کی گنجائش ہے۔(فتاوی عثمانی)

18- تیز رفتار حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا:

● تراویح کی نماز میں عام نمازوں کی نسبت ذرا تیز پڑھنے کا معمول تو ہے، مگر ایسا تیز پڑھنا کہ الفاظ صحیح طور پر ادا نہ ہوں، اور سننے والوں کو سوائے یعلمون تعلمون کے کچھ سمجھ نہ آئے، حرام ہے، ایسے حافظ کے بجائے الم ترکیف سے تراویح پڑھ لینا بہتر ہے۔(فتاوی یوسفی)

19- داڑھی منڈوانے والے کو امام بنانا:

جو شخص داڑھی منڈاتا یا کتراتا ہو ایسے شخص کو باختیار خود امام بنانا جائز نہیں اور صالح ومتدین امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی کوشش ضروری ہے، تاہم اس کی اقتداء نہ کرنے کی صورت میں جماعت بالکل فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا انفراداً نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تراویح میں بھی ایسے شخص کو امام بنانا جائز

نہیں، اگر اور کوئی مہیا نہ ہو تو "الم تر کیف" سے پڑھ لینا بہتر ہے۔(فتاوی عثمانی)البتہ اگر کسی نے داڑھی منڈانے والے یا کترانے والے کی امامت میں تراویح پڑھ لی تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔

20-وتر میں شافعی امام کے پیچھے حنفی مقتدی کی اقتداء کرنا:

● شافعی امام کے پیچھے حنفی مقتدی کی اقتداء چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱) حنفی کے مذہب کے مطابق شافعی کی نماز میں کوئی مفسدِ نماز فعل نہ ہو۔

۲) حنفی مقتدی کو یقین ہو کہ شافعی امام جائز و ناجائز کے اہم مختلف فیہ مسائل میں احتیاط سے کام لیتا ہے، مثلاً بہتے ہوئے خون کے نکلنے سے وضو کر لیتا ہے، اور اگر اسے اس کا یقین ہو کہ امام احتیاط نہیں کرتا تو نماز صحیح نہ ہو گی، اور اگر اسے اس سلسلہ میں کچھ معلوم نہیں کہ احتیاط کرتا ہے یا نہیں تو نماز مکروہ ہو گی۔

۳) وتر میں اقتداء کرنے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تین رکعتوں کو دو سلاموں کے ساتھ نہ پڑھے (جیسا کہ ان کا مذہب ہے) اور اس میں مقتدی کو اپنا قنوت "اللھم انا نستعینک الخ" رکوع کے بعد پڑھنا چاہئے، پہلے نہیں، کیونکہ شافعی امام بھی رکوع کے بعد پڑھے گا، اور اس مسئلہ میں اس کی متابعت کرنا ضروری ہے، اگر شافعی امام وتر کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھتا ہے تو حنفی مقتدی اس کے پیچھے نہ پڑھے یا بعد میں لوٹا لے۔

تنبیہ: جو شرط ہمارے یہاں شافعی کے پیچھے اقتداء میں ہے کہ کوئی مفسد نماز لازم نہ آئے وہی شرط شافعی حضرات کے یہاں حنفی کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے۔(فتاوی عثمانی)

21-نابالغ کے پیچھے نمازِ تراویح:

● راجح اور درست قول یہی ہے کہ تراویح میں بھی نابالغ، بالغ نمازیوں کی امامت نہیں کر سکتا، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے اور کوئی چیز اپنے سے کمتر کو شامل ہو سکتی ہے نہ کہ اپنے سے برتر کو جبکہ صورتِ مسئلہ میں نابالغ کی نماز نفل ہونے

کے باجود کم درجہ کی ہے اور بالغوں کی نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اس کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاوی سے بھی ہوتی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے امامت نہیں کر سکتا، لا یؤم الغلام حتی یحتلم۔ (کتاب الفتاوی)

● اگر نابالغ لڑکے رمضان المبارک آنے سے پہلے احتلام شروع ہو جائے تو اس کو امام بنا کر اس کے پیچھے تراویح پڑھنا درست ہو گا ورنہ نہیں۔ (فتاوی محمودیہ)

● اگر لڑکا بالغ ہے تب تو اس کے پیچھے فرض اور تراویح سب نمازیں صحیح ہیں، اگر وہ نابالغ ہے، تو اس کے پیچھے نہ فرض نماز صحیح ہے، نہ تراویح، فرض اور تراویح سب قسم کی نماز کی امامت کیلئے مفتی بہ قول پر بلوغ شرط ہے اور بلوغت کے بارے میں خود لڑکے کا قول معتبر ہو گا، قرآن شریف بھول جانے کے خوف سے نابالغ کا تراویح پڑھانا درست نہیں، البتہ اگر نابالغ لڑکے کے سب مقتدی بھی نابالغ ہوں تو امامت درست ہو گی۔ (فتاوی محمودیہ)

22- بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا:

● اگر کوئی حافظ صاحب عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پڑھانے پر قادر نہ ہوں تو ان کو بیٹھ کر بھی نماز پڑھانا شرعاً درست ہے، اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ اگر ان سے بہتر امامت کے لائق یا کم از کم ان کے ہم رتبہ کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو نماز کھڑا ہو کر فرض وہ پڑھادے اور حافظ صاحب بدرجہ مجبوری میں تراویح پڑھادیں۔ (فتاوی محمودیہ)

23- کمزور حافظ قرآن کا تراویح میں امامت کرنا:

● جس حافظ کو قرآن کریم یاد نہیں ہے، اس کو تراویح کے لئے امام نہ بنایا جائے بلکہ جس کو یاد ہو، اس کو امام بنایا جائے، اتفاقاً کہیں غلطی ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ (فتاوی محمودیہ)۔

تراویح میں قرات سے متعلق مسائل

24- تراویح میں قراءت کی مقدار:

● تراویح میں کم از کم ایک قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے، لہٰذا اتنا پڑھا جائے کہ ۲۹/رمضان کو قرآنِ کریم پورا ہو جائے۔ (فتاوی یوسفی)

● کم سے کم اتنا قرآن پڑھنا بہتر ہے کہ مہینہ بھر میں ایک قرآن مکمل ہو جائے، اس سے زیادہ قرآن کا پڑھنا مقتدیوں کی بشاشت پر موقوف ہے، مقتدی بشاشت اور نشاط کے ساتھ جتنا قرآن سن سکیں، اتنا ہی قرآن سنانا چاہئے، یوں جہاں تک نماز تراویح ادا ہو جانے کی بات ہے تو اس میں جو حکم اور نمازوں کا ہے، وہی حکم نماز تراویح کا بھی ہے، یعنی سورہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں کم سے کم تین چھوٹی آیتیں، یا تین چھوٹی آیت کے بقدر ایک بڑی آیت پڑھ لی جائے، تو نماز تراویح ہو جائے گی۔ (کتاب الفتاوی)

25- بھولی ہوئی آیات کا دُہرانا:

● بسا اوقات حافظ سے دوران تلاوت بیچ میں کچھ آیتیں رہ جاتی ہیں، ایسی صورت میں پورا لوٹانا افضل ہے اور صرف اتنی آیتوں کا بھی پڑھ لینا بھی جائز ہے۔ (فتاوی یوسفی)

26- خلافِ ترتیب سورتیں پڑھنا:

● نماز میں سورتوں کو قصداً خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، مگر اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا، اور اگر بھول کر خلافِ ترتیب پڑھ لے تو کراہت بھی نہیں۔ (فتاوی یوسفی)

27- بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا:

● تراویح میں کسی سورۃ کے شروع میں ایک مرتبہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی آیت بھی بلند آواز سے پڑھ دینی چاہئے، کیونکہ یہ قرآنِ کریم کی ایک مستقل آیت ہے، اگر اس کو جہراً نہ پڑھا گیا تو مقتدیوں کا قرآنِ کریم کا سماع پورا نہیں ہوگا۔(فتاوی یوسفی)

28- سورہ اخلاص کو تین بار پڑھنا:

تراویح میں "قل ھو اللہ" تین بار پڑھنا جائز ہے، مگر بہتر نہیں، تاکہ اس کو سنتِ لازمہ نہ بنالیا جائے۔(فتاوی یوسفی)

● جماعت کی نماز میں کسی آیت یا سورت کو بار بار پڑھنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اور آج کل تراویح میں سورۂ اخلاص کو تین بار پڑھنے کا جو التزام کر لیا گیا ہے کہ اسے سنت سمجھتے ہیں، اس سے اس کے بدعت ہونے کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا اس عمل سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔(فتاوی عثمانی)

29- قرآن دیکھ کر پڑھنا:

تراویح میں قرآن مجید دیکھ دیکھ کر پڑھنا صحیح نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح ہاتھ میں قرآن لے کر سننا بھی غلط ہے، بہتر یہ ہے کسی حافظ کو سامع بنادے۔(فتاوی یوسفی)

30- مساجد میں مختصر تراویح (الم تر) کی اجازت کی شرعی نوعیت:

● تراویح میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، اور یہ جو فقہاء نے لکھا ہے کہ جب مقتدیوں پر طویل قرأت ثقیل ہو، اس وقت چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھنی چاہئے، یہ بالکل مجبوری کی صورت میں ہے، یہ مجبوری ہمارے زمانے میں ایسی نہیں ہو کہ اس کی بناء پر مسجدوں میں اس سنت کو ترک کر دیا جائے، بلکہ تمام مساجد میں قرآن کریم ختم ہوتا ہے اور مقتدی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں، لہٰذا اس سنت کو مساجد میں بغیر مجبوری

کے ترک نہ کرنا چاہئے، بالخصوص جبکہ قرآن کریم سنانے کے لئے حافظ موجود ہو تو چاہئے کہ تراویح اس سے پڑھوائی جائے اور "الم ترکیف" سے پڑھنے پر اصرار نہ کیا جائے، معاملہ دین کا ہے اس میں خواہ مخواہ انتشار پیدا کرنا درست نہیں۔ (فتاوی عثمانی)

31- بچے کو سامع بنانا:

● سمجھدار بچے کو سامع بنا کر پہلی صف میں کھڑا کرنے کی ضرورۃً گنجائش ہے، البتہ اس بچے سے اگر کبھی غلطی ہو جائے تو درگذر کرنا اور فہمائش کرنا چاہیے۔

32- تراویح میں ثناء اور تعوذ:

● تراویح کی نماز میں بھی ہر دو رکعت کے شروع میں ثناء، تعوذ اور بسم اللہ پڑھنے کا وہی حکم ہے جو دوسری نمازوں میں ہے، اس لئے عجلت کی وجہ سے ان کا چھوڑ دینا، اسی طرح رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے درمیان کے وقفہ کو اتنی جلدی ادا کرنا کہ طمانیت کے ساتھ یہ ادا نہ ہو پائیں درست نہیں ہے، علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ نے ان سب کو نماز تراویح کے منکرات میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الفتاوی)

33- تراویح کی بعض رکعتیں طویل اور بعض مختصر:

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تمام ترویحات میں قرآن برابر پڑھا جائے، البتہ ایک میں زیادہ اور ایک میں کم پڑھنے میں بھی قباحت نہیں، بشرطیکہ نمازیوں کو اس سے بوجھ نہ ہوتا ہو، الأفضل تعدیل القراءۃ بین التسلیمات فان خالف فلا بأس بہ (کتاب الفتاوی)۔

خواتین کی تراویح سے متعلق مسائل

34- تراویح کی نماز عورتوں پر بھی سنت ہے:

● تراویح سنت ہے، اور تراویح کی نماز جیسے مردوں کے ذمہ ہے، ایسے ہی عورتوں کے ذمہ بھی ہے، مگر اکثر عورتیں اس میں کوتاہی اور غفلت کرتی ہیں، یہ بہت بُری بات ہے۔(فتاوی یوسفی)

● تراویح کی نماز کا حکم عورتوں کے لیے بھی وہی ہے جو مردوں کے لیے ہے، عورتیں بھی اگر تراویح کو بلا عذر ترک کردیں، تو ترکِ سنت کا گناہ ہوگا، اگر دس سورتیں یاد ہوں تو پہلی دس رکعت میں ان سورتوں کو پڑھ جائے، پھر اگلی دس رکعت میں دوبارہ ان ہی سورتوں کو پڑھے، یا ایک رکعت میں کوئی ایک سورت اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتی جائے۔(کتاب الفتاوی)

35- عورتوں کا مسجد میں جانا:

● بعض مساجد میں عورتوں کے لئے بھی نماز تراویح اور درس قرآن کا انتظام ہوتا ہے، تو اگر وہاں مکمل شرعی پردہ کا اہتمام ہو اور آمد ورفت کے دوران فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور اس جانے کی وجہ سے گھر والوں کی حق تلفی بھی نہ ہوتی ہے تو اس درس قرآن سننے کی نیت سے جانا جائز ہے، اس کے ضمن میں اگر وہاں تراویح پڑھ لیں تو گنجائش ہے، تاہم فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے فقہاء کرام نے عورتوں کا نماز کے لئے مسجد میں جانا مکروہ لکھا ہے کہ ان کا اپنے گھر پر نماز پڑھنا مسجد میں قرآن مجید سننے کی بہ نسبت افضل ہے۔

● عورتوں کا مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے، اور اس سے کوئی نماز مستثنیٰ نہیں، خاص طور سے مردوں کی تلاوت قرآن سننے کا مقصد موجودہ حالات میں زیادہ تر حسن صوت ہوتا ہے جو اور زیادہ موجب فتنہ ہے۔(فتاوی عثمانی)

36- عورتوں کا تراویح پڑھنے کا طریقہ:

● اگر کوئی حافظ محرَم ہو تو اس سے گھر پر قرآنِ کریم سن لیں، اور نا محرَم ہو تو پسِ پردہ رہ کر سن لیا جائے، اگر گھر پر حافظ کا انتظام نہ ہو سکے تو الم ترکیف سے تراویح پڑھ لیں۔(فتاوی یوسفی)

37- عورت کا تراویح میں امامت کرنا:

● عورتوں کی جماعت مکروہِ تحریمی ہے، اگر عورتیں کرائیں توامام آگے کھڑی نہ ہو، جیسا کہ امام کا مصلیٰ الگ ہوتا ہے، بلکہ صف ہی میں ذرا کو آگے ہو کر کھڑی ہو، اور عورت تراویح سنائے تو کسی مرد کو (خواہ اس کا محرَم ہو) اس کی نماز میں شریک ہونا جائز نہیں۔ (فتاوی یوسفی)

● خواتین گھر میں جمع ہو کر کسی خاتون کی اقتداء میں تراویح پڑھ لیں، تو دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

ایک یہ کہ آواز اتنی بلند نہ ہو کہ غیر محرم مردوں تک پہونچے۔

دوسرے اتنی دور سے نہ آتی ہوں کہ فتنہ یعنی راستہ میں چھیڑ چھاڑ یا بدنگاہی وغیرہ کا اندیشہ ہو، مگر اس کے باوجود ان کے لیے تنہا نماز تراویح پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے۔

البتہ اس صورت میں امامت کرنے والی عورت صف سے آگے کھڑی ہونے کے بجائے پہلی صف کے وسط میں کھڑی ہوگی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معمول منقول ہے، وہ رمضان المبارک کے مہینہ میں خواتین کی امامت فرمایا کرتی تھیں، اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (کتاب الفتاوی)

● خواتین کے لئے تراویح کی جماعتوں کا اہتمام ایسا عمل نہیں ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ فتنہ کا اندیشہ دو وجوہ سے پیدا ہوتا ہے، ایک تو دور دور سے خواتین کا آنا، دوسرے نماز پڑھانے والی حافظہ کی آواز، اس لئے اگر گھر کی خواتین یا پڑوس کی خواتین ایسے محفوظ گھر میں جمع ہو جائیں جہاں پردہ کا پورا اہتمام ہو اور دور سے آنا نہ پڑے، نیز امامت کرنے والی حافظہ خاتون قرآن ایسی معتدل آواز میں پڑھے کہ آواز نماز میں شریک ہونے والی خواتین تک محدود رہے، غیر محرموں تک نہ پہنچے، تو اس کی گنجائش ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ) سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند) کی بھی یہی رائے ہے، چنانچہ اپنے ایک تفصیلی فتوی کے اخیر میں فرماتے ہیں:

اگر اتنی بڑی جماعت کی امامت ہو، جس میں آواز معتاد آواز سے زائد ہو تو تمام قیود و شرائط کے باوجود

مکروہ تحریمی وناجائز ہوگا۔

اگرماہِ رمضان میں حافظہ قرآن عورتوں کی چھوٹی جماعت جس میں آواز معتاد کے اندر اندر رہے اور تمام قیود وشرائط کے اندر رہے اور عورت صف سے صرف چار انگل آگے رہے تو ''الأمور بمقاصدھا'' کے تحت یہ فعل جائز رہے گا۔(کتاب الفتاوی)۔

بچوں کو روزہ رکھوانا اور روزہ کشائی کی تقریب کا حکم:

● بعض مسلم ممالک میں یہ خوبی دیکھی گئی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں میں روزہ رکھنے کی عادت ڈالنے کیلئے ان سے روزہ رکھواتے ہیں، اور جو بچے مکمل نہیں رکھ سکتے تو ان کی آدھے دن بعد افطاری کروادی جاتی ہے۔

شریعت مطہرہ کا حکم بھی یہی ہے کہ بچوں کو ان کی استطاعت کے مطابق روزہ رکھنے کی عادت ڈلوائی جائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے بچوں کو روزہ رکھوائے جانے کا ذکر ملتا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ عاشورہ (دس محرم) کی صبح حضور اکرم ﷺ نے انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے، وہ فرماتی ہیں کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے، انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے، جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔(بخاری 1/79)

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ نابالغ بچوں پر نہ تو ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائے اور نہ ہی بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے، سات سال کی عمر سے عادت ڈلوائی جائے اور دس سال کی عمر تک پابند بنانے کی کوشش کی جائے، تاکہ بالغ ہونے پر دشوار نہ ہو، نابالغ بچہ اگر روزہ توڑ دے تو اسکی قضا رکھوانا ضروری نہیں، البتہ بچوں کا پہلا روزہ کھلوائی جسے ہمارے عرف میں روزہ کشائی کہا جاتا ہے، کے موقع پر رسومات سے اجتناب کیا جائے، ہاں! بچہ کی خوشی اور حوصلہ افزائی کیلئے والدین خود سے کوئی چیز بطورِ انعام دیدیں اور اس کو ضروری نہ سمجھیں تو اس

میں کوئی حرج بھی معلوم نہیں ہوتا۔

نابالغ بچوں کے روزہ رکھنے کی عمر:

● بچہ سے روزہ رکھوانا تاکہ اس کی عادت بن جائے اور بلوغت کے بعد اس پر روزہ رکھنا دشوار نہ ہو جبکہ بچہ روزہ رکھنے کی طاقت بھی رکھتا ہو، یہ جائز اور محمود ہے بلکہ والدین اس پر مامور ہیں کہ اپنی اولاد کو نیکی کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں، البتہ اگر بچے سے روزہ نام ونمود اور ریاکاری کیلئے رکھوایا جاتا ہے تو اس نیت سے رکھوانا جائز نہیں۔

بچہ پر روزہ کس عمر میں فرض ہے:

● حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم فى المضاجع۔(ابی داؤد ۱/۷۱)

درمختار (۱/۳۵۲) کی عبارت ہے:

والصوم كالصلاة على الصحيح كمافى صوم القهستانى معزيا للزاهدى

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ اور نماز کا ایک ہی حکم ہے، لہٰذا سات سال سے لے کر دس سال تک کے بچوں سے روزہ رکھوانا چاہیئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور اگر وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کے ترک پر ان کی بطور تادیب پٹائی کرو، چنانچہ اگر بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسکو روزے کا کہا جائے اور دس سال کی عمر میں اس پر روزہ رکھوانے میں سختی کی جائے تاکہ بچہ روزہ رکھنے کا عادی ہو جائے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب اس بچہ میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اگر طاقت نہ ہو تو اسے روزہ رکھنے پر مجبور نہ کیا جائے، تاہم بلوغت کے بعد روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔

بچوں کی روزہ کشائی کی تقریب:

● اگر روزہ کشائی کی تقریب اسراف اور قرض ادھار لئے بغیر اس غرض سے ہو کہ جو لوگ آئیں گے،

ان کو ترغیب ہو گی کہ وہ بھی اپنے بچوں کو روزہ رکھوائیں اور دوسرے بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت پڑ جائے تو اس میں ثواب کی امید ہے، البتہ اگر اس سے دکھلاوا مقصود ہو تو اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (مستفاد از نجم الفتاوی جلد سوم)

● اگر روزہ کشائی سے مراد لوگوں کو افطار کرانا ہے تو شرعاً یہ جائز ہے بشرطیکہ کسی محظور شرعی کا ارتکاب نہ ہو اور حسن نیت کے ساتھ ہو تو باعث اجر بھی ہے لیکن اگر افطار کا پروگرام ویڈیو گرافی اور دوسری خرافات پر مشتمل ہو تو یہ ناجائز ہے، نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہے۔ (فتاوی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

● روزہ میں مشقت زیادہ ہوتی ہے، بچہ کا دل بڑھانے کے لئے نیز شکریہ کے طور پر اگر نسبتاً افطاری میں کچھ زیادتی کرلی جائے تو بظاہر گنجائش ہوتی ہے، دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کا پتہ نہیں چلتا، البتہ ریا اور نمود یا فخر ہو یا وسعت سے زیادہ قرض وغیرہ لیکر اہتمام کیا جائے تو یہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے، ایسی حالت میں شرکت کرنا بھی منع ہے۔ (فتاوی محمودیہ)

● روزہ میں بچے سے تحصیل علم کی محنت کم لی جائے اور اس کو نماز، روزہ، تلاوت کا عادی بنایا جائے تاکہ بچہ متقی پرہیز گار بنے۔ (روزہ کے مسائل کاانسائیکلوپیڈیا)

اعتکاف کے فضائل:

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ (بخاری)

● ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ایک دن کا اِعتکاف بھی اللہ کی رَضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تَعالٰی شَانُہ اُس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں، جن کی مسافَت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافَت سے زیادہ چوڑی ہوتی ہے۔ (طبرانی وترغیب)

● ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اِعتکاف کرے اُس کو دو حج اور دو عُمروں کا اجر

ہے،اور جو شخص مسجدِ جماعت میں مغرب سے عشاء تک اِعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے، حق تعالی شانہ اُس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔(کَشفُ الغُمَّۃ)

فائدہ: اعتکاف کے لغوی معنی ہیں "ایک جگہ ٹھہرنا" اور "کسی مکان میں بند رہنا" اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔

▪ معتکف کا اپنی اعتکاف کی جگہ یعنی حدود مسجد سے نکلنا ممنوع ہے، اگر نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، ہاں! شرعی ضرورت ہو مثلاً جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا ہو تو جائز ہے، یا طبعی ضرورت ہو، مثلاً پیشاب، پاخانہ کے لئے جانے کی ضرورت ہو تو نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

▪ اعتکاف کے لئے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل ہو اور جنابت اور حیض و نفاس سے پاک و صاف ہو، رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ اِعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے، اِس مہینے میں تمام مہینے کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وِصال ہوا ہے اُس سال بیس روز کا اِعتکاف فرمایا تھا، لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرے ہی کے اِعتکاف کی رہی ہے، اِس لیے عُلَماء کے نزدیک سُنَّتِ مؤکدہ وہی ہے، حدیثِ بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اِس اِعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے، اور حقیقت میں اِعتکاف اِس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اِعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

▪ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر کسی علاقے میں ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔(در مختار)

اعتکاف کی تین اقسام:

1- اعتکاف واجب: اعتکاف کے لئے زبان سے نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے خواہ فی الحال ہو

جیسے کہ کوئی کہے میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف لازم کرتا ہوں اور خواہ معلق ہو جیسے کوئی کہے کہ میں یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا کام ہو جائے گا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔

2-اعتکاف سنت: رمضان کے آخری عشرہ میں سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

3-اعتکاف مستحب: رمضان کے آخری عشرہ کے علاوہ اور کسی زمانہ میں خواہ رمضان کا پہلا عشرہ ہو یا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو۔

اعتکاف مستحب کے لئے زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی بھی نیت کرلے تو جائز ہے، اسی طرح کم سے کم مدت کے بارے میں بھی امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں کوئی مقدار متعین نہیں ہے، دن و رات کے کسی بھی حصہ میں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مدت کے لئے اعتکاف کی نیت کی جاسکتی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے اور حنفیہ کے یہاں اسی قول پر فتویٰ ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہو خواہ نماز کے لئے یا اور کسی مقصد کے لئے تو اس طرح اعتکاف کی نیت کرلے کہ میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک کہ مسجد میں ہوں، اسی طرح بغیر کسی مشقت و محنت کے دن میں کئی مرتبہ اعتکاف کی سعادت وفضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اعتکاف کے برکات:

● حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیوں کا سلسلہ تمام نیکی کرنے والوں کی مانند جاری رہتا ہے۔(ابن ماجہ)۔

فائدہ: گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، یعنی جو شخص اعلی اور نیک مقاصد (مثلا اعتکاف کی نیت) کے لئے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ اکثر گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بعض حضرات نے حدیث بالا کے ذیل میں فرمایا ہے کہ جو شخص اعتکاف کی حالت میں ہوتا ہے اور وہ

اس اعتکاف کی وجہ سے جن نیک اعمال مثلاً عبادت اور نماز جنازہ وغیرہ سے باز رہتا ہے تو اس کے لئے ان نیک اعمال کے ثواب کا سلسلہ جاری کر دیا جاتا ہے جس طرح ان نیکیوں کے کرنے والوں کے لئے جاری ہوتا ہے، اعتکاف کی برکات میں سے یہ بھی ہے کہ معتکف کا دل امور دنیا کی غلاظت سے پاک رہتا ہے، وہ اپنا نفس اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے، مسلسل عبادت اور خانہ خدا میں رہتا ہے، اللہ کا قرب اسے بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے اور رحمت الٰہی اس پر نازل ہوتی رہتی ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قلعہ اور اس کی پناہ میں رہتا ہے کہ شیطان کے مکر و فریب سے بچا رہتا ہے، معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر پڑ جائے اور اپنی درخواست و حاجت پیش کرتا رہے، اسی طرح معتکف بھی گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ اے میرے مولیٰ، اے میرے پروردگار! میں تیرے دروازے پر پڑا رہوں گا، یہاں سے اس وقت تک ٹلوں گا نہیں جب تک کہ تو میری بخشش نہیں کرے گا، میرے مقاصد پورے نہیں کرے گا اور میرے دینی و دنیاوی غم و آلام دور نہیں کرے گا۔(مستفاد از مظاہر حق)۔

اعتکاف کا مقصود:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اِعتکاف کا مقصود اور اُس کی رُوح، دِل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے، کہ سب طرف سے ہٹ کر اُسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے، اور ساری مشغولیوں کے بدلے میں اُسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے، اور اُس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جائے کہ خِیالات، تفکُّرات، سب کی جگہ اُس کا پاک ذکر، اُس کی محبت سَما جاوے، حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلے اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جائے، کہ یہ اُنس قبر کی وَحشت میں کام دے، کہ اُس دن اللہ کی پاک ذات کے سِوا نہ کوئی مونِس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اُس کے ساتھ مانُوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر لذّت سے وَقت گزرے گا!!

صاحبِ ''مراقِی الفلَاح'' کہتے ہیں کہ اِعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اَفضل ترین اعمال میں سے ہے، اِس کی خُصُوصِیَّتیں بے شمار ہیں کہ اُس میں قَلب کو دُنیا و مافِیہا سے یکسو کر لینا ہے، اور نفس کو مولیٰ کے سپرد

کر دینااور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے۔

اعتکاف کا مقام:

مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ الحرام (مکہ مکرمہ) ہے، پھر مسجد نبوی (مدینہ مُنوَّرہ) ہے، پھر مسجدِ بیت المُقدَّس ہے، اس کے بعد جامع مسجد ہے، پھر اپنی مسجد ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اِعتکاف کرے اُس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، صاحبین رحمہا اللہ کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے، اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو، عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اِعتکاف کرنا چاہیئے، اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے مُتعیَّن نہ ہو تو کسی کونے کو اِس کے لئے مخصوص کرلے، عورتوں کے لئے اِعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سَہَل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے گھر کے کام کاج بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اِس کے باوجود عورتیں اِس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔ (مستفاد از فضائل رمضان)

اعتکاف کے آداب اور شرائط:

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے اور میں آپ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کر دیتی نیز آپ ﷺ حاجتِ انسانی کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ اگر معتکف اپنا کوئی عضو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کے لئے کنگھی کرنا جائز ہے، اسی طرح معتکف کے لئے مسجد میں حجامت بنوانی جائز ہے بشرطیکہ بال وغیرہ مسجد میں نہ گریں۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر معتکف اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد کے اندر کسی برتن میں دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو۔

حاجت کی تین قسمیں ہیں:

حاجت شرعیہ، حاجت طبعیہ اور حاجت ضروریہ

1-حاجت شرعیہ جیسے نماز جمعہ، عیدین اور اذان یعنی اگر اذان کہنے کی جگہ مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانا بھی حاجت کے ضمن میں آتا ہے، ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔

2-حاجت طبعیہ جیسے پاخانہ پیشاب اور غسل جنابت یعنی احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنا۔

3-حاجت ضروریہ یعنی ایسی ضرورت پیش آگئی جس کی وجہ سے مسجد و معتکَف چھوڑنا پڑے مثلاً مسجد میں آگ لگ گئی وغیرہ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر معتکف بغیر حاجت وضرورت کے ایک منٹ بھی معتکَف سے نکلا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

حاجت کے لئے نکلنے کے چند اہم مسائل:

▪ نماز جمعہ کے لئے اپنے معتکف سے زوال آفتاب کے وقت نکلے یا اگر جامع مسجد دور ہو تو ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر جمعہ کی نماز تحیۃ المسجد جمعہ کی سنت کے ساتھ پڑھ سکے، نماز کے بعد کی سنت پڑھنے کے جامع مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے زیادہ وقت کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرے گا تو اگرچہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

▪ اگر کسی معتکف کے پاس خادم و ملازم وغیرہ نہ ہو تو کھانا کھانے یا کھانا لانے کے لئے گھر جانا بھی ضرورت میں داخل ہے۔

▪ اگر مسجد گرنے لگے، یا کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکالے اور معتکف اسی وقت اپنے معتکف سے نکل کر فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اس کا اعتکاف استحساناً فاسد نہیں ہوگا (بدائع)

● ایسے ہی اگر کوئی معتکف جان یا مال کے خوف سے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے تو اس کا اعتکاف

فاسد نہیں ہو گا۔

▪ کوئی معتکف پیشاب و پاخانہ یا اپنی کسی دوسری طبعی و شرعی ضرورت کے تحت معتکف سے باہر نکلا اور وہاں اس کو قرض خواہ مل گیا جس نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روک لیا تو حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہو گا۔

▪ کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو یا کوئی آگ میں جل رہا ہو اور معتکف اسے بچانے کے لئے باہر نکلے یا جہاد کے لئے جب کہ نفیر عام ہو اور یا گواہی و شہادت دینے کے لئے اپنا معتکف چھوڑ کر باہر آجائے تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا غرضیکہ طبعی یا شرعی حاجت و ضرورت کے تحت مذکورہ بالا جو عذر بیان کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اگر کوئی معتکف ایک منٹ کے لئے بھی باہر نکلے، اگرچہ اس کا نکلنا سہواہی کیوں نہ ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صاحبین کے ہاں اتنی آسانی ہے کہ اس کا اعتکاف اسی وقت فاسد ہو گا جب کہ وہ دن کا اکثر حصہ باہر نکلا رہے۔

فتاوی یوسفی میں ہے کہ:

مسجد کی خاص جگہ جو اِعتکاف کے لئے تجویز کی گئی ہو اس میں مقید رہنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ پوری مسجد میں جہاں چاہے دن کو یا رات کو بیٹھ سکتا ہے اور سو سکتا ہے، ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کی نیت سے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے کہ کبھی استنجا وغیرہ کے تقاضے سے باہر جائے تو وضو کے بجائے دو چار لوٹے پانی کے بدن پر ڈال لے، معتکف کو ضروری تقاضوں کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں ٹھہرنا چاہئے، بغیر ضرورت کے اگر گھڑی بھر بھی باہر رہا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اِعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور صاحبین کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، حضرت امام صاحب کے قول میں احتیاط ہے، اور صاحبین کے قول میں وسعت اور گنجائش ہے۔

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے یہ سنت (یعنی ضروری) ہے

کہ وہ نہ تو (بالقصد اور ٹھہر کر) مریض کی عیادت کرے اور نہ مسجد سے باہر مطلقاً نماز جنازہ میں شریک ہو نیز نہ عورت سے صحبت کرے، نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ علاوہ ضروریات کے مثلاً پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے باہر نکلے اور روزہ اعتکاف کے لئے ضروری ہے اور اعتکاف مسجد جامع ہی میں صحیح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: مباشرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جو جماع کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں جیسے بوسہ لینا، بدن سے لپٹانا اور اسی قسم کی دوسری حرکات لہٰذا ہم بستری اور مباشرت معتکف کے لئے حرام ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بستری سے اعتکاف باطل بھی ہو جاتا ہے خواہ عمداً کی جائے یا سہواً اور خواہ دن میں ہو یا رات میں، جب کہ مباشرت (بدن سے ملانا) سے اعتکاف اسی وقت باطل ہو گا جب کہ انزال ہو جائے گا اگر انزال نہیں ہو گا تو اعتکاف باطل نہیں ہو گا۔

معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے اسی طرح خرید و فروخت بھی جائز ہے بشرطیکہ اشیاء خرید و فروخت مسجد میں نہ لائی جائیں کیونکہ اشیاء خرید و فروخت کو مسجد میں لانا مکروہ تحریمی ہے نیز یہ کہ معتکف خرید و فروخت صرف اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے کرے گا تو جائز ہو گا اور اگر تجارت وغیرہ کے لئے کرے گا تو جائز نہیں ہو گا، یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسجد میں خرید و فروخت غیر معتکف کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے جب کہ معتکف مکمل خاموشی کو عبادت جانتا ہو، ہاں! اگر بری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت نیک کام، حدیث و تفسیر اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین عظام کے سوانح پر مشتمل کتابیں یا دوسرے دینی رسائل مطالعہ کرے، اللہ تعالیٰ کے ذکر یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں اپنے اوقات صرف کر دے۔

- چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ہے، مباح کلام و گفتگو بھی بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت کے

تحت ہو تو وہ خیر میں داخل ہے، مسجد میں بے ضرورت کلام کرنا حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔(فتح القدیر)

▪ حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، اعتکاف بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوتا۔

فتاوی عثمانی میں لکھا ہے کہ:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف جو مسنون ہے، اس کے لئے روزہ شرط ہے، لہٰذا جس روز روزہ افطار کیا، اس دن سے اعتکاف ٹوٹ گیا، ایک دن کے اعتکاف کی قضاء واجب ہے۔

{لما فی رد المحتار(٢/ ١٣٠) ومقتضی ذلک ان الصوم شرط ایضا فی الاعتکاف المسنون، لانه مقدار بالعشر الأخیر ،حتی لو اعتکفه بلا صوم لمرض أو سفر ینبغی أن لایصح عنه۔۔۔وسکتوا عن بیان حکم المسنون لظهور انه لایکون الا بالصوم عادة}

▪ مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں چنانچہ حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اعتکاف اسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہوں، صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے، اگر مسجد جامع سے جمعہ مسجد مراد لی جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اعتکاف اس مسجد میں افضل ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو۔

فتاوی یوسفی میں لکھا ہے کہ:

جامع مسجد میں اِعتکاف کرنا بہتر ہے تاکہ جمعہ کے لئے مسجد چھوڑ کر جانا نہ پڑے اور اگر دُوسری مسجد میں اِعتکاف کرے تو جامع مسجد اتنی دیر پہلے جائے کہ خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور سنتیں پڑھ سکے، اور جمعہ سے فارغ ہو کر فوراً اپنی اِعتکاف والی مسجد میں آجائے، جامع مسجد میں زیادہ دیر نہ ٹھہرے، لیکن اگر وہاں زیادہ دیر ٹھہر گیا تب بھی اِعتکاف فاسد نہیں ہو گا۔(مستفاد از مظاہر حق، فتاوی یوسفی و فتاوی عثمانی)

حضور اکرم ﷺ کا معتکف:

● حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ ﷺ کے لئے مسجد نبوی میں ستون توبہ (جس کا دوسرا نام ستون ابولبابہ بھی ہے) کے آگے یا پیچھے آپ کا بچھونا بچھایا جاتا تھا یا آپ ﷺ کی چارپائی رکھ دی جاتی تھی۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: ستون توبہ، مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کا نام ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک صحابی حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک تقصیر ہو گئی تھی جس کی بناء پر انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا اور کئی دن تک اسی طرح بندھے رہے، اس کے بعد جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو اس ستون سے کھولا۔

اعتکاف کی ابتداء:

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھتے اس کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے (ابوداؤد و ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی اعتکاف کی ابتداء تو دن کے آخر حصہ یعنی غروب آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے، حضور اکرم ﷺ اعتکاف کی نیت کے ساتھ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں آ جاتے تھے، رات بھر مسجد میں رہتے، عبادت میں مشغول رہتے، اس کے بعد جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے اس حصہ میں داخل ہو جاتے جو بوریئے وغیرہ سے گھیر کر ایک حجرہ کی شکل میں بنا دیا جاتا تھا تاکہ لوگوں سے الگ رہیں، لہٰذا آپ ﷺ کے اعتکاف کی ابتداء تو مغرب کے وقت ہی سے ہوتی تھی اور معتکف میں صبح کو داخل ہوتے تھے، فقہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مہینہ یا عشرہ وغیرہ کا اعتکاف کرے تو اعتکاف کی ابتداء دن کے آخر حصہ یعنی غروب آفتاب سے پہلے کرے اور اعتکاف کے آخری دن غروب آفتاب کے بعد اعتکاف سے باہر آئے۔

اِعتکاف میں چادریں لگانا:

● حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (رمضان میں) مسجد میں بوریئے کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتیں اس میں (تراویح کے علاوہ نفل) نماز پڑھی الخ (بخاری و مسلم)

فائدہ: حضور اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں اعتکاف کے لئے بوریئے کا ایک حجرہ سا بنالیا تھا، اسی میں آپ ﷺ رمضان کی بابرکت اور مقدس ساعتوں میں عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بوریئے کا یا اسی قسم کی کسی دوسری چیز کا معتکف بنا لینا جائز ہے لیکن اپنی حاجت و ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکی جائے ورنہ تو بصورت دیگر حرام ہوگا کیونکہ زیادہ جگہ گھیرنے سے دوسرے نمازیوں کو تنگی ہوگی بشرطیکہ جگہ ایسی ہو جس کی لوگوں کو احتیاج اور ضرورت ہو اگرچہ کبھی کبھی ہی ضرورت ہو، ہاں! اگر کوئی آدمی قرینے سے جانتا ہو کہ اگر لوگ بہت تعداد میں بھی مسجد میں آجائیں گے تب بھی معتکف کے لئے گھیری ہوئی جگہ کی انہیں احتیاج نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ضرورت سے زیادہ بھی جگہ گھیر لینا حرام نہیں ہوگا، اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ایام حج میں مسجد حرام کے اندر لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنا حرام ہے۔ (مستفاد از مظاہر حق)

اعتکاف میں چادریں معتکف کی تنہائی و یکسوئی اور آرام وغیرہ کے لئے لگائی جاتی ہیں، ورنہ اِعتکاف ان کے بغیر بھی ہو جاتا ہے۔ (فتاوی یوسفی)

رمضان کی خصوصی عبادت، قرآن کریم کا دور:

● حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تمام لوگوں میں خیر و بھلائی کے معاملہ میں بہت سخی تھے اور خصوصا رمضان میں تو بہت سخاوت کرتے تھے، رمضان کی ہر شب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ ان کے سامنے تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کے وقت آپ ﷺ کی سخاوت ہوا کے جھونکوں سے بھی بڑھ

جاتی تھی۔(بخاری و مسلم)

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر سال ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے قرآن کریم پڑھا جاتا تھا یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھتے تھے لیکن جس سال کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے آپ کے سامنے دو مرتبہ قرآن کریم پڑھا گیا، اسی طرح آپ ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال کہ آپ کا وصال ہوا آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔(بخاری و مسلم)

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا کرتے تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھتے تھے مگر ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ایک مرتبہ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے تلاوت فرماتے ہوں گے جیسا کہ دو حافظ دور کرتے (آپس میں ایک دوسرے کو قرآن سناتے ہیں) گویا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قرآن کا دور کرنا بھی سنت ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں خلاف معمول دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا اور بیس دن اعتکاف میں گزارے کیونکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت قریب تھا اور منزل شوق سامنے! پھر وہ عشق کی ساری بے تابیاں اور وصالِ محبوب کا شوق، کچھ اور فزوں کیوں نہ ہو جاتا!

اعتکاف مسنون کی تلافی اور قضا:

● حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک سال غالباً کسی عذر کی بناء پر آپ نے اعتکاف نہیں کیا جب دوسرا سال آیا تو آپ ﷺ نے اس رمضان میں بیس دن اعتکاف کیا(ترمذی، ابوداؤد)

فائدہ: سابق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی

کے آخری سال میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔

▪ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر سنت مؤکدہ فوت ہو جائیں تو ان کی بھی قضا کی جائے جیسا کہ فرائض کی قضا کی جاتی ہے لیکن اس بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ تشبیہ صرف قضا کے بارے میں ہے ورنہ تو فرائض کی قضا بھی فرض ہے اور سنن مؤکدہ کی قضا سنت ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔

▪ عارف باللہ مرشدی حضرت واصف منظور صاحب نور اللہ مرقدہ، حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ عارفی رحمہ اللہ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک ہوتی ہے قضا اور ایک ہوتی ہے تلافی، قضا تو فرائض کی ہوتی ہے اور تلافی معمولات کی ہوتی ہے، اس لئے اگر کبھی مسنون اعمال کسی عذر سے رہ جائیں تو اس کی تلافی کر لی جائے، حضرت عارفی رحمہ اللہ ایک موقعہ پر مصروفیت کی وجہ سے اوابین نہ پڑھ سکے تو بعد میں ان کی تلافی کی، مقربین بارگاہ کے یہی معمولات ہیں جو ان کو قرب خداوندی کا مقام دلاتے ہیں!

اعتکاف کی قضا:

● ایک موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اعتکاف کا خیمہ لگوایا تو بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی مسجد میں خیمہ لگوائے، آپ ﷺ نے خیمے ہٹوا دیئے اور آپ ﷺ نے اپنا خیمہ بھی کھولنے کا حکم فرمایا تو وہ کھول دیا گیا اور رمضان کے مہینے میں اعتکاف چھوڑ دیا یہاں تک کہ شوال کے ابتدائی عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ (مسلم)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا ہے کہ مسنون اعتکاف کی قضاء لازم ہے چنانچہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا اِعتکاف شروع کر کے درمیان میں چھوڑ دیا تو اس کی قضا میں اہل علم کے تین قول ہیں:

اوّل:... یہ رمضان مبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنت ہے، اگر کوئی شخص اس کو توڑ دے تو اس کی قضا نہیں، یہی کیا کم ہے کہ وہ اس عظیم دولت سے محروم رہا؟ عام کتابوں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

دوم:... نفل عبادت شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے، اور چونکہ ہر دن کا اِعتکاف ایک مستقل عبادت

ہے،اس لئے جس دن کااِعتکاف توڑا صرف اسی ایک دن کی قضالازم ہے، بہت سے اکابر نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔

سوم:...اس نے عشرہ اخیرہ کے اِعتکاف کاالتزام کیا تھا، چونکہ اس کو پورا نہیں کیا،اس لئے ان تمام دنوں کی قضالازم ہے، یہ شیخ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی رائے ہے۔

(فتاوی یوسفی)

مسنون اعتکاف کی قضا سے مراد:

مسنون اعتکاف ٹوٹ جانے کی صورت میں ایک دن کی قضاء سے مراد دن اور رات کی قضاء ہے، خواہ اعتکاف دن کو ٹوٹ جائے یا رات کو، کیونکہ دن کو ٹوٹ جانے کی صورت میں رات کی قضاء اس لئے لازم ہوگی کہ مسنون اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے اور مسنون اعتکاف رات سے شروع ہوتا ہے اور رات روزے کا محل نہیں، لہٰذا رات کا اعتکاف باعتبار صحت آنے والے دن کے اعتکاف کے تابع ہوگا، جب اصل (دن) کا اعتکاف ٹوٹ گیا تو تابع (رات) کا اعتکاف بھی کالعدم شمار ہوگا نیز مسنون اعتکاف چونکہ رات سے شروع ہوتا ہے لہٰذا رات کا اعتکاف باعتبار صحت آنے والے دن کے اعتکاف پر موقوف ہوگا(نجم الفتاوی جلد سوم)

قضاء وادا اعتکاف ایک ساتھ:

اگر کسی نے سابقہ رمضان کے اعتکاف کو توڑا اور اب وہ امسال رمضان میں اس کی قضا ادا کر کے سابقہ قضا کو مدغم کرنا یعنی ملانا چاہے تو اس صورت میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس رمضان کے عشرہ اخیرہ کے علاوہ پورے عشرہ کا اعتکاف کرے اور اس اگر غیر رمضان میں قضا کرتا ہے تو اس میں اس قضا اعتکاف کے ساتھ دس روزے بھی رکھے، لیکن یہ حکم وجوبی نہیں جس دن اعتکافِ مسنون توڑا ہے اس دن کی قضاء بھی کافی ہے، گذشتہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کو توڑے ہوئے مسنون اعتکاف کی قضاء کے لئے امسال رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کافی نہیں، وہ اس میں ادا نہیں ہوگا۔

{ثم اذا لم یصم صوما مقصودا وجاء الرمضان الثانی لم ینقل حکم اللہ تعالیٰ الی ہذا الرمضان الثانی وفی ہامشہ (لم ینتقل الخ) علی ان الرمضان لیس خلفا للرمضان الاول ولا محلا للمنذور فلا یصح ذالک الاعتکاف فیه، نور الانوار مع ہامشہ ٤٠، مبحث الامر، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص٤٤٣/٢، باب الاعتکاف}(فتاوی محمودیہ)

خواتین کے اعتکاف کے مسائل:

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو اٹھالیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں۔(بخاری)

● ایک روایت میں فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیااور وہ سرخی اور زردی دیکھتی تھیں، اکثر ہم لوگ ان کے نیچے ایک طشت رکھ دیتے تھے اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔(بخاری)

● مسلم کی روایت میں فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب آخری عشرہ میں داخل ہوتے تھے تو آپ ﷺ رات کو جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور عبادت میں خوب کوشش کرتے اور تہبند مضبوط باندھ لیتے۔

فائدہ: آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے گھروں میں اعتکاف کیا کرتی تھیں، اسی لئے فقہانے لکھاہے کہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ مسجد البیت یعنی گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں، اگر مسجد البیت نہ ہو تو مکان کے کسی حصہ کو مسجد قرار دے کر اس میں اعتکاف کریں، بلا ضرورت اس حصہ سے باہر نہ نکلیں، مکان کا وہ حصہ ہی ان کے حق میں مسجد کے حکم میں ہو جائے گا چنانچہ عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔(مستفاد از مظاہر حق)

فتاوی یوسفی میں ہے کہ:

عورت بھی اِعتکاف کر سکتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہے اس جگہ کو یا کوئی اور جگہ مناسب ہو تو اس کو مخصوص کر کے وہیں دس دن سنت اِعتکاف کی نیت کر کے عبادت میں مصروف ہو جائے، سوائے حاجاتِ شرعیہ کے اس جگہ سے نہ اُٹھے، اگر اعتکاف کے دوران عورت کے خاص ایام شروع ہو جائیں تو اِعتکاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ اِعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

فتاوی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

عورتوں کو مسجد کے احاطہ میں اعتکاف کرنا درست نہیں، {للادلۃ الدالۃ علی منع الخروج من بیتھا} عورتوں کے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہو اور اگر اس کے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر نہیں ہے تو کسی جگہ کو نماز کے لئے مقرر کر کے وہاں پر اعتکاف کریں، عالمگیری (۲۱۱/۱) میں ہے:

{والمرأة تعتكلف في مسجد بيتها إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل}

حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے تو آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں، لیکن ازواج مطہرات اپنے اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں۔ (مرقاۃ ۳۲۶/۴ امدادیہ)

● اگر عورت حالت استحاضہ میں ہو تو اعتکاف کر سکتی ہے، البتہ حالتِ حیض و نفاس میں اعتکاف درست نہیں، کیونکہ حیض و نفاس سے پاک ہونا ہر طرح کے اعتکاف کے لئے لازم ہے، اور اگر دورانِ اعتکاف حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

{قال في البدائع (۲۔۲۷۴) والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس، وانها

شرط للجواز في نوعَى الإعتكاف الواجب والتطوع جميعا}

قال فى الشامى (۳ ۔ ۴۳۰ زکریا) والحائض والنفساء ليسا بأهل للصلاة أي فلا يصح اعتكافهما

ایام روکنے کے لئے دوا کا استعمال کرنا:

● عورت کے لئے اپنے اعتکاف کے دنوں میں دوا استعمال کرنا جائز تو ہے مگر دوا استعمال نہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ دوا سے صحت پر بھی برا اثر پڑے گا، جس روز ماہواری آئے، اعتکاف ختم کردے کیونکہ ماہواری کی حالت میں اعتکاف نہیں ہوتا، پھر بعد میں ایک روزہ کے ساتھ اعتکاف کی قضا کرلے۔(دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

اعتکاف میں کھانا پکانا:

● اگر اس کا کوئی کھانا پکانے والا نہ ہو تو مسجد البیت میں کھانا پکا سکتی ہے، مسجد البیت پر تمام احکام مسجد کے جاری نہیں ہوتے۔(فتاوی محمودیہ جلد پندرہ)

دایہ کا خدمت انجام دینا:

● عورت کا معتکف مسجد کے حکم میں نہیں ہے، لہٰذا اس معتکف میں اگر وہ کسی عورت کو بچہ جنوائے، تو اس سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آئے گا، تاہم بہتر یہی ہے کہ بحالتِ اعتکاف ایسا عمل نہ کرے۔(فتاوی محمودیہ)

{قال فى البدائع (۲۔ ۲۸۱-۲۸۲) ومسجد بيتها ليس بمسجد حقيقة، بل هو اسم للمكان المعد للصلوة في حقها، حتى لايثبت له شيء من أحكام المسجد الخ}(مستفاد از کتاب النوازل جلد ششم)

خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں:

عورتوں کے مسجد میں آنے کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے آپ ﷺ کے بعد جو کچھ کرنا شروع کر دیا، اس کو آپ ﷺ اگر اپنی زندگی میں دیکھ لیتے تو خود ہی ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا۔ (بخاری ۱/۱۲۰) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دور کی بات کر رہی ہیں، جو خیر القرون کا زمانہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد موجود تھی، معاشرہ برائیوں سے پاک تھا، اس وقت کے حالات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں اس قابل تھے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا جائے، موجودہ دور تو اس دور سے بہت مختلف ہے، اب تو ہر طرف بدامنی، فحاشی، عریانی اور بے حیائی پھیلی ہوئی ہے تو آج کل تو بدرجہ اولیٰ ان کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے، نیز اگرچہ کتابوں میں عورتوں کے مسجد میں اعتکاف کے بارے میں کراہت تنزیہی کا قول منقول ہے لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کے مسئلہ کو بھی نماز کے مسئلہ پر قیاس کیا جائے یعنی جس طرح عورتوں کا نماز کیلئے مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اعتکاف کیلئے بھی مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہے تاکہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کے مسئلے میں کوئی تردد باقی نہ رہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے علماء کرام نے عورتوں کے مسجد میں آنے کے بارے میں (خواہ نماز پڑھنے کیلئے ہو یا اعتکاف وغیرہ کیلئے ہو) ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

{لما فی المسلم (۱/۱۸۳) عن عمرة بنت عبدالرحمن انها سمعت عائشة زوج النبی ﷺ تقول: لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قال: فقلت لعمرة النساء بنی اسرائیل منعن المسجد قالت نعم}

عورت کا اعتکاف کیلئے پورا کمرہ مختص کرنا:

گھر میں جو جگہ نماز کیلئے مختص ہو، عورت اسی جگہ میں اعتکاف کیلئے بیٹھ سکتی ہے، اگر کوئی جگہ نماز کیلئے مختص نہ ہو تو پہلے ایک جگہ کو مختص کرنا ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر اعتکاف میں عورت کیلئے بیٹھنا جائز نہیں ہے

چنانچہ اگر پورا کمرہ نماز کیلئے مختص ہے تو اس میں اعتکاف درست ہے اور اگر کمرہ نماز کیلئے مختص نہیں ہے تو پہلے پورے کمرے کو نماز کیلئے مختص کریں، پھر اس میں اعتکاف درست ہو گا۔

دورانِ اعتکاف کھانا پکانا:

دورانِ اعتکاف کھانا پکانے کا حکم یہ ہے کہ اگر گھر میں اور کوئی نہ ہو جو کھانا پکا سکے تو ضرورت کی وجہ سے اپنے اعتکاف کی جگہ میں ہی کھانا پکا سکتی ہیں۔

{لمافی الھندیة (۱/۲۱۱) والمراة تعتکف فی مسجد بیتھا اذا اعتکفت فی مسجد بیتھا فتلک البقعة فی حقھا کمسجد الجماعة فی حق الرجل لاتخرج منه الالحاجة الانسان کذا فی شرح المبسوط للامام السرخسی}

معتکف سے بلاضرورت نکلنا جائز نہیں:

عورت کو اپنے گھر میں اس جگہ سے جہاں نماز پڑھتی ہو یا اس جگہ سے جس کو اعتکاف کیلئے مخصوص کر لیا ہو، سوائے ضروری حاجات (پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت) کے باہر نکلنا جائز نہیں، جب حاجت کیلئے نکلے تو حاجت پوری کرنیکے بعد فوراً اپنی جگہ واپس آجائے۔

گھر والوں سے بات چیت کرنا:

دوران اعتکاف قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و تسبیحات و نوافل وغیرہ جیسے مشاغل میں مصروف رہے، بلا ضرورت بات چیت سے احتراز کرے، کھانا، پینا، سونا اعتکاف کی جگہ ہی میں کرے، عورت اپنے گھر والوں کیلئے اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر سحری وغیرہ نہیں پکا سکتی اور نہ ہی باہر نکل کر گھر والوں کے ساتھ سحری و افطاری کر سکتی ہے، البتہ اپنے اعتکاف کی جگہ رہتے ہوئے اہم بات چیت ہر وقت کر سکتی ہے، بلاضرورت اور تفصیلی بات چیت سے احتراز کرے۔ (مستفاد از نجم الفتاوی جلد سوم)

خواتین کے لئے اعتکاف میں معمولات:

اعتکاف میں کوئی خاص ذکر منقول نہیں ہے، اتنی عبادت کریں کہ آئندہ دنوں کے لئے بشاشت رہے، ابتداء میں جوش ہو اور بعد میں طبیعت میں سستی آجائے تو یہ مناسب نہیں، خواتین کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کریں، دعاؤں کا اہتمام کریں اور ساتھ ساتھ یہ اذکار کریں:

1-استغفار: استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم وأتوب إلیه

2-کلمہ طیبہ: لا اله الا الله محمد رسول الله

3-تیسرا کلمہ: سبحان الله والحمد لله ولا الٰه الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

4-درود شریف: اللهم صل علی محمد النبی الأمی وعلی آله وصحبه وسلم

یہ اذکار کم از کم صبح و شام سو سو مرتبہ پڑھیں اور کثرت سے شب قدر میں یہ دعا پڑھیں:

اللهم إنک عفو تحب العفو فاعف عنا۔

اس کے ساتھ ساتھ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین پڑھنے کا اہتمام کریں۔ (مستفاد از فتاوی دار الافتاء دار العلوم دیوبند)۔

مسجد میں رہنے کے چند آداب اور مسائل:

ماہ رمضان میں عموماً لوگوں کا زیادہ تر وقت مسجد میں گزرتا ہے، پھر اعتکاف بھی مسجد میں ہوتا ہے، اس مناسبت سے مسجد میں رہنے کے چند عمومی آداب اور مسائل پیش خدمت ہیں:

مسجد میں داخل ہونا اور نکلنا:

● مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پاؤں داخل کرے پھر یہ دُعا پڑھے:

{بسم الله والصلٰوة والسلام علیٰ رسول الله، اللّٰهم افتح لی ابواب رحمتک}

● جو حصہ نماز کے لئے مخصوص ہے اور جس پر مسجد کے اَحکام جاری ہوتے ہیں، مثلاً جنبی کا مسجد میں داخل نہ ہونا، اور معتکف کا بلا ضرورت مسجد سے باہر قدم نہ رکھنا، اس حصے میں داخل ہوتے وقت دُعا پڑھنی چاہیئے۔

● مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے۔

● مسجد میں زیادہ سے زیادہ نماز، ذکر اور تلاوت کرے، بہتر ہے کہ باوضو رہے اور مستحب اعتکاف کی نیت سے ٹھہرے۔

● مسجد سے باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالے پھر یہ دُعا پڑھے:

{بسم اللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللّٰھم افتح لی ابواب رزقک، اللّٰھم اعصمنی من الشیطان الرجیم}

مسجد میں باتیں کرنا:

● مسجد میں نہ شور شرابا کرے اور نہ ہی دنیاوی باتیں نہ کرے، حدیث میں ہے کہ مساجد صرف ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن اور نماز کے لئے بنائی گئی ہیں، مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے، بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کثرتِ ذکر سے بازار کو مسجد بنادیا تھا، اور تم نے مسجد کو بازار بنالیا ہے البتہ ضرورت کی بات مسجد میں کرلینا جائز ہے۔

● علاقہ کے لوگوں کا مسجد میں باہمی خیر خیریت پوچھ لینا اور کوئی ضروری بات کرلینا ممنوع نہیں، لیکن لایعنی قصے لے کر بیٹھ جانے کی اجازت نہیں۔

مسجد کی اشیاء کو استعمال کرنا:

● مسجد کے انتظامی معاملات میں دخل نہ دے۔

● جو چیز جہاں سے اٹھائی ہو، استعمال کے بعد دوبارہ وہیں رکھ دے۔

● مسجد کی بجلی اور وضو کے لئے پانی کے استعمال میں اسراف سے بچے۔

● وضو خانے کا پانی وضو کے لئے مخصوص ہے، اس کا باہر لے جانا دُرست نہیں، البتہ اگر اہلِ محلہ یعنی وقف کرنے والوں نے نل رفاہِ عامہ کے لئے لگائے ہوں اور دُکان داروں اور لوگوں کے لئے پانی لے جانے کی اجازت دی ہو تو لے جانا جائز ہے۔

● مسجد کا مال مالِ وقف ہوتا ہے اور مال وقف کو ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں، اس لئے موبائل چارج سے احتیاط کرے، اگر کرلیا ہے تو مناسب رقم مال وقف میں جمع کرادے۔

● مسجد کی بجلی وغیرہ نماز کے اوقات میں استعمال کرنی چاہئے، دیگر اوقات میں اہلِ چندہ یعنی وقف کرنے والے منع کرسکتے ہیں، مسجد میں سونا صرف معتکف اور مسافر کے لئے جائز ہے، دُوسروں کے لئے مکروہ ہے۔

● مسجد کی رقم کا اپنے ذاتی مصرف میں استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں، اگر کسی نے استعمال کرلی ہے تو اسے چاہئے کہ توبہ واستغفار کرے اور جو رقم اس نے استعمال کی ہے اس کا ضمان ادا کرے، اہلِ محلہ کی اور نمازیوں کی ذمہ داری یہی ہے کہ اس شخص سے ضمان وصول کریں۔

● مسجد کی وہ اشیاء جو ضروریاتِ مسجد کے لئے ہیں، مگر موسمی حالات کے پیشِ نظر ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے مثلاً دیوار کی گھڑیاں اور چھت کے پنکھے زنگ آلود ہونے کا خدشہ ہے تو ان کو فروخت کرکے اس رقم کو مسجد کی دوسری ضروریات میں صَرف کرنا جائز ہے البتہ جو چیزیں مسجد کی ضرورت سے زائد ہوں، اور ان کو فروخت بھی نہ کیا جاسکتا ہو تو وہ کسی دُوسری مسجد میں دے دی جائیں۔

● مسجد سے قرآن مجید اُٹھا کر لانا جائز نہیں، اگر کوئی لے آیا ہو تو اس کو دوبارہ مسجد میں رکھ دے یا اس کی جگہ دُوسرا رکھ دے۔

● حفاظت کی خاطر مسجد میں رات کو تالا لگادینا جائز ہے۔

مسجد میں آرام کرنا اور کھانا پینا:

● مسجد میں اگر دوسری جگہ موجود ہو تو مسجد میں نہ سوئے اور نہ کھائے، البتہ مجبوری کے درجے میں مسافر کے لئے گنجائش ہے اور معتکف کے لئے اجازت ہے۔

● مسجد میں نیند کی غرض سے آرام کرنے کے لئے کوئی کپڑا بچھا لینا چاہئے تاکہ پسینے سے فرش خراب نہ ہو اور نیند کی حالت میں ناپاک ہو جانے کا خطرہ نہ رہے۔

● مسجد میں کھانے پینے کی صرف معتکفین کو اجازت ہے، کھانے پینے کے نظم کو اس طرح رکھے کہ مسجد کا تقدس اور ماحول متاثر نہ ہو، ہمارے ہاں بعض مساجد میں معتکفین کے کھانے پینے کا نظم تفریح کا منظر پیش کرتا ہے جو کہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا:

● مسجد میں داخل ہوتے وقت دُعا پڑھی جائے، اگر لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو ان کو آہستہ سے سلام کیا جائے، اور اگر سب مشغول ہوں تو سلام نہ کہے البتہ اتنی زور سے سلام کرنا کہ نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے، صحیح نہیں۔

● اگر کوئی شخص فارغ نہ ہو یعنی نماز و تلاوت میں مشغول ہو تو آنے والے کو السلام علیکم نہیں کہنا چاہئے، اور اگر وہ کچھ کہہ دے تو نمازیوں کے ذمہ اس کا جواب نہیں، اس لئے دِل میں بھی جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

مسجد میں سوال اور اعلان کرنا:

● مسجد میں بھیک مانگنا اور دنیاوی سوال کرنا ممنوع ہے، سوال کرنے والے لوگوں کو مسجد سے باہر کھڑے ہونا چاہئے، اور مسجد میں مانگنے والوں کو دینا بھی نہیں چاہئے، لیکن اگر کسی ضرورت مند کی امداد کے لئے

دُوسرا آدمی اپیل کرے تو یہ جائز ہے۔

● مسجد کی ضروریات کے علاوہ مسجد کا لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا جائز نہیں، مسجد کو ان چیزوں سے پاک رکھنا ضروری ہے، گمشدہ چیز کی تلاش کے لئے مسجد میں اعلان کرنا جائز نہیں، البتہ اگر مسجد میں کسی کی چیز رہ گئی ہو تو اس کا اعلان کر دینا جائز ہے، اور گمشدہ بچے کا اعلان بھی انسانی جان کی اہمیت کے پیش نظر جائز ہے، تاہم مسجد میں باہر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو، اس کی تلاش کے لئے مسجد میں اس کا اعلان کرنا جائز نہیں، حضور اکرم ﷺ نے اس کے لئے بدُعا فرمائی ہے:

"لا رَدّ الله علیک! یعنی خدا کرے تیری گمشدہ چیز نہ ملے!"

مگر یہ یاد رہے کہ کسی بھی اعلان کی وجہ سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ پڑے۔

مسجد میں بدبودار چیز لانا:

● مسجد میں مٹی کا تیل جلانا بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے۔

● مسجد میں ناپاک اشیاء خصوصاً ناپاک جوتے لیجانے سے اجتناب کیا جائے تاہم اگر جوتے خشک ہوں تو مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔

● نجس یا بدبودار چیزوں کا مسجد میں لانا یا ان کو کھا کر مسجد جانا جائز نہیں، اور جو چیز نہ نجس ہو نہ بدبودار، اس کا لانا جائز ہے۔

مسجد میں اشتہار لگانا:

مسجد کے دروازوں اور دیواروں پر اشتہار چپکانا دو وجہ سے ناجائز ہے:

۱۔ مسجد کی دیوار کا استعمال ذاتی مقصد کے لئے حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد کے ہمسائے کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کا شہتیر یا کڑی رکھے۔

۲۔ مساجد کی تعظیم اور صفائی کا حکم دیا گیا ہے، اور مسجد کی دیوار پر اشتہار لگانا اس کی بے ادبی بھی ہے، اور

اس کو گندا کرنا بھی ہے۔

مسجد کو گزر گاہ بنانا:

● مسجد کو گزر گاہ بنانا اس کے ادب واحترام کے منافی ہے اور گناہ ہے، اور مسجد کی بے ادبی کا وبال بہت سخت ہے، مسلمانوں کو اس وبال سے ڈرنا چاہئے!

● مسجد کو تفریح گاہ اور سیر وسیاحت کی جگہ بنانا جائز نہیں، مسجد اللہ تعالی کا گھر ہے اور عبادت کا مقام ہے، اسی طرح مسجد میں فوٹو لینا، تصویر کھنچوانا، ویڈیو بنانا اور دیکھنا، اخبار پڑھنا، ٹیلی ویژن والوں کا فلم بنانا اور نعرہ بازی کرنا، یہ سب لایعنی اور ناجائز امور ہیں، یہ سب چیزیں مسجد کے احترام کے قطعا منافی ہیں، انتظامیہ کا فرض ہے کہ اس کا انسداد کرے۔

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا:

● چھوٹے بچے جن کے پیشاب پاخانہ کر دینے کا اندیشہ ہو، ان کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے، سمجھدار بچے مسجد میں آئیں مگر ان کو آداب کی تعلیم دینی چاہئے۔

مسجد کی ٹوپی استعمال کرنا:

● مسجدوں میں ٹوپیاں رکھنے کا عام رواج ہے، اور یہ رواج اس لئے ہوا کہ عام طور پر لوگ ننگے سر بازاروں اور دفتروں میں جاتے ہیں اور نماز کے وقت ٹوپی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کی ٹوپی استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ننگے سر بازاروں میں نکلنا خلافِ مروّت ہے، مسلمانوں کو گھروں سے ننگے سر نہیں نکلنا چاہئے، اور مسجد کی ٹوپیاں اگر صاف ستھری ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں، اور اگر ٹوٹی پھوٹی اور میلی کچیلی ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، اُصول یہ ہے کہ ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی عام مجالس میں شرکت نہ کر سکتا ہو۔

مسجد میں خلافِ شرع امور کی اجازت نہیں:

● آلاتِ موسیقی کا مسجد میں لگانا جائز نہیں، بلکہ گھر میں بھی لگانا دُرست نہیں ہے چنانچہ ایسی گھنٹے والی گھڑیاں لگانا یا موبائل فون پر ایسی رنگ ٹون لگانا جس میں موسیقی ہو، جائز نہیں خاص کر مسجد کے آداب اور تقدس کے بہت ہی خلاف ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

اعتکاف کے چند عمومی مسائل:

● رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنتِ کفایہ ہے، اگر محلے کے کچھ لوگ اس سنت کو ادا کریں تو مسجد کا حق جو اہلِ محلہ پر لازم ہے، ادا ہو جائے گا اور اگر مسجد خالی رہی اور کوئی شخص بھی اِعتکاف میں نہ بیٹھا تو سب محلے والے لائقِ عتاب ہوں گے اور مسجد کے اِعتکاف سے رہنے کا وبال پورے محلے پر پڑے گا۔

● جس مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو، اس میں اِعتکاف کے لئے بیٹھنا چاہئے، اور اگر مسجد ایسی ہو جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس میں نماز باجماعت کا انتظام کرنا اہلِ محلہ پر لازم ہے۔

● عورت اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لئے مقرر کرکے وہاں اِعتکاف کرے، اس کو مسجد میں اِعتکاف بیٹھنے کا ثواب ملے گا۔

● اِعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت، دُرود شریف، ذکر و تسبیح، دینی علم سیکھنا اور سکھانا اور انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے حالات پڑھنا سننا اپنا معمول رکھے، بے ضرورت بات کرنے سے احتراز کرے۔

● اِعتکاف میں بے ضرورت اِعتکاف کی جگہ سے نکلنا جائز نہیں، ورنہ اِعتکاف باقی نہیں رہے گا، (واضح رہے کہ اِعتکاف کی جگہ سے مراد وہ پوری مسجد ہے جس میں اِعتکاف کیا جائے، خاص وہ جگہ مراد نہیں جو مسجد میں اِعتکاف کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہے)۔

● پیشاب، پاخانہ اور غسلِ جنابت کے لئے باہر جانا جائز ہے، اسی طرح اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ

ہو تو کھانا کھانے کے لئے گھر جانا بھی جائز ہے۔

● جس مسجد میں معتکف ہے اگر وہاں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد میں جانا بھی دُرست ہے، مگر ایسے وقت جائے کہ وہاں جاکر تحیۃ المسجد اور سنت پڑھ سکے، اور نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر فوراً اپنے اِعتکاف والی مسجد میں واپس آجائے۔

● اگر بھولے سے اپنی اِعتکاف کی مسجد سے نکل گیا تب بھی اِعتکاف ٹوٹ گیا۔

● اِعتکاف میں بے ضرورت دُنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت کرنا، ہاں اگر کوئی غریب آدمی ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، وہ اِعتکاف میں بھی خرید و فروخت کر سکتا ہے، مگر خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا جائز نہیں۔

● حالتِ اِعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا دُرست نہیں، ہاں! اگر ذکر و تلاوت وغیرہ کرتے کرتے تھک جائے تو آرام کی نیت سے چپ بیٹھنا صحیح ہے۔

● بعض لوگ اِعتکاف کی حالت میں بالکل ہی کلام نہیں کرتے، بلکہ سر منہ لپیٹ لیتے ہیں، اور اس چپ رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اچھی باتیں کرنے کی اجازت ہے، ہاں! بُری باتیں زبان سے نہ نکالے، اسی طرح فضول اور بے ضرورت باتیں نہ کرے، بلکہ ذکر و عبادت اور تلاوت و تسبیح میں اپنا وقت گزارے، خلاصہ یہ کہ محض چپ رہنا کوئی عبادت نہیں۔

● رمضان المبارک کے دس دن اِعتکاف پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں اِعتکاف کی نیت سے داخل ہو جائے، کیونکہ بیسویں تاریخ کا سورج غروب ہوتے ہی آخری عشرہ شروع ہو جاتا ہے، پس اگر سورج غروب ہونے کے بعد چند لمحے بھی اِعتکاف کی نیت کے بغیر گزر گئے تو اِعتکاف مسنون نہ ہو گا۔

● اِعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، پس اگر خدانخواستہ کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو اِعتکافِ مسنون بھی جاتا

رہا۔

● معتکف کو کسی کی بیمار پُرسی کی نیت سے مسجد سے نکلنا دُرست نہیں، ہاں! اگر اپنی طبعی ضرورت کے لئے باہر گیا تھا، اور چلتے چلتے بیمار پُرسی بھی کرلی تو صحیح ہے، مگر وہاں ٹھہرے نہیں۔

● رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف تو مسنون ہے، ویسے مستحب یہ ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں جائے، تو جتنی دیر مسجد میں رہنا ہو اعتکاف کی نیت کرلے۔

● اِعتکاف کی نیت دِل میں کرلینا کافی ہے، اگر زبان سے بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔ (فتاوی یوسفی)

اعتکاف کے چند خصوصی مسائل

1- اعتکاف میں کون بیٹھ سکتا ہے؟:

● اِعتکاف میں جوان اور بوڑھے سب بیٹھ سکتے ہیں، چونکہ بوڑھوں کو عبادت کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے عمر رسیدہ بزرگ زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور کرنا چاہئے۔ (فتاوی یوسفی)

2- اعتکاف روزہ کے ساتھ معتبر ہے:

● رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف مسنون ہے اور اس کے لئے روزہ شرط ہے، لہٰذا جس روز روزہ افطار کیا، اس دن سے اعتکاف ٹوٹ گیا۔

{ لما فی رد المحتار و مقتضی ذلک ان الصوم شرط ایضا فی الاعتکاف المسنون، لانه مقدار بالعشر الأخیر ،حتی لو اعتکفه بلا صوم لمرض أو سفر ینبغی أن لایصح عنه۔۔۔وسکتوا عن بیان حکم المسنون لظهور انه لایکون الا بالصوم عادة (شامی ۲/ ۱۳۰)(فتاوی عثمانی)

3- معتکف کا مسجد میں غسل کرنا:

● غسل اور وضو سے مسجد کو آلودہ کرنا جائز نہیں، اگر مسجد کا صحن پختہ ہے اور وہاں سے پانی باہر نکل جاتا ہے تو گنجائش ہے کہ کونے میں بیٹھ کر نہالے، اور پھر جگہ کو صاف کردے۔(فتاوی یوسفی)

● اگر مسجد میں کنارے پر ایسا کوئی بڑا ٹب رکھ کر غسل کرنے کی گنجائش ہو کہ اس سے پانی گزرتا ہوا مسجد سے باہر نکل جائے اور مسجد کو آلودہ نہ کرے تو کیا جاسکتا ہے۔(احکام اعتکاف)

● حالت اعتکاف میں آرام و ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غسل کرنے جانا ناجائز ہے، البتہ اگر مسجد ہی میں کسی ٹب یا بڑے برتن میں غسل کرلے تو درست ہے، اسی طرح اگر غسل خانہ میں استنجاء کرنے جائے تو وہاں بھی جلدی سے غسل کرسکتا ہے۔(فتاوی محمودیہ)

4- ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا:

● ٹھنڈک کے لئے غسل کی نیت سے مسجد سے باہر جانا معتکف کے لئے جائز نہیں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب پیشاب کا تقاضا ہو تو پیشاب سے فارغ ہو کر غسل خانے میں دو چار لوٹے بدن پر ڈال لیا کرے، جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے، اس سے بھی کم وقت میں بدن پر پانی ڈال کر آجایا کرے، الغرض غسل کی نیت سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، طبعی ضرورت کے لئے جائیں تو بدن پر پانی ڈال سکتے ہیں، اور کپڑے بھی مسجد میں اُتار کر جائے تاکہ غسل خانے میں کپڑے اُتارنے کی مقدار بھی ٹھہرنا نہ پڑے۔(فتاوی یوسفی)

● اگر غسل خانہ مسجد کے باہر ہے جیسا کہ عادۃً یہ چیزیں حدود مسجد سے خارج ہوتی ہیں تو بلا ضرورت معتکف کو وہاں جانا درست نہیں۔(فتاوی محمودیہ)

5- غسل جنابت اور غسل جمعہ کے لئے نکلنا:

● غسل جنابت کے لئے نکلنا حاجت شرعیہ میں سے ہے، اس لئے اس کے نکلنا جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ

پہلے تیمم کرلے پھر نکلے تاہم غسل جمعہ حاجت شرعیہ میں سے نہیں ہے اس لئے اس کے لئے نکلنا جائز نہیں، گرچہ بعض علماء نے غسل جمعہ کے لئے مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے، لیکن دلائل سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب کے علاوہ کسی بھی غسل کے لئے نکلنا جائز نہیں۔(فتاوی عثمانی)

6- سگریٹ بیڑی کے لئے جانا:

● اعتکاف کی فضیلت بھی بہت ہے اور منفعت بھی بہت ہے، اس کی طرف اہتمام سے توجہ کی جائے، اگر کسی کو اشد حاجت ہو تو جب قضائے حاجت (پاخانہ پیشاب) کے لئے رات کے وقت مسجد سے باہر جائے تو وہاں یہ حاجت (بیڑی سگریٹ) بھی پوری کرتا آئے، وضو اور مسواک وغیرہ سے منہ خوب صاف کرلے، بدبو دار منہ لے کر مسجد میں نہ آئے۔

{ومحاسنه كثيرة لان فيه تفريغ القلب عن امور الدنيا وتسليم النفس الى المولى وهو من اشرف الاعمال اذا كان عن اخلاصٍ۔ (البحرالرائق کوئٹہ۲/۲۹۹ باب الاعتكاف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۵۸٤، باب الاعتكاف، بدائع ص۲/ ۲۷۳، اول كتاب الاعتكاف}(فتاوی محمودیہ)

7-بیت الخلاء کے لئے نکل کر مختلف کام کرنا:

● آج کل مساجد کے ساتھ باہر ہی بیت الخلاء ہوتے ہیں، اس لئے بیت الخلاء کے لئے دور جانا درست نہیں، اگر بیت الخلاء کی سہولت نہ ہو اور معتکف کو بیت الخلاء کے لئے گھر جانا پڑے تو بیوی بچوں سے بات چیت کرنا، کوئی کتاب اٹھا کر لانا، حساب کے کاغذات وغیرہ کے اُٹھا کر لانا، باہر سے آئی ہوئی ڈاک پڑھنا، مہمانوں سے بات چیت کرنا، جو باہر سے آئے ہوں، ان سے سلام ودعاء، خیر وعافیت دریافت کرنا، نہانا اور کپڑے دھونا، خطوط کے جواب لکھنا وغیرہ مختلف امور کو وہاں رک کر انجام دینا درست نہیں بلکہ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر ان کاموں کے لئے مستقلاً مکان پر نہ ٹھہرے، چلتے چلتے ضروری بات سلام ودعا مہمان سے کر سکتا ہے اور بقیہ اشیاء مکان سے

لاسکتا ہے، ڈاک بھی مسجد میں لاکر پڑھے اور مسجد میں ہی جواب لکھے۔

{وحرم عليه الخروج الا لحاجة الانسان طبعية كبول وغائط (الدر) ولا يمكث بعد فراغه من الطهور(شامى ٢/ ٤٤٥ باب الاعتكاف، طحطاوى على المراقى ٥٧٩، باب الاعتكاف، مجمع الانہر ص١/ ٣٧٨، باب الاعتكاف بيروت}

(وكره) تكلم الا بخير كقرائة قرآن وحديث وعلم، وكتابته امور الدين (الدرالمختار مع الشامى) (فتاوى محموديه)

8- طبعی ضرورت پوری کرنے کے بعد ٹھہرنا:

● بیت الخلاء آتے جاتے سلام کرنا جواب دینا خیریت بتانا پوچھنا، سب درست ہے، البتہ طبعی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد سلام کرنے یا اس کا جواب دینے کے لئے ٹھہرنا منع ہے۔(فتاوی محمودیہ)

9- معتکف کا ضرورت کیلئے مسجد سے نکل کر راستہ میں بات چیت کرنا:

● معتکف بیت الخلاء کے لئے گھر جارہا تھا، راستہ میں دوستوں سے ملاقات ہوگئی تو لغو ہنسی مذاق کہیں بھی نہ کرے، ضروری بات چلتے ہوئے کرلے، خارجِ مسجد بات کرنے کے لئے کھڑا نہ ہو۔

● معتکف کا مسجد میں پیشاب یا پاخانہ کی جگہ تک راستہ میں چلتے چلتے بات کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا، ہاں! قصداً بات کرنے کے لئے نہ ٹھہرے نہ جائے۔

{ وَلاَ يخرج من معتكفه اِلاَّ لِحَاجةٍ شرعية او طبعية اى يدعو اليها طبع الانسان ولو ذہب بعد ان خرج اليها لعيادة مريضٍ او صلوة جنازة من غير ان يكون لذٰلک قصداً جَاز بخلافما اذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغهِ فانه ينتقض اعتكافه عند الامَام١ھ (طحطاوى على مراقى الفلاح ٤٣٣)

10- معتکف کا وضو کے لئے گھر جانا:

● اگر معتکف کا وضو ٹوٹ جائے اور پانی مسجد سے باہر ہو اور کوئی شخص بھی موجود نہ ہو تو باہر جا کر یا گھر جا کر وضو کر کے فوراً واپس آجائے، لیکن یہ حکم واجب وضو کا ہے، مستحب وضو کے لئے نکلنے کی ضرورت نہیں۔

{ولا بأس بان يدخل بيته للوضوء ولا يمكث بعد الفراغ ،مجمع الانہر}(فتاوی محمودیہ)

11- تعزیت وعیادت کے لئے جانا:

● کسی عزیز ورشتہ دار کے انتقال پر وہاں جا کر غسل وکفن کرنا اور ان لوگوں کو صبر دلانا بہت اجر وثواب کی چیز ہے، لیکن اعتکاف سے نکلنا اس مقصد کے لئے بھی درست نہیں، اگر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

{لايخرج لعيادة المريض ومجلس العلم، وصلاة الجنازة وانجاء الغريق والحريق والجهاد ولو كان النفير عاما واداء الشهادة فانه يفسد(مجمع الانہر ۱/ ۳۷۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)(فتاوی محمودیہ)

12- جنازہ میں جانا:

● نماز جنازہ کیلئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے:

(ولو خرج لجنازة يفسد اعتكافه وكذا لصلاتها ولو تعينت عليه (ہنديه ۱/۲۱۱)

● حالتِ اعتکاف میں شرکتِ جنازہ اور عیادتِ مریض کے لئے اگر مسجد سے نکلے گا تو اعتکاف باقی نہیں رہے گا البتہ بسا اوقات ایسی نوعیت ہوتی ہے کہ آدمی کے لئے جانا ضروری ہوتا ہے تو اس صورت میں اعتکاف چھوڑ کر جانے میں اعتکاف تو ختم ہو جائے گا مگر گنہگار نہیں ہو گا اس کی مثال اس طرح سمجھئے جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سامنے کوئی نابینا ہے جو کنویں میں گرنے کے قریب ہے اور کوئی خبر دار کرنے والا نہیں تو یہ نمازی فوراً اس کو جا کر بچائے یا آواز دے کر کہہ دے تو یہ گنہگار نہیں ہو گا، البتہ نماز فاسد ہو جائے گی، وہ باقی نہیں رہے گی۔

{يفسد لو لعيادة مريض اوشهود جنازة وان تعينت عليه الا انه لا ياثم كمافى المريض} (شامی)

{ولو رای اعمی عند البئر فخاف علیه ان یقع فیها قطع الصلاة لاجله }(فتاوی عالمگیری ممایتصل بذلک مسائل، مفسدات الصلاة)

13- مسجد بارش سے ٹپکتی ہو تو معتکف کیا کرے؟

● مسجد بارش سے بے حد ٹپکتی ہو کہ نماز پڑھنا ہی دشوار ہو جس کی وجہ سے معتکف کا سونا تو کجا گھنٹہ دو گھنٹہ بیٹھنا بھی دوبھر ہو جائے تو اول اگر اس چھت کو درست کیا جاسکتا ہو تو درست کرایا جائے اور اگر درست کرنا ممکن نہ ہو تو دوسری مسجد میں بحالتِ عذر منتقل ہونے کی اجازت ہے۔

14- مسجد سے باہر جا کر اذان دینا:

● اگر مؤذن مینارہ مسجد پر چڑھ کر اذان دے اور اس کا دروازہ خارجِ مسجد ہو تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

{ولو صعد المئذنة لم یفسد اعتکافه بلا خلاف وان کان باب المئذنة خارج المسجد لان المئذنة من المسجد (بدائع الصنائع زکریا ص٢/ ٢٨٤، کتاب الاعتکاف، فصل واما رکن الاعتکاف الخ)

لیکن حدِ مسجد سے باہر جا کر اذان دینے کا حکم صراحت سے نہیں ملتا البتہ سکب الانھر (١/٢٥٢) میں خروج للاذان کی اجازت دی گئی ہے اور منارہ کی قید نہیں لگائی۔

15- اعتکاف کی حالت میں اخراجِ ریاح:

● جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے، مسجد میں احداث یعنی ریح خارج کرنا مکروہ ہے، جس کا یہ حال ہو کہ اس کو ریاح سے نجات نہ ہو تو اس کو احترام مسجد کے پیشِ نظر اعتکاف سے احتیاط کرنا چاہئے خاص کر جب کہ کوئی دوسرا اعتکاف کرنے والا موجود ہو۔ (فتاوی محمودیہ)

16- معتکف کا خارجِ مسجد تراویح کے لئے جانا:

● اگر کسی مسجد میں نمازی مسجد سے باہر ایسے حصہ میں تراویح پڑھیں جو حدود مسجد میں نہیں ہے تو معتکف کے لئے وہاں تراویح پڑھنے کی اجازت نہ ہو گی، نمازیوں کو چاہیئے کہ اندر کے حصہ میں نماز پڑھیں تا کہ معتکفین بھی شریک ہو سکیں، حدود مسجد سے باہر نماز پڑھنے کی صورت میں مسجد کی فضیلت کا ثواب نہیں ملے گا۔

17- دیہاتی معتکف کو نماز جمعہ کے لئے شہر جانا:

● اعتکاف کے لئے شہر یا شرائط جمعہ کا پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ اعتکاف ہر جگہ (شہر ہو یا گاؤں) مسنون علی الکفایہ ہے البتہ مسجد ایسی ہو جس میں جماعت ہوتی ہو، تاہم یہ واضح رہے کہ گاؤں والے پر نہ جمعہ فرض ہے، نہ سنت موکدہ ہے، لٰہذا اس کو جمعہ کیلئے شہر میں آنا جائز نہیں، اگر آئے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

{من لاتجب علیہم الجمعة من اہل القریٰ والبوادی لہم ان یصلوا الظہر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة، عالمگیری کوئٹہ ١/١٤٥، صلاة الجمعة}

18- معتکف کا صحنِ مسجد میں حجامت بنوانا:

● معتکف مسجد کے فرش پر بیٹھ کر حجامت بنوا سکتا ہے، البتہ بال وہاں نہ گرنے پائیں، اسی طرح اپنی حجامت خود بنانا بھی جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدون عوض (اجرت) کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بعوض (اجرت کے ساتھ) کرتا ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے مگر حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنوائے، مسجد کے اندر اجرت سے کام کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ٤/٥١٦، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

19- معتکف کا مسجد میں چارپائی لانا:

● معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ چارپائی بچھا سکتا ہے، اور اس پر لیٹ سکتا ہے، مگر آج کل عرفاً مسجد میں چارپائی بچھانا خلافِ احترام سمجھا جاتا ہے، اس لئے احتیاط کرنا چاہئے، عورت کے لئے اپنی اعتکاف کی جگہ یہ اشکال نہیں، البتہ عورت اگر بلا ضرورتِ شرعیہ وطبعیہ اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر مکان میں کسی اور جگہ جائے گی تو اس کا اعتکاف باقی نہیں رہے گا۔

{وللمرأة الاعتکاف فی مسجد بیتہا وہُوَ محل لصَّلٰوۃ فیہ ولا تخرج منہ اذا اعتکفت فلو خرجت بغیر عذرٍ یفسد واجبہ وینتہی نفلہ کذا فی مراقی الفلاح والطحطاوی}

20-اعتکاف پر معاوضہ:

کسی علاقے میں کوئی فرد اعتکاف نہ کرے اور وہ علاقے والے کسی دوسرے فرد کو رقم دیکر اعتکاف میں بٹھائیں تو اس طرح کرنا درست نہیں کیونکہ اعتکاف کو بزنس (تجارت) بنانا غلط اور ناجائز ہے، اعتکاف پر پیسے لینا اس کو فروخت کرنا بھی ناجائز ہے، ایسے اعتکاف کا ثواب نہیں، نہ اس طرح کرنے سے سنتِ اعتکاف اہلِ محلہ سے ساقط ہوگا۔

{ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لا یجوز الاستئجار علیہا عندنا ...... لان القربۃ متی حصلت وقعت علی العامل ولہذا تتعین اہلیتہ فلا یجوز لہ اخذ الاجرۃ من غیرہ کما فی الصوم والصلاۃ ہدایۃ، شامی زکریا ص۹/ ۷٦، باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، شامی}(مستفاد از فتاوی محمودیہ)

21-ریح کا غلبہ ہو:

● اگر ریح کا غلبہ ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے معتکف کو حدود مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں، (کذافی ردالمختار ۱/ ٤٨٧)

22-بدن کا کچھ حصہ مسجد سے باہر نکالنا:

● اگر معتکف کا ایک قدم مسجد کے اندر ہے اور دوسرا باہر تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

{ الخروج الخ المراد بالخروج انفصال قدميه} (طحطاوی ٤٧٥)

23-مسجد کی اشیاء اپنے انفرادی استعمال میں لانا:

● معتکف اپنے مطالعہ یا تلاوت کے لئے مسجد کا تیل اوقات نماز میں استعمال میں لا سکتا ہے، اسی طرح جب تک چراغ جلنے کا عرف ہو جلا سکتا ہے اور اس کے بعد تیل دینے والوں کی اجازت سے جلا سکتا ہے، آج کل بجلی کا استعمال بھی اجازت سے جائز ہے اور بقدر ضرورت استعمال کرے، فضول میں لائٹ پنکھے چلانا ممنوع اور اسراف ہے۔

{ولابأس بان يترك سراج المسجد فى المسجد الى ثلث الليل ولايترك اكثر من ذلك الا اذا شرط الواقف، ذالك او كان ذلك معتادا فى ذلك الموضع، عالمگیری کوئٹه ١/ ١١٠، قبيل الباب الثامن فى صلاة الوتر، قاضيخاں على الهندية كوئٹه}

24-بدبو چیز کا انفرادی استعمال بھی ممنوع ہے:

● معتکف کا مسجد میں دیا سلائی سے چراغ روشن کرنے میں مضائقہ نہیں اگر بدبودار نہ ہو (فتاویٰ رشیدیہ)

25-کھانا لانے خود جانا:

● اگر معتکف کا کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو وہ اپنے مکان پر جا کر کھا سکتا ہے۔

{يخرج بعد الغروب للاكل والشرب وينبغى حمله على ما اذا لم يجد من ياتى له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية(البحر ص:٢/٣٠٣، باب الاعتکاف، طبع کراچی }

26-اپنی حاجت ضروریہ کے لئے نکلنا:

● اگر معتکف کو ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے زیادہ دقت ہوتی ہے یا مرض بڑھنے کا اندیشہ ہے اور قریب میں گرم پانی نہیں ہے تو دور سے گرم پانی لینے جاسکتا ہے۔

{فلايخرج المعتكف من معتكفه ليلا ونهارا الا بعذر ٢/ ٤١١، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف تاتارخانيه كراچى}

27-احاطہ مسجد سے صحن مسجد میں جانا:

● احاطہ مسجد میں گرمی یا سردی زیادہ ہو اور اس کا تحمل نہ ہو تو وضو کے لئے باہر سایہ میں جاسکتا ہے۔ (حوالہ بالا)

28-دیوار مسجد سے تیمم کرنا:

● اگر پانی کی سہولت نہ ہو تو مسجد کی چٹائی یا دیواروں پر اگر غبار ہو تو اس سے تیمم درست ہے، البتہ مسجد کی دیوار سے تیمم بعض کتبِ فقہ میں مکروہ لکھا ہے۔

{ولوكان الغبار على ظهر حيوان او نحو ثوب او نحو حنطة فتيمم به جاز بالغبار (طحطاوى على المراقى) ويكره مسح الرجل من طين والردغة باسطوا نة المسجد او بحائطه قاضيخاں على الهندية كوئٹه ١/ ٤٥ فصل فى المسجد}

29-پانی کے لئے خود باہر جانا:

● اگر معتکف کے پاس پانی موجود ہو یا پھر پانی لانے والا موجود ہو تو خود مسجد سے باہر جا کر پانی لینے نہیں جاسکتا۔ (ہکذا یفہم کما فی البحر ۲/۳۰۳)

30-مسجد میں پچھنا لگانا یا لگوانا:

● حالت اعتکاف میں بال کی حجامت بنوا سکتا ہے البتہ وہ حجامت جس میں خون نکلتا ہے منع ہے۔

{عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اعتكف ادنى اى قرب الىّ راسه وهو فى المسجد فارجله الحديث، متفق عليه، ان الترجيل مباح للمعتكف قال ابن الهمام وان غسله فى اناء فى المسجد بحيث لا يلوث المسجد لا بأس به (مرقاة ص٢/ ٥٦٩، باب الاعتكاف، فتح القدير ٢/ ٣٩٦، باب الاعتكاف) فلا يجوز الاستصباح بدهن نجس فيه ولاالبول والفصد فيه ولو فى اناء واما الفصد فيه فى اناء فلم اره وينبغى ان لافرق اى لا فرق بينه وبين البول (الدرالمختار على الشامى ١/ ٦٥٦، باب ما يفسد الصلوة، مطلب فى احكام المسجد)(مستفاد از فتاوى محموديه)

اعتکاف کے 75اہم مسائل

فتاوی محمودیہ جلد پندرہ سے اعتکاف کے متعلق یہ اہم سوالات وجوابات افادہ کے لئے پیش خدمت ہیں

1-رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرض ہے یا سنت ہے؟

جواب: سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

2-معتکف نیچے لکھے آدمیوں میں سے کون کون ہو سکتا ہے:

(١) غلام (٢) کوڑھی (٣) اندھا (٤) اجہل (٥) مخنث (٦) ہیجڑا (٧) بے نمازی (٨) بے روزہ دار (٩) گونگا بہرہ (١٠) نیم پاگل (١١) فقیر (١٢) مجذوب (١٣) مقروض (١٤) فاسق وفاجر (١٥) حاملہ جب کہ دن قریب ہوں۔

جواب: نمبر کے اعتبار سے جواب دیا جارہا ہے:

(٢) بدن سے اگر رطوبت نکلتی یا بدبو آتی ہے، یا لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں تو اس کو مسجد میں

نہیں آنا چاہئے، نہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے۔

(۵) اپنی حالت بدل کر توبہ کرے تو اعتکاف بھی مسجد میں کرے۔

(٦) کا بھی یہی حکم ہے۔

(۷) جب مسجد میں اعتکاف کرے گا تو نماز بھی پڑھے گا۔

(۸) جب مسجد میں عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کرے گا تو روزہ بھی رکھے گا۔

(۱۰) اگر مسجد کا احترام نہ کرے تو مسجد میں نہ آئے نہ وہاں اعتکاف کرے۔

(۱۲) کا بھی یہی حکم ہے۔

(١٤) مسجد میں فسق و فجور نہ کرے تو اعتکاف بھی کر لے۔

(۱۵) گھر میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

باقی لوگوں کے اعتکاف میں کیا اشکال ہے؟

3- معتکف کا مسجد میں بیٹھنا ضروری ہے یا مسجد ہوتے ہوئے گھر میں بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: مرد کا اعتکاف گھر میں نہیں ہوتا، وہ مسجد ہی میں ہوتا ہے۔

4- کوئی صاحب مسجد میں معتکف نہ ہوئے، ایک عورت گھر پر معتکف ہوگئی کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کا اعتکاف صحیح ہو جائیگا، لیکن مردوں کے ذمہ سے سنت ادا نہیں ہوگی۔

5- مسجد میں عورتوں کی نماز پڑھنے کی جگہ ایک مقرر ہے، اس حصہ میں ایک عورت معتکف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کے اعتکاف سے بستی کا بوجھ اتر جائے گا یا نہیں؟

جواب: عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے بلکہ گھر میں کرے لیکن اس کے اعتکاف سے مردوں کے ذمہ سے سنت ادا نہ ہوگی۔

6- اعتکاف کے لئے مسجد اذان نماز جماعت شرط ہے، یا جس مقام میں نہ ہو، یا چند مسلمان نمازی روزہ

دارہ ہوں، یا گاؤں میں چند مکان مسلمانوں کے ہوں نہ نماز پڑھتے ہوں نہ روزہ رکھتے ہوں وہاں بھی اعتکاف ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جہاں اذان اور پنجگانہ جماعت کا اہتمام ہو، ویران جنگل کی مسجد یا عید گاہ میں نہیں، جہاں بھی مسلمان ہوں ان کو اذان و جماعت کا اہتمام لازم ہے، جہاں مسجد نہ ہو، وہاں اعتکاف مسنون نہیں۔

7-اگر ۲۴ ؍رمضان المبارک کو معتکف کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، اس کی نیت پورے عشرہ کے اعتکاف کی تھی اس کا اس کو اجر ملے گا۔

8-بغرضِ مجبوری دو صاحب پانچ پانچ یوم معتکف ہوئے کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح سنت ادا نہیں ہوئی۔(یعنی مسنون اعتکاف نہ ہوگا)

9-مسجد کا احاطہ کافی لمبا چوڑا ہے، معتکف کہاں تک چل پھر سکتا ہے؟

جواب: جو حصہ نماز کے لئے متعین ہے، وہاں تک اجازت ہے، بلا وجہ وہاں بھی تفریح کرتا نہ پھرے۔

10-پاخانہ کے لئے آتے جاتے معتکف لوگوں سے بات چیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے، تو کتنی دیر تک اور کس قسم کی بات چیت کر سکتا ہے؟

جواب: جب ضرورت ہو بات کر سکتا ہے، بات کرنے کیلئے نہ نکلے، نہ ٹھہرے ایسی بات بھی نہ کرے، جو مقصدِ اعتکاف کے خلاف ہو۔

11-مسجد کے احاطہ میں پھل پھول سبزی لگی ہے معتکف اس کی دیکھ بھال کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو حصہ نماز کے لئے ہے وہ مسجد ہے وہاں سے پانی وغیرہ دیدے تو مضائقہ نہیں باہر نہ نکلے۔

12-مسجد سے ملحق باغ ہے، معتکف مسجد میں بیٹھے بیٹھے چلتے پھرتے باغ کی نگرانی کر سکتا ہے؟ پرندوں

کو بھگانے کے لئے ڈوری کھینچ یا چلا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں چلانا منع ہے، بغیر چلائے نگرانی کر سکتا ہے۔

13- تعمیرِ مسجد کا کام مسجد میں جاری ہے، معتکف مزدوری سے یا فی سبیل اللہ کام کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نہ جانا پڑے تو کر سکتا ہے۔

14- عورت گھر پر معتکف تھی، ماہواری خون جاری ہوگیا، یا شوہر سے جبراً صحبت کرلی، نہا کر پھر معتکف ہوگئی کیا حکم ہے؟

جواب: پہلا اعتکاف ختم ہو گیا، دوسرا شروع ہوا، اگر عشرہ اخیرہ میں ایسا ہوا تو سنت ادا نہ ہوئی۔

15- معتکف گھر استنجاء کرنے گیا، وہاں اس کی عورت تھی، اس کو دیکھ کر دماغی توازن کھو بیٹھا اور صحبت کرلی، بعد فراغت غسل کر کے معتکف ہو گیا کیا حکم ہے، جب کہ دوسرا کوئی معتکف نہیں ہے؟

جواب: یہ بھی (جواب نمبر 14) کی طرح ہے۔

16- معتکف کی بیوی کھانا دینے مسجد میں آئی، معتکف نے بوسہ لے لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا ممنوع ہے، مگر صرف اتنی بات سے اعتکاف ختم نہیں ہوا۔

17- معتکف ۲۴/ رمضان کو پاگل ہو گیا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ مکلف نہیں رہا، اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے۔

18- معتکف کے قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا جنازہ میں شرکت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شرکتِ جنازہ کے لئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

19- معتکف کی بیوی یا بچے کا انتقال ہو گیا، تجہیز و تکفین کا انتظام معتکف کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اعتکاف باقی نہ رہے گا، اگرچہ ضرورت کی بناء پر ایسا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اور اس سے گنہگار نہ ہو گا۔

20-معتکف کی یا کسی عزیز کی لڑکی کی شادی ہے، شرکت کر سکتا ہے، جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

21-مسجد میں پانی نہیں معتکف وضو کرنے یا پانی لینے تالاب ندی یا کنویں پر جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جاسکتا ہے۔(اگر کوئی لانے والا نہ ہو)

22-معتکف کو غسل کی حاجت ہو گئی، مسجد میں پانی نہیں ہے کیا حکم ہے، تیمم کرے یا باہر جا کر غسل کرے؟

جواب: تیمم کر کے باہر نکلے اور غسل کرے۔

23-معتکف کا ایک دن سحر وافطار نہیں آیا، کھانا لینے گھر جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی لانے والا نہ ہو تو جاسکتا ہے۔

24-۲۸ رمضان کو معتکف کی مقدمہ کی پیشی آگئی کیا حکم ہے؟ کسی دوسرے کو بٹھا کر جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر جائے گا تو اعتکاف باقی نہ رہے گا، اور دوسرے شخص کے بٹھانے سے اس کے اعتکاف میں پیوند نہیں لگے گا۔

25-معتکف سخت بیمار ہو گیا، علاج کو باہر جاتا ہے کیا حکم ہے؟

جواب: باہر جانے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

26-حافظ صاحب معتکف ہو گئے، تراویح پڑھانے دوسری مسجد میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ان کا بھی اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

27-عالم صاحب معتکف ہو گئے، وعظ کہنے دوسری مسجد یا دینی مجلس میں یا شارعِ عام پر جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ان کا بھی یہی حال ہے۔

28-معتکف سیاسی آدمی ہیں، ایک میٹنگ ہے کلام کرنا ہے اور ضروری ہے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

29-کیا معتکف رائے شماری میں ووٹ دینے جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

30-معتکف کے پیر صاحب پاس والے گاؤں ریل یا موٹر سے گذر رہے ہیں تو ان کو مصافحہ کرنے جا سکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

31-معتکف اپنے مقامی پیر صاحب سے ملاقات کو روزانہ، ہفتہ میں یا عشرہ میں جا سکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

32-معتکف کی بیوی کی طبیعت خراب ہو گئی علاج کو لے جاتا ہے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

33-معتکف کو حاکم یا افسر نے طلب کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

34-لڑائی جھگڑے میں صلح وصفائی کو جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر جا سکتا ہے تو کتنی دور اور کتنی دیر کو جا سکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

35-معتکف سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے کا عمل جانتا ہے، پاس والے گاؤں میں سانپ نے کاٹ لیا، لوگ بلانے آئے، جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

37-معتکف روزانہ صبح اپنی بیوی کی دوا لینے شفاخانہ جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

37-مسجد کے پڑوس میں آگ لگ گئی معتکف آگ بجھانے جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

38-مسجد میں آگ لگ گئی معتکف پانی ڈھونے آگ بجھانے کو کنویں پر جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

39-مسجد کسی حادثہ میں شہید ہو گئی، معتکف باقی دن دوسری مسجد یا مسجد نہ ہو تو گھر میں پورے کر سکتا ہے؟

جواب: دوسری مسجد میں اعتکاف پورا کرے۔

40-معتکف پاخانہ کرنے گیا، راستہ میں نقدی یا ضروری کاغذات گر گئے، تلاش کرنے جاسکتا ہے؟

جواب: اس کی بھی گنجائش ہے۔

41-معتکف نے جوتے مسجد سے باہر اتار دیئے، چوری کئے جانے کا ڈر ہے اب اُٹھانے باہر جاسکتا ہے؟

جواب: صحن مسجد کے متصل ہی ہوں تو اٹھالے یعنی اگر صحن سے اتنے متصل ہو کہ قدموں کو باہر نکالے بغیر اٹھا سکتا ہو تو اٹھالے ورنہ کسی دوسرے سے منگوالے۔

42-معتکف چائے کا شدت سے عادی ہے، ایک دن گھر سے نہیں آئی، ہوٹل یا گھر چائے پینے جاسکتا ہے؟

جواب: گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہ ہو بہتر یہ ہے کہ وہاں سے لاکر مسجد میں پیئے۔

43-معتکف علماءِ کرام کا وعظ سننے دوسری مسجد یا دینی مجلس یا شارعِ عام پر جاسکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

44-معتکف طالب علم ہے سبق سنانے مدرسہ جاسکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

45-معتکف کے گھر چوری ہو گئی، رپورٹ لکھانے جاسکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

46-معتکف کثرت سے بیڑی پیتا ہے، بار بار جانا پڑتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: گنجائش ہے اگر بغیر اس کے گذارہ نہیں، یہ حکم اضطراری حالت و مجبوری کی کیفیت کا ہے، اسوقت حقہ، بیڑی، وغیرہ کے لئے نکلنا طبعی ضرورت میں شمار ہو گا اور مخل ومفسد اعتکاف نہ ہو گا، جیسا کہ فتاوی رحیمیہ (۲۰۲/۵، باب الاعتکاف، طبع گجرات) اور فتاوی رشیدیہ میں اسکی اجازت دی گئی ہے:

"معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر اور کلی کر کے بو زائل کر کے مسجد میں چلا آوے" (فتاوی رشیدیہ ص۷۵، حصہ سوم طبع دہلی)

ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے جائے تو یہ کام بھی کر لے پھر منہ خوب مسواک سے صاف کر کے مسجد میں آجائے، مستقل اسی کام کے لئے نکلنا درست نہیں۔ (کفایت المفتی)

47-معتکف نے کپڑے سوکھنے کے لئے ڈالے، ہوا میں اُڑ گئے، اٹھانے جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

48-ایسا آدمی جو نہ روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے، اس کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا معتکف ترکِ فرض کی وجہ سے سخت گنہگار ہے، (البتہ وہ اعتکاف کر سکتا ہے اور اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا لازم ہو گا)

49-معتکف دن بھر اپنے کاروبار کے سلسلہ میں لوگوں سے مسجد میں بات چیت کرتا ہے، ویسے نماز

روزہ کا پابند ہے کیا حکم ہے؟

جواب: اعتکاف تو ہو جائے گا مگر اس کے اصلی منافع مرتب نہ ہوں گے۔

50-معتکف نے مسجد میں فون لگوالیا ہے، دن بھر اپنے کاروبار، بیوی، بچوں سے باخبر رہتا ہے کیا حکم ہے؟

جواب: حسبِ ضرورت باخبر رہنے سے مضائقہ نہیں۔

51-معتکف گھر پاخانہ جاتے ہوئے دو بالٹی پانی گھر لے جاتا ہے واپسی پر دو بالٹی مسجد میں لیتا آتا ہے؟

جواب: درست ہے مگر مسجد کی بالٹی کو اس طرح گھر کے لئے استعمال نہ کرے۔

52-معتکف صبح پاخانہ کرنے جاتا ہے تو راستہ میں اپنی دوکان کا تالہ کھول دیتا ہے اور پاخانہ کرکے مسجد آجاتا ہے، نوکر دن بھر کاروبار چلاتے ہیں، شام کو جب پاخانہ کرنے جاتا ہے، تو نقدی سنبھال کر ڈال دیتا ہے، اور پاخانہ کرکے مسجد آجاتا ہے؟

جواب: گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہیں۔

53-مولانا صاحب معتکف ہیں لیکن بچوں کو عربی سبق دینے روزانہ مدرسہ ایک گھنٹہ کو جاتے ہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

54-حکیم صاحب معتکف ہیں، لیکن مسجد میں روزانہ صبح ایک گھنٹہ کے قریب مریضوں کو دیکھ کر نسخے لکھتے ہیں؟

جواب: اگر حکیم صاحب مسجد میں نسخے لکھیں تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور اگر مطلب میں جاتے ہیں تو فاسد ہو جائیگا یعنی اگر مسجد سے باہر نکلے تو ان کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

55-ماسٹر صاحب معتکف ہیں، دو بچوں کو ٹیوشن پڑھانے ایک گھنٹہ کو جاتے ہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

56-ماسٹر صاحب معتکف ہیں، مسجد میں چند بچوں کو ہندی یا انگریزی پڑھاتے ہیں؟

جواب: اعتکاف تو فاسد نہیں ہوتا، مگر منافعِ اعتکاف بھی پورے حاصل نہیں ہوتے۔

57-معتکف صبح پاخانہ کر کے گھر سے واپس آیا تو بیلوں کو کھولتا لے آیا، اور کھلیان میں رات میں بند کر کے مسجد آگیا شام کو پاخانہ جاتے وقت کھلیان سے لے گیا اور گھر باندھ کر کے پاخانہ کر کے مسجد آگیا، کیا حکم ہے؟

جواب: گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہیں۔

58-مسجد میں بیت الخلاء ہے معتکف کا کہنا ہے کہ مجھے اپنے گھر کے بیت الخلاء کے علاوہ کہیں قضاحاجت نہیں اترتی، کیا معتکف اپنے گھر قضاحاجت کرنے جاسکتا ہے؟

جواب: جاسکتا ہے۔

59-معتکف پاخانہ پیشاب کو جب جب مسجد سے باہر نکلے واپسی پر ہر مرتبہ اعتکاف کی دعا پڑھے یا پہلے دن داخل ہوتے وقت کی دعا آخر تک کافی ہے؟

جواب: پہلی دعاء کافی ہے، ہر دفعہ پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔

60-معتکف بھول سے مسجد سے باہر چلا گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: اعتکاف ختم ہو گیا۔

61-معتکف اپنے محلہ کی مسجد میں بیٹھ گیا، نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع مسجد جاسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: جاسکتا ہے۔

62-معتکف اپنے گاؤں کی مسجد میں بیٹھ گیا وہاں جمعہ نہیں ہوتا، بلکہ جمعہ پاس والے دوسرے گاؤں میں ہوتا ہے، نماز جمعہ ادا کرنے جاسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: جس گاؤں جمعہ نہیں ہوتا ایسے آدمی پر جمعہ فرض نہیں بلکہ اسکے ذمے ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے جب جمعہ فرض نہیں تو جمعہ کے لئے نکلنا حاجت شرعیہ میں شمار نہ ہوگا اور معتکف کیلئے بغیر حاجت شرعیہ طبعیہ

کے نکلنا درست نہیں۔

63-معتکف کو پولیس یا کوئی آدمی کسی چکر میں جبراً پکڑلے گیا، بعد دو گھنٹہ کے چھوڑ دیا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

64-مسجد کے قریب میں جھگڑا ہوا گیا، معتکف کو جان کا خوف ہے، مسجد چھوڑ کر بھاگ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دوسرے دن امن ہو گیا تو معتکف اب معتکف رہا یا اعتکاف ٹوٹ گیا؟

جواب: اگر مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

65-معتکف مسجد میں مخصوص ایک ہی جگہ بیٹھے یا باہر جگہ بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: ایک جگہ بیٹھنا لازم نہیں، مسجد کے کسی بھی حصہ میں جانے کی اجازت ہے، مثلاً اندر گرمی ہو تو صحن میں بھی آسکتا ہے۔

66-معتکف مسجد میں یا خارجِ مسجد اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: معتکف کو اذان پڑھنے کی اجازت ہے، اگر وہ موذن ہے تو اذان کی متعینہ جگہ (خارجِ مسجد) بھی اذان پڑھ سکتا ہے۔

67-گاؤں اور شہر کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے یا فقط ایک ہی مسجد میں کافی ہو گا؟

جواب: اچھا تو یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کیا جائے، ہر محلہ میں کسی مسجد میں اعتکاف کر لیا جائے، تب بھی کافی ہو گا۔

68-بستی کی مختلف مسجدوں میں سے کسی ایک جگہ اعتکاف کرنا کافی ہے یا ہر مسجد میں کیا جائے؟

جواب: اگر یہ سب آبادیاں دیکھنے میں جداگانہ معلوم ہوتی ہیں، تو ایک آبادی کا اعتکاف دوسری کے لئے کافی نہیں۔

69-جو مسجدیں وقف نہیں ہیں ان میں رمضان المبارک کا اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد شرعی تو اسی وقت بنتی ہے جب کہ وہ وقف ہو بغیر وقف کے وہ شرعی مسجد نہیں، اگرچہ نمازِ جمعہ اور پنجگانہ نماز پڑھنے سے وہاں بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر موقوفہ مسجد کو فضیلت حاصل ہے اور اعتکاف موقوفہ مسجد ہی میں کیا جائے۔

70: ایک محلہ کا کوئی آدمی اگر دوسرے محلہ کی مسجد میں عشرۂ اخیرہ رمضان کا اعتکاف کرے تو کیا اس کے اعتکاف کرنے سے اس مسجد کے محلہ والوں سے اعتکاف مسنون ادا ہو جائے گا، یا اس مسجد کے محلہ والوں میں ہی کسی کا معتکف بننا ضروری ہے؟

جواب: جس محلہ کی مسجد میں اعتکاف کریگا اس مسجد سے متعلق سنتِ اعتکاف ادا ہو جائے گی، مگر اہلِ محلہ کو چاہئے کہ خود ہی اعتکاف کریں دوسرے محلہ سے بلا کر اعتکاف کرا کے خود محروم نہ رہیں۔

71- ایک محلہ کا کوئی آدمی دوسرے محلہ کا امام ہو تو ان امام صاحب کو اپنی امامت کے محلہ والوں میں سے شرعاً شمار کیا جائے یا نہیں؟ نیز ان کے لئے امامت کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے اس محلہ والوں سے اعتکافِ مسنونہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: یہ امام صاحب جس محلہ کے مسجد کے امام صاحب ہیں بحق اعتکاف اسی محلہ کے شمار ہوں گے۔

72- مسجد سرکاری احاطہ میں ہے، صرف نماز و اذان کی اجازت ہے، وہاں رات کو رکنے کی اجازت نہیں ہے، ایسی صورت میں اعتکاف ہو گا یا نہ ہو گا؟

جواب: جب وہاں رات کو رہنے کی اجازت نہیں تو اعتکاف کیسے کرے گا؟ اعتکاف کے لئے رات ٹھیرنا لازمی شرط ہے۔

73- ویران مسجد یا عید گاہ میں ایک صاحب نے اعتکاف کیا مسجد میں کوئی نہ بیٹھا، کیا حکم ہے؟

جواب: اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جاتا ہے جہاں اذان و جماعت پنجگانہ کا اہتمام ہو، اگر ویران مسجد میں بھی اعتکاف کیا تو ہو جائے گا عید گاہ میں کافی نہیں۔

74-اگر مسجد کے متصل حجرہ ہو جو کہ مسجد ہی کا حصہ ہو اور اس کا دروازہ مسجد کے اندر ہی کو ہو، متوّلی مسجد بیان کرتے ہیں کہ یہ مسجد تعمیر ہوتے وقت یہ حصہ مسجد ہی کی نیت سے تعمیر ہوا مگر صف سیدھی کرنے کی وجہ سے کمیٹی نے اس حصہ کو علیحدہ کر دیا اور یہ طے ہوا کہ اس میں مسجد وغیرہ کا سامان رکھ دیا جایا کرے گا، اس حجرہ میں معتکف اعتکاف کے لئے بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا کوئی دروازہ باہر کو نہیں ہے؟

جواب: مسجد کے کسی حصہ کو جو نماز کے لئے ہو کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص کر دینا اور نماز کو وہاں سے ختم کر دینا جائز نہیں، حجرہ کی بظاہر ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد سے خارج ہے، مسجد نہیں ہے، امام یا متوّلی یا سامان کے لئے بنایا گیا ہے، اس لئے اس حجرہ میں اعتکاف نہ کیا جائے، ہاں! اگر دروازہ یا دیوار توڑ کر مسجد میں شامل کرلے تو پھر وہاں اعتکاف کرنے میں مضائقہ نہیں۔

75-رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرنے والا اگر بغیر عذر شرعی وطبعی مسجد کی حد سے کچھ دیر کے لئے باہر چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو گا یا نہیں؟ کیا اس مسئلہ میں اس زمانہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے؟

جواب: شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے، مگر صاحب ہدایہ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول راجح ہے، اس لئے اس مسئلہ میں نزاع نہیں چاہئیے، امام صاحب رحمہ اللہ کا قول اَورع ہے، اور صاحبین کا قول اَوسع ہے، صراحۃً فتویٰ کسی مذہب پر نہیں دیکھا صرف قیاس واستحسان کے لفظ سے ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

اعتکاف کا اہم مقصد، شب قدر کا حصول:

● حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کرتے تھے، جب بیسویں رات گزر جاتی اور اکیسویں رات آجاتی تو اپنے گھر کو واپس آجاتے اور جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی واپس ہو جاتے، ایک مرتبہ ایک رمضان میں آپ ﷺ

اس رات کو اعتکاف میں رہے جس میں آپ واپس ہو جاتے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ نے چاہا اس کا حکم دیا پھر فرمایا کہ میں اس عشرے میں اعتکاف کرتا تھا مگر اب آشکارا ہوا کہ اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں، اس لئے جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں ہیں، وہ اپنے اعتکاف کی جگہ میں ٹھہرے رہیں اور مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی، پھر وہ مجھ سے بھلادی گئی، اس لئے اسے آخری عشرے اور ہر طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں! پھر رات میں آسمان سے پانی برسا اور حضور اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ سے مسجد ٹپکنے لگی، وہ اکیسویں کی رات تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نماز صبح سے فارغ ہوئے اور آپ کا چہرہ کیچڑ اور پانی سے بھرا ہوا تھا۔ (بخاری)

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو اور شب قدر ان راتوں میں، جب نو یا سات یا پانچ (راتیں) باقی رہ جائیں، عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔ (بخاری)

● حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کے بارے بتائیں (کہ کس رات میں ہے، لیکن آپ نے دیکھا کہ) دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نکلا تھا کہ تمہیں شب قدر کے بارے میں بتاؤں لیکن فلاں فلاں شخص جھگڑنے لگے، اس لئے اس کا علم مجھ سے اٹھالیا گیا اور ممکن ہے کہ اس میں تمہاری بہتری ہو، اس لئے اس کو آخری عشرے کی نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

فائدہ: ماہ رمضان کی یہ مقدس رات لیۃ القدر کہلاتی ہے کیونکہ اسی رات میں بندوں کے رزق، ان کی زندگی و موت اور وہ واقعات و امور جو پورے سال رونما ہونے والے ہوتے ہیں، وہ اسی رات میں لکھ دیئے جاتے

ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس شب کے عظیم القدر ہونے کی وجہ سے اس کا نام لیلۃ القدر ہے۔

شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے:

جمہور عُلَماء کے نزدیک اخیر عشرہ اِکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے، عام ہے کہ مہینہ ۲۹ء کا ہو یا ۳۰ء کا، اِس حساب سے شبِ قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ء راتوں میں کرنا چاہیے، اگر مہینہ ۲۹ء کا ہو تب بھی اَخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے؛ حضور اکرم ﷺ لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا، اِس لیے بھی جمہور کا قول "اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوِی احتمال ہے" زیادہ راجح ہے، اگرچہ احتمال اَور راتوں میں بھی ہے۔ (فضائل رمضان ملخصاً)

آخری عشرہ کی کونسی تاریخ ہے؟

آخری عشرہ کی کونسی تاریخ ہے، اس کی تعیین میں رِوایات کے بہ کثرت اختلاف کی وجہ بہت زیادہ اقوال ہیں، مُحقِّقین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں، کہ ہر سال حضور اکرم ﷺ نے اُس سال کے مُتعلّق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا، اور بعض سالوں میں متعیَّن طور سے بھی ارشاد فرمایا چنانچہ:

▪ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں ایک مرتبہ شبِ قدر کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ۲۳ء ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو۔

▪ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانے کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قِیامت تک رہے گی، میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصے میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو، پھر آپ ﷺ اور باتوں میں مشغول ہوگئے، میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرے

کے کونسے حصّے میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ اِتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خَفا ہوئے تھے نہ بعد میں، اور فرمایا کہ اگر اللہ تعَالٰی شَانُہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو، پس اِس کے بعد اَور کچھ نہ پوچھیو۔

▪ ایک صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے ۲۳ر کی شب متعیَّن طور پر ارشاد فرمائی، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سورہا تھا، مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ! آج شبِ قدر ہے، میں جلدی سے اُٹھ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گیا، تو آپ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی، اور یہ رات ۲۳ر کی شب تھی۔

▪ بعض روایات میں متعیَّن طور سے ۲۴ر کی شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

▪ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شبِ قدر کو پا سکتا ہے، یعنی شبِ قدر تمام سال میں دَائِر رہتی ہے، کسی نے ابنِ کَعب رضی اللہ عنہ سے اِس کو نقل فرمایا، تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں، پھر قَسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ر رمضان کو ہوتی ہے۔

▪ اِسی طرح سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ر کی شب میں ہوتی ہے، اُبَی بن کَعب رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہی ہے، ورنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اِس کو معلوم کر سکتا ہے، دُرِّ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے یہی نقل کرتے ہیں۔

ائمہ کے اقوال:

▪ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔

▪ دوسرا قول یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔

▪ صاحبین کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعیَّن ہے، مگر معلوم نہیں۔

▪شافعِیَّہ کارَاجح قول یہ ہے کہ ۲۱ر کی شب میں ہونا اَقرب ہے۔

▪امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرے کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔

▪جمہور عُلَمَاء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔

▪ شیخُ العَارِفین مُحیُ الدِّین ابنِ عربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اُن لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے، اِس لیے کہ میں نے دو مرتبہ اِس کو شعبان میں دیکھا ہے، ایک مرتبہ پندرہ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ر کو، اور دو مرتبہ رمضان کے درمیان عشرے میں، ۱۳ر کو اور ۱۸ر کو، اور رمضان کے اخیر عشرے کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے، اِس لیے مجھے اِس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے، لیکن رمضانُ المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

▪ حضرت شاہ وَلیُ اللہ دہلوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے، ایک وہ رات ہے جس میں احکامِ خداوندی نازل ہوتے ہیں، اور اِسی رات میں قرآن شریف لوحِ محفوظ سے اُترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں، تمام سال میں دَائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا اُس سال رمضانُ المبارک میں تھی، اور اکثر رمضانُ المبارک ہی میں ہوتی ہے اور دوسری شبِ قدر وہ ہے جس میں رُوحانیت کا ایک خاص اِنتِشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں، اور شیاطِین دُور رہتے ہیں، دُعائیں اور عبادتیں قَبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے، اور اخیر عشرے کی وِتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی صاحب نَوَّرَاللہُ مَرقَدَہٗ اِسی قول کو راجح فرماتے تھے۔ (فضائل رمضان)

شبِ قدر کی فضیلت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{ إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَآ أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ

وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ، سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ }

ترجمہ و مفہوم آیات:

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے (اور زیادت تشویق کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے کہ) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے، وہ رات ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرائیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (جیسا حدیث بیہقی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل (علیہ السلام) فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود و ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں) وہ شب قدر (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے (یہ نہیں کہ اس شب کے کسی حصہ خاص میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو۔ (معارف القرآن ملخصا)۔

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضانُ المبارک کا مہینہ آیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اِس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خَیر سے محروم رہ گیا، اور اِس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا؛ مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ، وإسنادہ حسن إن شاء اللہ کذا في الترغیب)

فائدہ: لیلۃ القدر کی سعادت خاص طور پر امت محمدیہ کے لئے مخصوص ہوئی ہے تا کہ اس امت کے لوگ اپنی چھوٹی عمروں کے باوجود بہت زیادہ پائیں چنانچہ اس بارے میں ایک روایت بھی منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو پچھلی امتوں کے لوگوں کی عمروں کی زیادتی کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے افسوس کا اظہار کیا کہ میری امت کے لوگ اپنی ان چھوٹی عمروں میں ان لوگوں کی طرح زیادہ نیک کام

نہیں کر سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطہ سے پوری امت کو لیلۃ القدر کی عظیم سعادت عطافرمائی جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔

▪ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے اسی برس تک اللہ رب العزت کی عبادت کی اور ان کا ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہیں گزرا اور وہ اشخاص یہ تھے:

(۱) حضرت ایوب علیہ السلام

(۲) حضرت زکریا علیہ السلام

(۳) حضرت حزقیل علیہ السلام

(٤) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ تعجب کرنے لگے اور (متمنی ہوئے کہ کاش ہماری بھی اتنی ہی عمریں ہوتیں کہ ہم بھی اتنی طویل مدت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے محمد! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی اسی برس کی عبادت پر متعجب ہوتی ہے (تو سنئے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے آیت (انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) پوری سورت پڑھی جس کے ذریعہ یہ عظیم بشارت عطا فرمائی گئی کہ لیلۃ القدر جو آپ ﷺ کو اور آپ کی پوری امت کو عطا کی گئی ہے، اس چیز سے بہتر ہے جس کے لئے آپ ﷺ اور آپ کی امت متعجب و متمنی ہیں، اس عظیم سعادت و خوش بختی پر آقائے دوجہاں سرور کونین ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

اس مبارک رات کے لمحات ہزار مہینہ کے تراسی برس اور چار مہینے ہوتے ہیں، اس رات میں اللہ رب العزت کی رحمت خاص کی تجلی آسمان دنیا پر غروب آفتاب کے وقت سے صبح تک ہوتی ہے، اس شب میں ملائکہ

اور ارواح طیبہ صلحاء اور عابدین سے ملاقات کے لئے اترتی ہیں، اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی، اسی شب میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے، اس شب میں عبادت کا ثواب دوسرے اوقات کی عبادت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور یہی وہ مقدس شب ہے جس میں بندہ کی زبان و قلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

شب قدر کی عدم تعیین میں حکمت:

شریعت نے واضح طور پر کسی شب کو متعین کر کے نہیں بتایا ہے کہ لیلۃ القدر فلاں شب ہے، گویا اس شب کو پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واضح طور پر اس شب کی نشان دہی کر دی جاتی تو عبادات و طاعات کی طرف لوگوں کا میلان نہ رہتا بلکہ صرف اسی شب میں عبادت کر کے یہ سمجھ لیتے کہ ہم نے پورے سال کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب حاصل کر لیا، اس لئے اس شب کو متعین نہیں کیا گیا تاکہ لوگ عبادات و طاعات میں ہمہ وقت مصروف رہیں صرف اسی شب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جو شخص پورے سال عبادت الٰہی کے لئے شب بیداری کو اختیار کرے گا تو انشاء اللہ اسے شب قدر کی سعادت ضرور حاصل ہو گی، اسی لئے کہا گیا ہے کہ من لم یعرف قدر اللیلۃ کیف یعرف قدر لیلۃ القدر یعنی جس شخص نے رات کی قدر نہ پہچانی یعنی عبادت الٰہی کے لئے شب بیداری نہیں کی وہ لیلۃ القدر کی عظمت و سعادت کو کیا پہچان پائیں گے؟ (مستفاد از مظاہر حق)

شب قدر کی علامات:

● حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے شبِ قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرے کی طاق راتوں میں ہے، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷،

۲۹ یا رمضان کی آخر رات میں، جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اِس رات میں عبادت کرے اُس کے پچھلے سب گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔ اِس رات کی مِن جُملہ اَور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمک دار ہوتی ہے، صاف شَفَّاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی، بلکہ مُعتَدِل، گویا کہ اُس میں (اَنوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے، اِس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے، نیز اِس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اِس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شُعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹِکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جَلّ شَانُہٗ نے اِس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اُس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا، بخلاف اَور دنوں کے، کہ طلوعِ آفتاب کے وقت شیطان کا اُس جگہ ظُہور ہوتا ہے۔ (در منثور عن اُحمد، والبیہقی، ومحمد بن نصر وغیر ھم)۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس رات کی کچھ ایسی علامتیں ہیں جو احادیث و آثار سے منقول ہیں اور بعض علامتیں اہل کشف نے پہچانی ہیں چنانچہ طبری نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں درخت بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اسی طرح اس رات میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ (مظاہر حق) جن کو اِس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے، بِالخصوص اِس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شُعاع کے نکلتا ہے، یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اِس کے علاوہ اَور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں۔

▪ عَبدہ بن اَبی لُبابہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی چکھا تو پانی بالکل میٹھا تھا۔

ایوب بن خالد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہو گئی، میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا، اور یہ تیئیسویں شب کا قصہ ہے۔ (فضائل رمضان)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس شب کی تعین کے سلسلہ میں ان چیزوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ اکثر

لوگ اس مقدس شب کو پالیتے ہیں مگر نہ تو وہ درختوں کو سجدہ ریز دیکھتے ہیں اور نہ تمام چیزیں سجدہ کرتی نظر آتی ہیں، اس لئے ہو سکتا ہے ایک ہی جگہ دو آدمی موجود ہوں، دونوں شب قدر کو پالیں ان میں سے ایک کو علامتیں نظر آئیں مگر دوسرے کو ان میں سے کچھ بھی محسوس نہ ہو، بہر کیف سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اس مقدس رات میں عبادت الٰہی وذکر ومناجات خضوع وخشوع اور حضور واخلاص کی توفیق حاصل ہو جائے تو جانے کہ یہ عظیم سعادت حاصل ہو گئی۔ (مظاہر حق)

شب قدر کی عبادات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یارسولَ اللہ! اگر مجھے شبِ قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

{اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ}

ترجمہ: اے اللہ! تُو بے شک مُعاف کرنے والا ہے، اور پسند کرتا ہے مُعاف کرنے کو، پس مُعاف فرمادے مجھ سے بھی۔ (أحمد وابن ماجہ والترمذی)

فائدہ: نہایت جامع دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لُطف وکرم سے آخرت کے مطالبے سے مُعاف فرمادیں تو اِس سے بڑھ کر اَور کیا چاہیے؟

حضرت سفیان ثَورِی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اِس رات میں دعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت دوسری عبادات کے۔

ابنِ رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صرف دعا نہیں، بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے، مثلاً: تلاوت، نماز، دعا اور مراقَبہ وغیرہ؛ اِس لیے کہ حضور اکرم ﷺ سے یہ سب اُمور منقول ہیں، یہی قول زیادہ اَقرب ہے۔ (فضائل رمضان)

شب بیداری کے لئے اہم ہدایت:

شب بیداری کے سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ اس رات کے اکثر حصہ میں عبادت الٰہی کے لئے جاگتے رہنا معتبر ہے، ہاں! اگر کوئی شخص پوری شب جاگتا رہے تو افضل ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی مرض و تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے یا فرائض و سنن مؤکدہ میں نقص و خلل واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو، ورنہ تو رات کے جس قدر حصے میں جاگنے اور عبادت و ذکر میں مشغول رہنے کی توفیق حاصل ہو جائے انشاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا، وأن لیس للانسان الا ما سعی، وکان سعیہ مشکورا۔ (مظاہر حق)

اہل اللہ کی عبادات کے احوال:

▪ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے تھے۔

▪ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گزار دیتے، صرف رات کے اوّل حصے میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔

▪ شرح اِحیاء میں اَبو طالب مکی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بہ طریقِ تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وُضو سے نمازِ صبح پڑھتے تھے۔

▪ حضرت شَدّاد رحمہ اللہ رات کو لیٹتے اور تمام رات کَروَٹیں بدل کر صبح کر دیتے، اور کہتے کہ یا اللہ! آگ کے ڈر نے میری نیند اُڑا دی۔

▪ حضرت اَسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔

▪ حضرت سعید بن اُلمُسیِّب رحمہ اللہ نے پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

▪ حضرت صلہ بن اَشیَم رحمہ اللہ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ! میں اِس قابل تو نہیں ہوں کہ جنّت مانگوں، صرف اِتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو۔

▪ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے، مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔

▪ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا چالیس سال تک عشاء کے وُضو سے صبح کی نماز پڑھنا اِتنا مشہور ومعروف ہے کہ اِس سے اِنکار تاریخ کے اِعتماد کو ہٹاتا ہے، جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوّت کس طرح حاصل ہوئی؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طُفیل ایک مخصوص طریق پر دُعا کی تھی، صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قَیلُولہ کا ارشاد ہے، گویا دوپہر کے سونے میں بھی اِتّباعِ سنّت کا اِرادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اِتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترَس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اِس آیت کو پڑھتے اور روتے گذار دی{بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ}(سورۂ قمر، ع:۳)

▪ حضرت ابراہیم بن اَدہم رحمہ اللہ رمضانُ المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو۔

▪ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ رمضانُ المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے۔

اِن کے علاوہ سیکڑوں واقعات ہیں جنہوں نے { وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ } پر عمل کرکے بتلادیا کہ کرنے والے کے لیے کچھ مشکل نہیں، یہ سَلَف کے واقعات ہیں، اب بھی کرنے والے موجود ہیں، اِس درجے کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانے کے موافق، اپنی طاقت وقُدرت کے موافق نمونۂ سَلَف اب بھی موجود ہیں، اور محبوبِ کبریاء سرورِ کونین ﷺ کا سچا اِقتِدا کرنے والے اِس دَورِ فساد میں بھی موجود ہیں، نہ راحت وآرام اِنہماکِ عبادت سے مانع ہوتا ہے، نہ دُنیوی مشاغِل سدِراہ ہوتے ہیں، حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو غِنا سے بھر دُوں گا اور تیرے فَقر کو بند کر دُوں گا، ورنہ تیرے سینے کو مشاغل سے بھر دُوں گا اور فَقر زائل نہیں ہوگا، روزمرہ کے مشاہدات اِس سچے ارشاد کے شاہدِ عدل ہیں۔ (فضائل رمضان)

شب قدر کی نماز:

لوگوں میں مشہور ہے کہ شب قدر میں بارہ رکعات پڑھی جاتی ہیں، سو یہ درست نہیں، بارہ رکعات کی تعیین و تخصیص خاص شب قدر میں ثابت نہیں، حضور اکرم ﷺ کا معمول تہجد میں عادۃً آٹھ رکعت پڑھنے کا تھا، شب قدر میں عبادت کا حکم ہے، خواہ نماز پڑھے، تلاوت کرے یا ذکر واذکار میں مشغول رہے، نوافل ۱۲ رکعات بھی پڑھ سکتے ہیں، اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں، جتنی ہمت واستطاعت ہو نمازیں پڑھ سکتے ہیں، (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند؛جواب:7533)

شب قدر میں جماعت کرنا:

شب قدر کی کوئی مخصوص نماز نہیں، اس رات میں آدمی جو چاہے عبادت کرے، تہجد پڑھے، نوافل پڑھے، تلاوت واذاکار کرے، لیکن تنہا تنہا کرے، خاص شب قدر میں اسی نام سے کوئی نماز باجماعت ثابت نہیں، تراویح کے علاوہ سنن ونوافل میں جماعت مشروع نہیں۔(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند؛جواب:8193)

ہر ملک کی شب قدر اس کے حساب سے ہوگی:

اختلاف مطالع کے سبب چاند مختلف ملکوں اور شہروں میں مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کے برکات حاصل ہوں گے۔(معارف القرآن:794/8)

جس جگہ جو تاریخ ہوگی، وہیں کی تاریخ کے اعتبار سے شب قدر مانی جائے گی، جس طرح رمضان اور عید کی رات دو جگہ مختلف ہوتی ہے، اور ہر جگہ وہاں کی تاریخ کے اعتبار سے حکم ہوتا ہے، پس جس طرح نمازوں کا حکم ہر جگہ کے طلوع وغروب کے ساتھ ہے، اسی طرح ہر ملک کے حساب سے جو لیلۃ القدر ہوگی، اس وقت وہ برکات خاصہ اس ملک میں نازل ہوں گی اور جس وقت کسی دوسرے ملک کے حساب سے وہاں لیلۃ القدر ہوگی

ویسے ہی برکات ورحمت وہاں اس وقت متوجہ ہوں گی۔(مستفاد از فتوی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند؛ جواب: (14918

ستائیسویں شب کے التزامات:

شب قدر کے بارے اکثر حضرات کا رحجان اس طرف ہے کہ رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہے اور اللہ تعالی نے اس فضیلت والی رات کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالی کی حکمتیں ہیں جنہیں وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں، ہر چیز کا معلوم ہونا ہمارے لئے ضروری نہیں ہمارا کام صرف تعمیل ارشاد خداوندی ہے نہ کہ احکام کی علتوں کا معلوم کرنا، لہذا یہ دعوی کرنا کہ فلاں شب شب قدر ہے بہت مشکل ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ستائیسویں شب یقینی طور پر شب قدر نہیں ہو سکتی، اگرچہ بعض آثار سے ستائیسویں شب کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد نہیں ہو سکتا، اس رات میں کچھ اعمال کئے جاتے ہیں جن کی شرعی نوعیت درج ذیل ہے:

1- ختم قرآن: بعض فقہاء نے آثار کی وجہ سے اس رات میں ختم قرآن کو مستحب قرار دیا ہے، لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری اندلسی رحمہ اللہ اپنے فتاوی تاتارخانیہ (۱/۶۶۰) میں اس کی صراحت فرماتے ہیں: {وینبغی للامام اذا ارادالختم ان یختم فی اللیلة السابعة والعشرین لکثرة ماجاء من الاخبار انہا لیلة القدر}

لیکن اس کا اس طور پر اہتمام کرنا کہ گویا اس رات کے علاوہ میں ختم قرآن ہو نہیں سکتا، یہ صحیح نہیں ہے۔

2- شبینہ: اسی طرح اس رات میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل مفاسد ہیں۔

ا: شبینہ کی نماز نوافل میں سے شمار ہوتی ہے، جبکہ احناف کے ہاں راجح مذہب کے اعتبار سے نوافل کی جماعت مکروہ ہے، حالانکہ یہاں جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲: کلام مقدس کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں بعض اوقات انتہائی فحش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۳: سننے اور سنانے والے قرآن پاک کو اس کی عظمت کا خیال کر کے نہیں سنتے یا سناتے کیونکہ ہر ایک کے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ کون سنے گا، لہذا جنہوں نے بعد میں سنانا ہے وہ بڑے مزے سے پیچھے بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں تاکہ تھوڑا آرام ہو جائے اور سننے والے بھی انتظار کرتے ہیں کہ جب رکوع کے قریب پہنچ جائیں تو نماز میں شامل ہوں گے، یہ مالک الملک کی عبادت کی عظمت کے خلاف ہے۔

۴: عام طور پر اس موقع پر لاؤڈ اسپیکر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس مسجد کے قریب میں کوئی مریض ہو یا کوئی آرام کرنا چاہتا ہو تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ اپنی عبادت کیلئے دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا کونسی عبادت ہے، خاص طور پر اس وقت جب کہ مسجد میں موجود اشخاص تو رکوع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں اور لوگوں کو پریشان کر کے اسے ثواب سمجھا جا رہا ہو، اس سے بڑی حماقت اور کیا ہو گی۔

۵: عام طور پر تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والوں کو کچھ دینے کا رواج بھی ہے، حالانکہ تلاوتِ قرآن پر اجرت وغیرہ جائز نہیں، چاہے پہلے طے کر کے ہو یا معروف ہو، اور آپ اسے ہدیہ کا نام دیں یا کچھ اور، کیونکہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو کتنے حفاظ ان کے علاوہ بھی ہیں، کیا آپ انہیں بھی ایسے ہی ہدایا دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ آپ سب کو دیتے ہیں تو اس خاص موقع پر دینا کیا ضروری ہے، جبکہ اس سے شریعت کے خلاف ہونے کا کم سے کم شبہ ضرور موجود ہے۔

۶: لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، کھانے پینے کی اشیاء کی فروانی، تلاوت کے بعد قیمتی تحائف، یہ سب ریاکاری پر دلالت کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ پہنچنا تو درکنار الٹا اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے۔

۷: شبینہ کے بعد حفاظ کے درمیان موازنہ جو بعض اوقات دوسروں کی غیبت تک لے جاتا ہے، ورنہ کم سے کم ہتک عزت تو ہے ہی۔

۸: شبینہ میں جاگنے والوں میں سے بعض سے صبح کی نماز کا قضاء ہو جانا حالانکہ رات بھر کی نوافل سے صبح کی باجماعت نماز زیادہ ضروری ہے۔

۹: عام طور پر اس میں مسجد کی کمیٹی رقم خرچ کرتی ہے اور ان کے پاس مسجد کے چندے کی رقم ہوتی ہے، اسی میں سے اس موقع پر خرچ کر دی جاتی ہے، حالانکہ وہ چندہ شبینہ کے لیے جمع نہیں کیا گیا ہوتا، اس میں وہ افراد جو مسجد کی کمیٹی میں شامل ہیں اللہ کے ہاں مجرم ہیں جنہوں نے مسجد کی رقم دوسرے کام میں لگادی۔(نجم الفتاوی جلد اول)۔

صدقہ فطر کے وجوب کی حکمت:

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے روزوں کی بے ہودہ باتوں اور لغو کلام سے پاک کرنے کے لئے نیز مساکین کو کھلانے کے لئے صدقہ فطر لازم قرار دیا ہے۔(ابوداؤد)

فائدہ: یعنی کہ صدقہ فطر کو اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ تقصیرات و کوتاہی اور گناہوں کی وجہ سے روزوں میں جو خلل واقع ہو جائے، وہ اس کی وجہ سے جاتا رہے، نیز مساکین و غرباء عید کے دن لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ جائیں اور وہ صدقہ لے کر عید کی مسرتوں اور خوشیوں میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائیں، دار قطنی نے اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں کہ جو شخص صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرے گا، اس کا صدقہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو شخص نماز عید کے بعد ادا کرے گا، تو اس کا وہ صدقہ بس صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا۔

صدقہ فطر کے احکام:

● حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوۃ فطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے نیز آپ ﷺ نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو عید الفطر کی نماز کے

لئے جانے سے پہلے دے دیا جائے۔(بخاری ومسلم)

فائدہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے، فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور لفظ "فرض" کا معنیٰ "مقرر کرنا" ہے اور چونکہ صدقہ فطر دلیل قطعی کے ذریعے ثابت نہیں ہے، اس لئے صدقہ فطر عمل کے لحاظ سے تو فرض ہی کے برابر ہے لیکن اعتقادی طور پر اسے فرض نہیں کہا جا سکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ واجب ہے، فرض نہیں ہے۔

صدقہ فطر کا وجوب کس پر ہے؟

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق صدقہ فطر اسی شخص پر واجب ہوتا ہے جو مالدار ہو یعنی وہ اپنی ضرورت اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر اسباب و سامان وغیرہ کا مالک ہو یا اس کے بقدر سونا چاندی اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور قرض سے محفوظ ہو، صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے کے وقت ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص طلوع فجر سے پہلے مر جائے، اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور اسی طرح جو شخص طلوع فجر کے بعد اسلام لائے اور مال پائے یا جو بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہو، اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

اولاد اور ماتحت افراد کا صدقہ فطر:

● اولاد اگر چھوٹی ہو اور مالدار نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقہ فطر دینا واجب ہے، ہاں! اگر چھوٹی اولاد مالدار ہو تو پھر اس کا صدقہ فطر اس کے باپ پر واجب نہیں بلکہ اس کے مال میں دیا جائے گا۔

● بڑی اولاد جس پر دیوانگی طاری ہو، اس کا حکم بھی چھوٹی اولاد کی طرح ہے، اسی طرح بڑی اولاد کی طرف سے باپ پر اور بیوی کی طرف سے خاوند پر ان کا صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی باپ اپنی ہوشیار اولاد کی طرف سے یا کوئی خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ان کا صدقہ ان کی اجازت سے از راہ احسان و مروت ادا کر دے تو جائز ہوگا۔

● جو غلام خدمت کے لئے ہو، اس کی طرف سے اس کے مالک پر صدقہ فطر دینا واجب ہے، ہاں! جو

غلام تجارت کے لئے ہو، اس کی طرف سے صدقہ فطر دیناواجب نہیں ہے، اسی طرح جو غلام بھاگ جائے، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دیناواجب نہیں ہے، ہاں! جب وہ واپس آجائے تو اس وقت دیناواجب ہو گا۔

● روایت کے عمومی الفاظ سے گرچہ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کسی مسلمان پر اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں، تاہم دوسرے نصوص کی روشنی میں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ غلام کافر کا صدقہ فطر بھی اس کے مسلمان مالک پر واجب ہوتا ہے، مزید تفصیل مرقات شرح مشکوۃ میں دیکھ لی جائے اور حنفیہ کے ہاں صاحب ہدایہ ہی کے قول کے مطابق فتویٰ ہے۔(مستفاد از مظاہر حق)

● کسی کے ماتحت وہ ملازم (مثلاً چوکیدار، خانساماں، باورچی) جو مستقل گھر ہی میں رہتے ہوں، مالک کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان کا صدقہ فطر خود ادا کر دے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت:

حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دینا مستحب ہے، اگر کوئی شخص اس سے بھی پہلے خواہ ایک مہینے یا ایک مہینے سے بھی زیادہ پہلے دے دے تو جائز ہے، نماز عید کے بعد یا زیادہ تاخیر سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا بہر صورت دیناضروری ہوتا ہے۔(مظاہر حق)

صدقہ فطر کا نصاب:

زکوۃ اور صدقہ فطر میں فرق یہ ہے کہ زکوۃ سالانہ مالی فریضہ ہے اور صدقہ فطر خاص عید کے دن کا فریضہ ہے۔(فتاوی عثمانی) البتہ اس کے لئے بھی شریعت نے زکوۃ کے نصاب کے بقدر مال کو شرط قرار دیا ہے تاہم اس مال پر سال گزرنا شرط نہیں، چنانچہ جس شخص کے پاس عید الفطر کی طلوع کے وقت نصاب کے بقدر مال ہو گا تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔(معارف ترمذی 1/421)

کتاب الفتاوی جلد سوم میں ہے کہ: صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو، البتہ بالغ اور صحیح العقل ہونا ضروری نہیں، نابالغ یا فاتر العقل ہو لیکن صاحبِ ثروت ہو تو اس کا ولی اس

کے پیسوں سے اس کا صدقہ ادا کرے گا (بدائع الصنائع: ۶۹/۲) ہاں مالدار ہو، مالدار ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں: اکثر فقہاء کا خیال ہے کہ جس کے پاس ایک دن و رات کی خوراک کے علاوہ اتنی مقدار موجود ہو کہ صدقہ فطر ادا کر سکے، اسے صدقہ ادا کرنا ہوگا (المغنی ۳۵۹/۲)

حنفیہ کی رائے ہے کہ جس کے پاس بنیادی ضروریات (حوائج اصلیہ) رہائشی مکان، سامان خورد و نوش، استعمالی کپڑے کے علاوہ کرایہ کے مکانات، زمین، رکھے ہوئے کپڑے، فاضل اجناس، سونا، چاندی یا رقم اتنی مقدار میں ہو کہ ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جائے تو ان پر صدقہ فطر واجب ہوگا (الفتاوی الہندیۃ :۱۹۱/۱)

اگر بروقت صدقہ ادا نہیں کیا اور بعد کو محتاج ہو گیا تو صدقہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ (بدائع ۶۹/۲)

صدقہ فطر کے اصناف اور مقدار؟

● حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے میں سے ایک صاع یا جو میں سے ایک صاع یا کھجوروں میں سے ایک صاع یا کھجوروں میں سے ایک صاع اور یا خشک انگوروں میں ایک صاع صدقہ فطر نکالا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

● حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے گلی کوچوں میں یہ منادی کرائی کہ سن لو! صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد یا غلام اور چھوٹا ہو یا بڑا (اور اس کی مقدار) گیہوں یا اس کی مانند چیزوں (مثلاً خشک انگور وغیرہ) میں سے دو مد اور (گیہوں کے علاوہ) دوسرے غلوں میں سے ایک صاع۔ (ترمذی)

● حضرت عبداللہ بن ثعلبہ یا حضرت ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صعیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ فطر واجب ہے گیہوں میں سے ایک صاع دو آدمیوں کی طرف سے (کہ ہر

ایک کی طرف سے نصف نصف صاع ہو گا) خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، غنی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (صدقہ فطر دینے کی وجہ سے) اسے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ دیتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: مشکوٰۃ کے نسخوں راوی حدیث کا نام اگرچہ اسی طرح لکھا ہوا ہے لیکن صحیح اس طرح عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر یا بن ابی صعیر عن ابیہ الخ ہے، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جن سے ان کے صاحبزادے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ فطر دے، ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی کو تو اس کے صدقہ فطر دینے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر کو اس سے زیادہ دیتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا ہے، یہ بشارت اگرچہ غنی کے لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بھی اس سے کہیں زیادہ برکت عطا فرماتا ہے جتنا کہ اس نے دیا ہے مگر اس بشارت کو فقیر کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو اور وہ صدقہ فطر دینے میں پیچھے نہ رہے۔

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رمضان کے آخری دنوں میں (لوگوں سے) کہا کہ تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو یعنی صدقہ فطر ادا کرو، حضور اکرم ﷺ نے یہ صدقہ ہر مسلمان، آزاد، غلام، لونڈی، مرد، عورت (اور چھوٹے بڑے پر) کھجوروں اور جو میں سے ایک صاع اور گیہوں میں سے نصف صاع فرض (یعنی واجب) کیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: کھجور، کشمش، جو یا گیہوں کے علاوہ کسی اور خوردنی چیز کے ذریعہ صدقہ فطر نکالا جائے تو ایک "صاع" نکالنا ہو گا، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا اور گیہوں میں نصف صاع نکالا جائے گا جیسا کہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں "دو مد" گیہوں کو صدقہ قرار دیا گیا ہے اور دو مد کا پیمانہ آدھا صاع ہوتا ہے، امام طحاوی نے بھی اسی مضمون کی حدیث ثعلبہ سے نقل کیا ہے (جیسا کہ

اوپر گزرا) اور مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے آثار بھی اسی کے مطابق نقل کیے ہیں، البتہ کھجور، کشمش اور جو یا پنیر (جن کا حدیث میں ذکر ملتا ہے) کے علاوہ جن اشیاء کے ذریعہ صدقہ نکالنا ہو، ان میں نصف صاع گیہوں کی قیمت کا لحاظ رکھا جائے اور وہی قیمت یا اسی قیمت کا سامان صدقہ کیا جائے، گیہوں کے آٹا اور ستو میں بھی صدقہ کی مقدار نصف صاع ہے۔ (کتاب الفتاوی جلد سوم)

- کفایت المفتی جلد چہارم میں ہے کہ غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع جائز نہیں بلکہ نصف صاع گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دینے ہوں گے: ومالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ (در مختار)

- اگر چاول سے صدقہ فطر نکالنا ہو تو پہلے نصف صاع گندم کی قیمت معلوم کی جائے، اس کے بعد اس قیمت میں جتنے چاول آتے ہوں، اتنے چاول نکال دیئے جائیں: لما فی الدر المختار وما لم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة (فتاوی عثمانی)

خلاصہ یہ ہوا کہ احادیث میں صدقہ فطر کی چار چیزوں کا ذکر ہے، ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی حیثیت کے مطابق اعلی سے اعلی چیز کو اختیار کرے۔

پہلی چیز کشمش یا منقی:

کسی بھی قسم کا ایک صاع (ساڑھے تین کلو احتیاطا چار کلو) فی کس ادا کر دے یا بازار سے اس قیمت معلوم کر کے وہ ادا کر دے۔

دوسری چیز کھجور:

کسی بھی قسم کی ایک صاع (ساڑھے تین کلو احتیاطا چار کلو) فی کس ادا کرے یا بازار سے اس کی قیمت معلوم کر کے ادا کر دے۔

تیسری چیز جو:

کسی بھی قسم کے ایک صاع (ساڑھے تین کلو احتیاطا چار کلو) فی کس ادا کردے یا بازار سے اس کی قیمت معلوم کر کے قیمت ادا کر دے۔

چوتھی چیز گندم:

کسی بھی قسم کی نصف صاع (پونے دو کلو احتیاطا دو کلو) فی کس ادا کرے یا بازار سے اس کی قیمت معلوم کر کے قیمت ادا کرے۔

کشمش، کھجور اور جو کے علاوہ اگر کسی بھی چیز سے صدقہ فطر ادا کیا مثلا چاول، میدہ، آٹا وغیرہ تو اس میں کم از کم پونے دو کلو گندم کی قیمت کے برابر ہونا ضروری ہے۔

ہر شخص کو چاہئے کہ صدقہ فطر اپنی حیثیت کے مطابق دے، صرف گندم کو مخصوص کر لینے سے اگرچہ صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی نے وسعت دی ہے تو کشمش، کھجور یا جو کے مطابق صدقہ فطر ادا کرے۔(روزہ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)۔

فی سبیل اللہ خرچ کئے جانے والی صدقات کی شرعی نوعیت:

● جو مال اللہ تعالی کی رضا کے لئے اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین کو دیا جاتا ہے یا خیر کے کسی کام میں خرچ کیا جاتا ہے، اسے صدقہ کہتے ہیں، ''صدقہ'' کی تین قسمیں ہیں:

۱: فرض، جیسے زکوٰۃ

۲: واجب، جیسے نذر، صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ

۳: نفلی صدقات، جیسے عام خیر خیرات۔

● صدقہ و خیرات تو ایک ہی چیز ہے، یعنی جو مال اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے کسی خیر کے کام میں خرچ کیا جائے وہ صدقہ و خیرات کہلاتا ہے، اور کسی کام کے ہونے پر کچھ صدقہ کرنے کی یا کسی عبادت کے بجا

لانے کی منّت مانی جائے تو اس کو "نذر" کہتے ہیں، نذر کا حکم زکوۃ کا حکم ہے، اس کو صرف غریب غرباء کھا سکتے ہیں، غنی نہیں کھا سکتے، نیاز کے معنی بھی نذر ہی کے ہیں۔ (فتاوی یوسفی)

صدقہ فطر کے چند اہم مسائل:

1- صدقہ فطر ہر مسلمان پر جبکہ وہ بقدرِ نصاب مال کا مالک ہو، واجب ہے۔

2- جس شخص کے پاس اپنی استعمال اور ضروریات سے زائد اتنی چیزیں ہوں کہ اگر ان کی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار ہو جائے تو یہ شخص صاحبِ نصاب کہلائے گا، اور اس کے ذمہ صدقہ فطر واجب ہو گا۔ (چاندی کی قیمت بازار سے دریافت کر لی جائے)۔

3- ہر شخص جو صاحبِ نصاب ہو اس کو اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، اور اگر نابالغوں کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ادا کیا جائے۔

4- جن لوگوں نے سفر یا بیماری کی وجہ سے یا ویسے ہی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، صدقہ فطر ان پر بھی واجب ہے، جبکہ وہ کھاتے پیتے صاحبِ نصاب ہوں۔

5- جو بچہ عید کی رات صبحِ صادق طلوع سے پہلے پیدا ہوا، اس کا صدقہ فطر لازم ہے، اور اگر صبحِ صادق کے بعد پیدا ہوا تو لازم نہیں۔

6- جو شخص عید کی رات صبحِ صادق سے پہلے مر گیا، اس کا صدقہ فطر نہیں، اور اگر صبحِ صادق کے بعد مرا تو اس کا صدقۂ فطر واجب ہے۔

7- عید کے دن عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینا بہتر ہے، لیکن اگر پہلے نہیں کیا تو بعد میں بھی ادا کرنا جائز ہے، اور جب تک ادا نہیں کرے گا اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا۔

8- صدقہ فطر ہر شخص کی طرف سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے، اور اتنی قیمت کی اور چیز بھی دے سکتا ہے۔

9-ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک سے زیادہ فقیروں، محتاجوں کو دینا بھی جائز ہے، اور کئی آدمیوں کا صدقہ ایک فقیر، محتاج کو بھی دینا دُرست ہے۔

10-جو لوگ صاحبِ نصاب نہیں، ان کو صدقہ فطر دینا دُرست ہے۔

11-اپنے حقیقی بھائی، بہن، چچا، پھوپھی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے، میاں بیوی ایک دُوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے، اسی طرح ماں باپ اولاد کو اور اولاد ماں باپ، دادا دادی کو صدقۂ فطر نہیں دے سکتی۔

12-صدقہ فطر کا کسی محتاج، فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، اس لئے صدقہ فطر کی رقم مسجد میں لگانا یا کسی اور اچھائی کے کام میں لگانا دُرست نہیں۔ (فتاوی یوسفی)

صدقہ فطر کے مصارف:

جن لوگوں کو زکوۃ دی جا سکتی ہے ان ہی کو صدقہ فطر بھی دیا جا سکتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں غیر مسلم (ذمی) کو بھی صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے، دوسرے فقہاء کے ہاں نہیں دے سکتے، صدقہ فطر میں بھی تملیک یعنی مالک بنا دینا ضروری ہے، ایسی تمام صورتیں کہ جن میں مالک بنانے کی صورت نہ پائی جاتی ہو صدقہ دینا اسی طرح درست نہ ہوگا، جیسے کہ زکوۃ میں ہے، اور کم سے کم ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک آدمی کو دینا چاہئے، ایک صدقہ دو محتاجوں پر تقسیم کر دیا جائے، یہ بہتر نہیں، ہاں! ایک محتاج شخص کو ایک سے زیادہ صدقہ دیا جا سکتا ہے۔

صدقہ فطر کی اجتماعی وصولی کی ترتیب:

صدقہ فطر کی وصولی کے لئے بہتر ہے کہ مختلف علاقوں میں اجتماعی نظام قائم کیا جائے، ضرورت مندوں کا سروے کر کے ان تک پہنچایا جائے، بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوائل اسلام میں بھی ایسا نظم ہوا کرتا تھا، مؤطا امام محمد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو تین دنوں پہلے وہ صدقہ فطر اس شخص کے پاس بھیج دیتے جو اس کو جمع کیا کرتے۔

ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے کہ جب عامل بیٹھتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس صدقہ فطر جمع کرادیتے اور یہ عامل عید سے ایک دو دن قبل بیٹھتا، علامہ شامی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ جمع کرنے پر مامور فرمادیا تھا، پس معلوم ہوا کہ خود امیر تو اس کے لیے اپنے عامل نہ بھیجے گا، لیکن لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا فطرہ بیت المال میں یا کسی اور نظم کے تحت اجتماعی طور پر جمع کریں۔

صدقہ فطر دوسرے شہر میں ادا کرنا:

جس کی جانب سے صدقۃ الفطر نکالنا ہو، وہ جہاں اور جس شہر میں ہو، وہیں صدقہ دینا بہتر ہے، اگر ایک شخص خود دور ہو، اور بال بچے گھر پر رہتے ہوں تو بچوں کا صدقہ وہاں ادا کرے جہاں وہ ہیں، اور اپنا صدقہ وہاں کے فقراء پر صرف کرے جہاں وہ خود مقیم ہے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت ایسی بھی منقول ہے کہ وہ قرابت داروں تک صدقہ پہنچانے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر صدقہ کی منتقلی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (بدائع الصنائع ۷۵/۲)

ملازمین اور غیر مسلموں کو صدقہ فطر:

جن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، ان کو صدقہ فطر بھی دیا جاسکتا ہے، گھر میں کام کرنے والے خادم اور خادمائیں اگر اپنے فقر واحتیاج کے اعتبار سے مستحق ہوں تو ان کو بھی فطرہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ اس میں زیادہ اجر ہو، زکوۃ اور صدقہ فطر کے مصرف میں صرف یہ فرق ہے کہ زکوۃ مسلمانوں ہی کو دی جاسکتی ہے، غیر مسلم کو نہیں، اور صدقہ فطر غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے، کمافی الدر المختار علی ھامش الرد (۳۲۵/۳) وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف و فی کل حال إلا فی جواز الدفع إلی الذمی۔

ایک صدقہ فطر کئی افراد کو دینا:

ایک آدمی اپنا مکمل صدقہ فطر ایک ضرورت مند شخص کو دیدے، یہ صورت بالاتفاق درست ہے، البتہ اگر ایک آدمی اپنا صدقہ فطر ایک سے زیادہ لوگوں پر تقسیم کردے، اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے

اس کو نادرست قرار دیا ہے، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک یہ صورت بھی درست ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے اس کو اکثر علماء کی رائے قرار دیا ہے، اور اسی کو ترجیح دی ہے، لیکن احتیاط بہر حال اسی میں ہے کہ ضرورت مند کو کم سے کم پورا ایک فطرہ دیا جائے، تاکہ وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ سکے، یہ اس حدیث کے بھی مطابق ہے کہ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ {أغنوهم عن طواف هذا اليوم} (بیہقی ۲۹۲/۴) یعنی فقراء کو اس دن مختلف دروازے جانے سے بچاؤ اور یہ صورت متفق علیہ بھی ہے۔(مستفاد از کتاب الفتاوی)

صدقہ فطر کے چند ضروری مسائل :

1- بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ جو لوگ روزہ رکھیں، انہیں پر صدقہ فطر واجب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، صدقہ مستقل واجب ہے، عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی شخص روزہ نہ رکھ پائے، پھر بھی اس کو صدقہ ادا کرنا ہے۔(ردالمحتار ۷۴/۲)

2- اگر کسی انسان کا پورا مال ضائع ہو جائے تو زکوۃ واجب نہیں رہتی، مگر صدقہ واجب رہتا ہے۔(بدائع ۷۵/۲)

3- ماں باپ اور نابالغ بھائی بہنوں کا صدقہ نکالنا ضروری نہیں، گو وہ اس کے زیر پرورش ہوں، نکال دے تو اجر ہے۔(الفتاوی الہندیۃ ۱۹۳/۱)

4- کوئی شخص صدقہ نہ نکال پایا تو اس کی وصیت کرنی چاہیئے، وصیت کر دے تو مال متروکہ کے ایک تہائی سے وصیت پوری کی جائے گی، وصیت نہ کی تو بھی ورثہ کا صدقہ نکال دینا بہتر ہے۔(الفتاوی الہندیۃ ۱۹۳/۱)

5- بعض اہل علم حضرات نے صدقہ فطر گیہوں کے ذریعہ نکالنے کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے کہ اس میں حدیث پر بعینہ عمل بھی ہے۔(مستفاد از کتاب الفتاوی)

تاہم فی زمانہ گیہوں کی قیمت کم ہے اور دوسری اصناف کی قیمت زیادہ ہے، اس لئے اپنی حیثیت کے اعتبار

سے نکالنا بہتر ہے، اور اگر دوسری اصناف (کھجور، کشمش) سے نکالے تو انفع للفقراء بھی ہے۔

6-صدقہ فطر کی مقدار مختلف نصاب (کھجور، کشمش، جو اور گندم) کے اعتبار سے الگ الگ ہوتی ہے، ادا کرتے وقت بازار سے قیمت معلوم کرلی جائے، البتہ صدقہ فطر کی مقدار گندم میں نصف صاع اور جو یا کھجور میں ایک صاع ہے، اگر کوئی مالدار کھجور کے اعتبار سے صدقہ فطر نکالدے تو زیادہ بہتر ہے۔(جواب:41149)

7-روزے کا فدیہ، زکوۃ، صدقہ فطر اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں، نفلی صدقہ دے سکتے ہیں۔(جواب :47485)

8-زکوۃ اور صدقہ فطر کے مصارف غرباء و مساکین وغیرہ ہیں، جن پر تملیکاً (مالک بناکر) خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے، زکوۃ و دیگر صدقات واجبہ کو ملازمین اور اساتذہ کی تنخواہوں یا ادارے کی تعمیرات وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر غریب طلبہ کو وہ رقم مالک بناکر دیدی جائے تو ان پر یہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔(جواب:47544)

9-اگر کوئی اپنے گھر کے کسی فرد کو زکوۃ یا صدقہ فطر ادا کرنے کا وکیل بنادے تو وہ زکوۃ اور صدقہ فطر ادا کرسکتا ہے، کل عقد جاز أن یعقدہ الإنسان بنفسہ جاز أن یوکل بہ غیرہ (ہدایہ ۱۷۷/۲)

10-صدقہ فطر کا نصاب وہی ہے جو زکوۃ کا ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ صدقہ فطر کے نصاب پر سال گذرنا شرط نہیں، نیز نامی ہونا بھی شرط نہیں، پس اگر حوائج اصلیہ سے زائد مکان ہے یا بڑے برتن مثلا دیگیں وغیرہ ہیں تو ان کو بھی صدقہ فطر کے نصاب میں شمار کیا جائیگا۔ وہی واجبة علی المالک لمقدار النصاب... ولا یعتبر فیہ وصف النماء (عالمگیری ۲۵۳/۱، الباب الثامن فی صدقة الفطر)(جواب:47266)

11-صدقہ فطر کی مقدار گیہوں سے ایک کلو ٦٣٦ گرام یا اس کی قیمت ہے اور کشمش کھجور، جو سے تین کلو دو سو بہتر گرام (۳ء۲۷۲kg) یا ان کی قیمت ہے۔(جواب : 54357)(مستفاد از فتاوی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

نوٹ: پہلے گزر چکا ہے کہ گیہوں میں احتیاطاً دو کلو اور باقی اصناف میں احتیاطاً چار کلو کا حساب رکھے۔

جمعۃ الوداع اور اس سے متعلق چند احکام

جمعۃ الوداع کی شرعی حیثیت:

عوام میں رمضان المبارک کا آخری جمعہ بڑی اہمیت کے ساتھ مشہور ہے، اور اس کو "جمعۃ الوداع" کا نام دیا جاتا ہے، لیکن احادیثِ شریفہ میں "آخری جمعہ" کی کوئی الگ خصوصی فضیلت ذکر نہیں کی گئی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آخری جمعہ یا جمعۃ الوداع کا جو تصوّر ہمارے یہاں رائج ہے، حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں ملتا، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رمضان کے آخری جمعہ کا نام "آخری جمعہ" یا "جمعۃ الوداع" کب سے جاری ہوا؟ اور یہ نام کیوں رکھا گیا؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد سے (یعنی عید کے دن سے) اگلے رمضان المبارک کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔

یہ روایت کمزور ہے، لیکن اس حدیث کے مطابق گویا جنت اور اہلِ جنت کا نیا سال عید الفطر کے دن سے شروع ہوتا ہے، اور رمضان المبارک پر ختم ہوتا ہے، اس لئے گویا جنت کی تقویم کے مطابق ماہِ رمضان المبارک سال کا آخری مہینہ ہے، اور اس کا آخری جمعہ سال کا آخری جمعہ ہے (واللہ اعلم) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخری جمعہ کے بعد رمضان المبارک کے ختم ہونے میں ہفتے سے کم دنوں کا وقفہ رہ جاتا ہے، اس لئے آخری جمعہ گویا ماہِ مبارک کے فراق و وداع کی علامت ہے، اور یہ کچھ خبر نہیں کہ آئندہ یہ سعید گھڑیاں کس کو نصیب ہوتی ہیں، بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ آخری جمعہ کے خطبہ میں رمضان المبارک کے فراق و وداع کے مضامین

بڑے رقت آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن حضراتِ فقہاء نے آخری جمعہ میں فراق ووداع کے مضامین بیان کرنے کو مکروہ لکھا ہے، حضرت مولانا نازؔوار حسین مجددی نقشبندی رحمہ اللہ اپنی کتاب "زبدۃ الفقہ" میں لکھتے ہیں:

رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع وفراق کے مضامین پڑھنا حضور اکرم ﷺ و اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ فی نفسہ مباح ہے، لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا بُرا ہے، اور بھی کئی بُرائیاں ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے، تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔(زبدۃ الفقہ ٢/٢٠٤)

جمعۃ الوداع اور روزہ:

عوام الناس میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو روزہ رکھنے کا زیادہ ثواب سمجھا جاتا ہے اور اس دن مختلف نوعیت کے اہتمام ہوتے ہیں، اور بعض لوگ اس دن خصوصیت کے ساتھ بچوں کو بھی روزہ رکھواتے ہیں، جبکہ اس آخری جمعہ کی کوئی خصوصی فضیلت نظر سے نہیں گزری، اور پھر اس میں یہ غلط نظریہ کہ آخری جمعہ کا روزہ ساری عمر کے روزوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے، یہ محض جاہلانہ تصوّر ہے، بالکل غلط بات ہے اور جھوٹ ہے، پورے رمضان کے روزے رکھنے سے بھی پچھلے روزے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کی قضا واجب ہے، شیطان نے اس قسم کے خیالات لوگوں کے دِلوں میں اس لئے پیدا کئے ہیں تاکہ وہ فرائض بجالانے میں کوتاہی کریں، ان لوگوں کو اتنا تو سوچنا چاہئے کہ اگر صرف جمعۃ الوداع کا ایک روزہ رکھ لینے سے ساری عمر کے روزے معاف ہوتے جائیں، تو ہر سال رمضان کے روزوں کی فرضیت تو (نعوذ باللہ) ایک فضول بات ہوئی، یہ بات واضح رہے کہ جمعۃ الوداع کے روزے کا حکم وہی ہے جو دُوسرے دنوں کے روزے کا ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

جمعۃ الوداع اور قضائے عمری:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعۃ الوداع کے دن قضائے عمری کی نماز پڑھنی چاہئے، وہ اس طرح کہ جمعہ کے وقت دو رکعت قضائے عمری کی نیت سے پڑھی جائے کہ اس سے پورے سال کی نمازیں ادا ہو جاتی ہیں، یہ بات

بالکل غلط ہے، اور اس میں تین غلطیاں ہیں:

اوّل:... شریعت میں "قضائے عمری" کی کوئی اصطلاح نہیں، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ مسلمان کو نماز قضا ہی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک فرض جان بوجھ کر قضا کر دے، اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے۔

دوم:... یہ کہ جو شخص غفلت و کوتاہی کی وجہ سے نماز کا تارک رہا، پھر اس نے توبہ کرلی اور عہد کیا کہ وہ کوئی نماز قضا نہیں کرے گا، تب بھی گزشتہ نمازیں اس کے ذمہ باقی رہیں گی، اور ان کا قضا کرنا اس پر لازم ہوگا، اور اگر زندگی میں اپنی نمازیں پوری نہیں کر سکا تو مرتے وقت اس کے ذمہ وصیت کرنا ضروری ہوگا کہ اس کے ذمہ اتنی نمازیں قضا ہیں، ان کا فدیہ ادا کر دیا جائے، یہی حکم زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ دیگر فرائض کا ہے، اس قضائے عمری کے تصوّر سے شریعت کا یہ سارا نظام ہی باطل ہو جاتا ہے۔

سوم:... کسی چیز کی فضیلت کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہو، کیونکہ بغیر وحی الٰہی کے کسی چیز کی فضیلت اور اس کا ثواب معلوم نہیں ہو سکتا، ماہِ رجب کی نماز اور روزوں کے بارے میں، اسی طرح جمعۃ الوداع کی نماز اور روزے کے بارے میں جو فضائل بیان کئے جاتے ہیں، یہ آپ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں، اس لئے ان فضائل کا عقیدہ رکھنا بالکل غلط ہے، شریعت کا مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک فرض ترک کر دے تو ساری عمر کی نفلی عبادت بھی اس ایک فرض کی تلافی نہیں کر سکتی، اور یہاں یہ مہمل بات بتائی جاتی ہے کہ دو رکعت نفل نماز سے ساری عمر کے فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

● بعض لوگ جمعۃ الوداع کو خاص عبادت کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ چار رکعت کی نیت کرکے ہر رکعت میں سات دفعہ آیۃ الکرسی اور سات دفعہ سورہ کوثر پڑھتے ہیں اور اس کو تمام عمر کی قضا نمازوں کا کفارہ سمجھتے ہیں تو واضح رہے کہ شریعت میں اس نماز کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نماز قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ہوگا بلکہ جتنی نمازیں آدمی سے قضاء ہوئی ہیں، ان کا ادا کرنا ضروری ہے، بغیر اس کے وہ نمازوں سے بری الذمہ نہیں

ہو سکتا۔(جواب: 8405: فتاوی دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

رمضان میں ایک قضا نماز ایک ہی شمار ہوتی ہے:

رمضان المبارک میں نیک اعمال کا ثواب ستر گنا ملتا ہے، لیکن اس سے یہ قیاس کرلینا کہ رمضان میں قضا کی ہوئی ایک نماز سے قضا شدہ ستر نمازیں ادا ہو جائیں گی، بالکل غلط ہے، ایک مالک اعلان کردے کہ جو لوگ فلاں دن کام پر آئیں گے ان کو ستر گنا اُجرت دی جائے گی، تو اس کے یہ معنی کبھی نہیں سمجھے جائیں گے کہ ایک دن کام کرنے کے بعد اب ستر دن کی چھٹی ہوگی یا یہ کہ یہ ایک دن ستر دنوں کے کام کے قائم مقام تصوّر کیا جائے گا، ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنے والا احمق ہوگا! الغرض کسی عمل پر زائد مزدوری ملنا اور بات ہے، اور اس عمل کا کئی دن کے عمل کے قائم مقام ہو جانا دُوسری بات ہے، رمضان المبارک میں ادا کئے گئے نیک اعمال پر ستر گنا اجر و ثواب ملتا ہے، مگر یہ نہیں کہ اس مبارک مہینے میں ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرض نمٹ جائیں گے۔(فتاوی یوسفی)

جمعۃ الوداع اور عبادت:

شریعت مطہرہ میں جمعۃ الوداع کے لئے کوئی خصوصی عبادت شریعت نے مقرر نہیں کی گئی ہے، رمضان المبارک کی ہر رات اور ہر دن ایک سے ایک اعلیٰ ہے، خصوصاً جمعہ کا دن اور جمعہ کی راتیں، اور علی الخصوص رمضان کے آخری عشرے کی راتیں، اور ان میں بھی طاق راتیں، ان میں تلاوت، ذکر، نوافل، اِستغفار، دُرود شریف کی جس قدر ممکن ہو کثرت کرنی چاہئے، خصوصاً یہ کلمات کثرت سے پڑھنے چاہئیں:

{لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، نَسْتَغْفِرُ اللهَ، نَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ}(مستفاد از فتاوی یوسفی)

● جمعۃ الوداع کے لئے نیا سوٹ بنوانا ایک غلط رسم ہے، جس کا ترک کرنا لازم ہے۔(جواب: 8220: فتاوی دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

لیلۃ الجائزہ یعنی رمضان المبارک کی آخری رات، مسلمانوں کے لئے انعامات ربانی کی عطا

● حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام، ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں، اور اُس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دُعائے رحمت کرتے ہیں، اور جب عیدالفِطر کا دن ہوتا ہے تو حق تَعَالٰی شَانُہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فَخر فرماتے ہیں (اِس لیے کہ اُنہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اُس مزدُور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اُس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی اُجرت پوری دے دی جائے، تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فرِیضے کو پورا کر دیا، پھر دُعا کے ساتھ چِلاتے ہوئے (عید گاہ کی طرف) نکلے ہیں، میری عزت کی قَسم! میرے جَلال کی قَسم! میری بخشش کی قَسم! میرے عُلُوِّ شان کی قَسم! میرے بُلندئ مرتبہ کی قَسم! میں اُن لوگوں کی دُعا ضرور قبول کروں گا، پھر اُن لوگوں کو خِطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ! تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس یہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ اُن کے گناہ مُعاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ (بیہقی)

فائدہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآنِ پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا، اور بہت سی احادیث میں بھی اِس کی تَصرِیح ہے، روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذَاکر و شاغل کے گھر جائیں اور اُن سے مصافَحہ کریں، "غَالِیَۃِ المَوَاعِظ" میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی "غُنیۃ" سے نَقل کیا ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے مُتفَرِق ہو جاتے ہیں، اور کوئی گھر چھوٹا بڑا، جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں، لیکن اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتّا یا سُوَّر ہو، یا حَرام کارِی کی وجہ سے جُنُبی یا تصویر ہو، مسلمانوں کے کتنے گھرانے ایسے ہیں جن میں خَیالی زِینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم

کرتے ہیں! تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے، مگر اُس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

روزہ دار کے لئے خصوصی انعامات:

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمّتوں کو نہیں ملی ہیں:

(۱) ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ پسند ہے۔

(۲) یہ کہ اُن کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں، اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز اُن کے لئے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

(٤) اِس میں سَرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیرِ رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت، شبِ قدر ہے؟ فرمایا کہ نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔ (أحمد والبزار والبیهقی)

فائدہ: حدیث بالا میں آخری خصوصیّت یہ ذکر کی گئی ہے کہ رمضانُ المبارک کی آخری رات میں سب روزے داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے، چونکہ رمضانُ المبارک کی راتوں میں شبِ قدر سب سے اَفضل رات ہے، اِس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خَیال فرمایا کہ اِتنی بڑی فضیلت اِسی رات کے لئے ہو سکتی ہے، مگر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہیں، یہ انعام تو ختمِ رمضان کا ہے۔

رمضان کی آخری رات کے انعامات اور مغفرت سے محروم افراد:

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دُھونی دی جاتی ہے، اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، پس جب رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہَوا چلتی ہے، جس کا نام "مُثِیرہ" ہے، (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے دَرختوں کے پتے اور کواڑوں کے حَلقے بجنے لگتے ہیں، جس سے ایسی دِل آویز سُرِیلی آواز نکلتی ہے کہ سُننے والوں نے اِس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوش نُما آنکھوں والی حُوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بَالا خانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تَعالیٰ شَانُہٗ اُس کو ہم سے جوڑ دیں؟ پھر وہی حوریں جنت کے دَاروغہ رِضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لَبَّیْکَ کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہے، آج جنت کے دروازے حضرت محمد ﷺ کی اُمَّت کے لئے کھول دیے گئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تَعالیٰ شَانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے، اور مالک (جہنَّم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد ﷺ کی اُمَّت کے روزے داروں پر جہنَّم کے دروازے بند کردے، اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سَرکش شیاطین کو قید کرو، اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد ﷺ کی اُمَّت کے روزوں کو خراب نہ کریں، حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تَعالیٰ شَانُہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک مُنادِی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اُس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اُس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے؟ ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تَعالیٰ شَانُہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دَس لاکھ آدمیوں کو جہنَّم سے خَلاصِی مرحَمَت فرماتے ہیں جو جہنم کے مُستحق ہوچکے تھے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے تھے اُن کے برابر اُس ایک دن میں آزاد

فرماتے ہیں، اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو حق تَعَالیٰ شَانُہٗ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، اُن کے ساتھ ایک سَبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازُو ہیں، جن میں سے دو بازُو کو صرف اِسی رات میں کھولتے ہیں، جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اُس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں، اور اُن کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کُوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد ﷺ کی اُمَّت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا مُعاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر توجُّہ فرمائی، اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو مُعاف فرمادیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یارسولَ اللہ! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادِی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قَطع رَحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قَطع تعلق کرنے والا ہو، پھر جب عیدالفِطر کی رات ہوتی ہے تو اُس کا نام (آسمانوں پر) ''لَيْلَةُ الْجَائِزَة'' (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تَعَالیٰ شَانُہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سِروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ایسی آواز سے جس کو جِنّات اور انسان کے سِوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی اُمَّت! اُس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قُصور کو مُعاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تَعَالیٰ شَانُہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اُس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے، تو حق تَعَالیٰ شَانُہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے اُن کو

رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رَضا اور مغفرت عطا کر دی، اور بندوں سے خطاب فرما کر اِرشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزّت کی قَسم! میرے جَلال کی قَسم! آج کے دن اِس اِجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اُس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزّت کی قَسم! جب تک تم میرا خَیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں پر سَتّاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہوں گا)، میری عزت کی قَسم اور میرے جَلال کی قَسم! میں تمھیں مُجرِموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا اور فَضِیحت نہ کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا، پس فرشتے اُس اَجر و ثواب کو دیکھ کر جو اِس اُمَّت کو اِفطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مَناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

(كذا في الترغيب، وقال: رواه أبو الشيخ بن حبان في كتاب الثواب، والبيهقي واللفظ له، وليس في إسناده من أجمع علىٰ ضعفه، قلت: قال السيوطي في التدريب: قد التزم البيهقي أن لايخرج في تصانيفه حديثا يعلمه موضوعا إلخ، وذكر القاري في المرقاة بعض طرق الحديث، ثم قال: فاختلاف طرق الحديث يدل علىٰ أن له أصلا)

فائدہ: حدیثِ بالا میں عید کی رات کو "انعام کی رات" سے پکارا گیا ہے، اِس رات میں حق تَعَالیٰ شَانُہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو اِنعام دیا جاتا ہے، اِس لئے بندوں کو بھی اِس رات کی بے حد قدر کرنا چاہیے، بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا، خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اِس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں یا بازاروں کے چکر لگاتے ہیں اور بعض معتکف تو خاص اس رات خریداری کے لئے نکلتے ہیں حالانکہ یہ رات بھی خُصوصِیَّت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے اور عبادت میں مشغول رہے، اُس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دِن سب کے دل مر جائیں گے، یعنی فِتنہ وفَساد کے وقت جب لوگوں کے قُلوب پر مرۡدنی چھاتی ہے اُس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اُس کی رُوح بے ہوش نہ ہو گی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کے لئے جاگے اُس کے واسطے جنت واجب ہو جائے گی:

لَیلَۃُ التَّروِیۃ:۸ذِی الحجہ کی رات،

لَیلَۃ العَرْفَۃ:۹؍ذی الحجہ کی رات،

لَیلَۃُ النَّحر:۱۰؍ذی الحجہ کی رات،

عید الفطر کی رات، اور شبِ برأت یعنی ۱۵؍ شعبان کی رات۔

فقہاء کرام نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مُستَحب لکھا ہے، "مَاثَبَتَ بِالسُّنَّۃ" میں امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دعا کی قَبولِیت کی ہیں:

جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غُرَّۂ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ:

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضانُ المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خُصوصِیَّت سے اہتمام کرنا چاہیے، کہ جمعہ اور اُس کی رات بہت متبرِک اَوقات ہیں، احادیث میں اِن کی بہت فضیلت آئی ہے، مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قِیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی مُمانَعت بھی وارد ہوئی ہے، اِس لیے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اُس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔ (مستفاد از فضائل اعمال)

رمضان کے علاوہ روزہ کا ذکر:

قرآن کریم میں رمضان کے فرض روزوں اور کفارہ قسم اور کفارہ ظہار کے روزوں کا ذکر ہے، احادیث نبویہ میں شوال کے چھ روزوں، نویں ذی الحجہ، پندرہویں شعبان، یوم عاشورا، ایام بیض وغیرہ، نفلی روزوں کا ذکر آیا ہے، احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱- صام رسول اللہ ﷺ عاشوراء وأمر بصیامہ (مشکاۃ:۱۷۸)

٢- صیام یوم عرفة أحتسب علی اللہ أن یکفر السنة التي قبله والسنة التي بعده (مشکوة:١٧٩)

٣- کان رسول اللہ ﷺ یصوم من کل شهر ثلاثة أیام (مشکوة: ١٧٩)

٤- قال رسول الله ﷺ یا أبا ذر!إذا صمت من الشهر ثلاثة أيام فصم ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة (مشكوة: ١٨٠)

٥- عن علی عن النبی ﷺ إذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها إلى آخر الحديث (ابن ماجه والبیهقی :٩٩)

٦- من صام رمضان ثم أتبعه بست من شوال كان كصوم الدہر. (ابن ماجه: ١/ ١٢٣)

(جواب:17874:مستفاداز فتاوی دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند)

شوال کے چھ روزے مستحب ہیں:

● حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے (راوی حدیث حضرت عمر بن ثابت خزرجی رضی اللہ عنہ سے) یہ حدیث بیان کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ روزے بھی رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی مانند ہوگا۔(مسلم،ترمذی)

فائدہ: امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے،اہل علم اس حدیث کی وجہ سے شوال کے چھ روزوں کو مستحب کہتے ہیں،ان چھ دن کے روزوں کو شش عید کے روزے بھی کہا جاتا ہے، یہ بڑے ثواب اور فضیلت کی بات ہے،امام ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روزے رکھنا ہر ماہ کے تین روزے رکھنے کی طرح بہتر ہے،امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ رمضان کے فوراً بعد یعنی دوسری تاریخ سے ساتویں تاریخ تک مسلسل یہ روزے رکھے جائیں جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک متفرق طور پر یہ روزے رکھنے افضل ہیں کہ پورے مہینہ میں جب بھی چاہے

روزے رکھ لے۔(ترمذی و مظاہر حق)

فتاوی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

شوال کے چھ روزے عید کے اگلے دن سے لگاتار رکھنا ضروری نہیں ہے، بعض فقہاء نے تو اس کو مکروہ بھی لکھا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ الگ الگ (متفرق طور پر) رکھ لے، اور مختار قول کے مطابق لگاتار رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، بلا کراہت جائز ہے، {وندب تفریق صوم الست من شوال ولایکرہ التتابع علی المختار} (درمختار)

روزے کے لئے ممنوع ایام:

● حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز کے لئے گیا، پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے.... یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کے دن... عید الاضحی کے دن کی ممانعت تو اس وجہ سے فرمائی کیونکہ اس دن تم قربانی کا گوشت کھاتے ہو (جو اللہ کی طرف سے ایک ضیافت ہے) اور عید الفطر کے دن کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ دن تمہارے روزوں سے افطار کا دن ہے۔(ابوداؤد)

فائدہ: عید الفطر یکم شوال اور چار دن ایامِ تشریق ۱۰/۱۱/۱۲/۱۳/ذی الحجہ یعنی بقر عید (عید الاضحی) کا اور اس کے بعد تین دن کہ ان میں روزہ رکھنا منع ہے۔(دار الافتاء، دارالعلوم دیوبند)

حضور اکرم ﷺ کا عیدین کے دن روزہ رکھنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کے لئے مہمان نوازی کا ہے، بندوں کے لئے حکم ہے اس دن اپنے رب کا شکر بجالاتے ہوئے اس کی نعمت کو کھائیں پئیں، اس لئے یہ روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا ترک کرنا واجب ہے، لہٰذا اگر کوئی روزہ رکھ لے تو اس کے لئے روزہ توڑنا واجب ہے، اسی وجہ سے بعد میں اس پر قضاء بھی لازم نہ ہو گی۔

وفی الدر المختار (۲/۴۲۸):

(ولزم نفل شرع فيه قصدا)... (اداء وقضاء) اى يجب اتمامه فان فسد ولو بعروض حيض فى الأصح وجب القضاء (الافى العيدين وايام التشريق) فلا يلزم لصيرورته صائما بنفس الشروع فيصيرمرتكبا للنهى أما بالصلاة فلا يكون مصليا مالم يسجد بدليل مسئلة اليمين، وفى رد المحتار (قوله فلا يلزم) اى لا اداء ولا قضاء اذا افسده۔(نجم الفتاوى)

چھ روزے لگاتار ضروری نہیں ہیں:

شوال کے چھ روزے لگاتار رکھنا ضروری نہیں، متفرق طور پر رکھ سکتے ہیں، اور شوال کی دوسری تاریخ سے ابتداء کرنا بھی لازم و ضروری نہیں، بس اتنا ہے کہ شوال کے مہینے میں چھ روزے پورے کر لیں۔(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

شوال کے روزوں کا استحباب:

شریعت مطہرہ میں شوال کے چھ روزے مستحب اور مسنون ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب اور مسنون قرار دیا ہے، لہٰذا ان روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ان روزوں کی کراہت کا جو قول منسوب ہے، تو اس کے متعلق دو باتیں سمجھ لیں کہ:

1- جن حضرات نے امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام صاحب اس کو مکروہ اس لئے کہتے تھے کہ لوگ کہیں اس کو رمضان میں شمار نہ کریں جس کی وجہ سے نصاریٰ سے تشبہ پیدا ہو جائے، اب چونکہ یہ بات بھی نہیں رہی۔

2- جن حضرات نے امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف کراہت کا مطلق قول منسوب کیا ہے، اس کو علامہ

شامی رحمہ اللہ نے علامہ قاسم ابن قطلوبغا رحمہ اللہ کے رسالہ ''تحریر الأقوال فی صوم الست من شوال'' کا حوالہ دیتے ہوئے جھوٹا اور بلا دلیل قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''معارف السنن'' شرح ترمذی میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو صیغہ تمریض ''نُسِبَ'' کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اخیر میں علامہ قاسم بن قطلوبغا کے رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ نے حنفی مذہب کے نصوص سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک یہ روزے مستحب ہیں، لہٰذا مذکورہ روزوں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہیں بلکہ کراہت ثابت ہے، یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ (مستفاد از نجم الفتاوی)

شش عید کے روزے رکھنے سے رمضان کے قضا روزے ادا نہ ہوں گے:

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ "شش عید کے لئے عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنا ضروری ہے" بالکل غلط ہے، عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ عید کے مہینے میں، جب بھی چھ روزے رکھ لئے جائیں، خواہ لگاتار رکھے جائیں یا متفرق طور پر، پورا ثواب مل جائے گا، بلکہ بعض اہلِ علم نے تو عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں، دُوسرے دن سے بھی شروع کر سکتے ہیں، شوال کے چھ روزے رکھنے سے رمضان کے قضا روزے ادا نہیں ہوں گے، بلکہ وہ الگ رکھنے ہوں گے، کیونکہ یہ نفلی روزے ہیں، اور رمضان کے فرض روزے، جب تک رمضان کے قضا روزوں کی نیت نہیں کرے گا، وہ ادا نہیں ہوں گے۔ (فتاوی یوسفی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

شوال کے چھ روزے مستحب ہیں، یہ نہ فرض ہیں اور نہ واجب، اس لئے یہ سمجھنا کہ رمضان کے روزے کا اجر ان روزوں پر موقوف رہتا ہے، درست نہیں، فضائل پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت میں جس عمل کا جو درجہ ہو اس کو اسی درجہ پر رکھا جائے، کسی عمل کے لئے جو اہمیت ثابت ہے، اگر

اس کواس سے زیادہ اہمیت دے دی جائے تو یہ بھی بدعت ہے۔(کتاب الفتاوی جلد سوم)

شوال کے روزوں میں دوسرے روزے کی نیت:

ماہ شوال میں جس نیت سے روزہ رکھیں گے، اسی کا اعتبار ہوگا، اگر رمضان کے روزے کی قضا کی نیت سے روزہ رکھا ہے تو قضا روزے ادا ہوں گے، شوال کے نفل روزے ادا نہ ہوں گے۔

عورت کے لئے شوال کے روزے رکھنا:

عورت بھی شوال کے روزے رکھ سکتی ہے، سوائے عورت کی ماہواری کے مخصوص ایام کے کہ ان میں نہیں رکھ سکتی۔(مستفاد از فتاوی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

شوال میں قضا روزے رکھنا افضل ہے:

جس شخص کے ذمہ فرض روزے قضا ہوں، اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ نفل روزہ رکھنے کی بجائے اولاً فرض کی قضا کرے، لہٰذا اگر کسی نے شوال کے چھ روزوں میں رمضان کے قضا کی نیت کرلی تو ان سے قضا کی ادائیگی درست ہوگئی، اور یہ بات مطلقاً صحیح نہیں ہے کہ جس پر قضا روزے ہوں وہ نفل روزے رکھ ہی نہیں سکتا، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ وہ نفل روزے بھی رکھ سکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ نفل کے بجائے فرض کی قضا کرے، تاکہ اس کے ذمہ سے فرض روزے ساقط ہو جائے۔(مستفاد از کتاب النوازل)۔

ماہ رمضان المبارک سے متعلق اہم فتاوی

ایسی جگہ نماز کے اوقات جہاں نہ سورج طلوع ہوتا ہے اور نہ ہی غروب ؟(۱)

سوال(۱۷۲): قدیم ۱/۱۷۲- حضرت میں نے یہاں آکر سنا ہے کہ نورد سے جو کہ قطب شمالی کے قریب ہے ایک ملک ہے یہاں پر جاڑوں کے موسم میں اور گرمیوں کے موسم میں دو مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ دو مہینے تک

دن ہی دن رہتا ہے اور دو مہینے تک رات ہی رات تو اس صورت میں حضرت نماز کیسے پڑھنا چاہئے ؟

الجواب: (من الاحقر) کیا ان دو مہینوں میں غروب ہی نہیں ہوتا یا طلوع ہی نہیں ہوتا یا تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے، ہر ایک کا جدا جدا حکم ہے ؟

اس کے جواب میں ذیل کا خط آیا

دوسرے سوال کے متعلق یہ عرض ہے کہ دو مہینے تک تو غروب ہی نہیں ہوتا، برابر دن رہتا ہے اور سال بھر میں دو مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ سورج نکلتا ہی نہیں، یہ مجھے یہاں پر آکر معلوم ہوا ہے، میرے پاس یہاں پر کوئی بڑا جغرافیہ نہیں تا کہ میں فوراً اس کو پڑھ کر معلوم کر لیتا، یہاں پر اکثر لوگ مذہب کے متعلق سوال کرتے رہتے ہیں تو خیال ہے کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ ایسے ملک میں جہاں پر سورج نکلتا ہی نہیں یا نکلتا تو ہے غروب ہی نہیں ہوتا تو پھر کیسے نماز پڑھو گے تو میرے پاس اس کا کوئی صحت بخش جواب نہ ہوگا۔ (سائل بالا)

الجواب: (من المولوی عبدالکریمؒ) جس موسم میں دن یا رات بہت ہی بڑی ہو جاوے اس وقت یہ حکم ہے کہ اس علاقہ سے قریب ترین علاقہ (جس میں معمولی طور پر غروب ہوتا ہو) اس کے اوقات معلوم کئے جاویں اور نماز روزہ سب اسی حساب سے رکھیں۔

(مورخہ ۹، جمادی الاخری ۱۳۵۰ھ)

اس کا حاصل (من الاحقر) یہ ہے کہ جس مقام میں دو مہینہ کی رات اور دو مہینے کا دن ہوتا ہے، یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے اطراف کے مقامات میں جو مقامات ایسے ہیں کہ ان ہی دنوں میں وہاں مجموعہ رات دن کا چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے، ان مقامات میں کونسا مقام بہ نسبت دوسرے مقامات کے اس مقام مذکورہ بالا طویل النہار و طویل اللیل کے نسبۃً قریب تر ہے، اس معمولی طلوع و غروب والے مقام کے حساب سے اس طویل النہار واللیل کا حساب ہوگا، یعنی معمولی مقام میں نماز فجر کے جتنے گھنٹے بعد ظہر کی نماز ہوتی ہے اتنے ہی گھنٹوں بعد اس طویل

النہار واللیل مقام میں ظہر پڑھیں گے،اسی طرح اور نمازیں بھی اسی حساب سے اس طویل رات یا طویل دن میں دو مہینے کی نمازیں گھنٹوں کے حساب سے پڑھیں گے، جس طرح وہاں کے باشندے اپنے اور معاملات نوکری چاکری مزدوری میں اسی قسم کا حساب کرتے ہوں گے (۲) یعنی اس طویل دن میں مزدور لوگ ایک دن کی مزدوری نہ لیتے ہوں گے، بلکہ دو ماہ کی لیتے ہوں گے اسی طرح اس طویل شب میں کارخانہ والے لوگ نوکروں کو تعطیل دینے میں ایک شب شمار نہ کرتے ہوں گے بس ایسے ہی حساب نمازوں کا سمجھ لیا جاوے اسی طرح روزہ افطار گھنٹوں کے حساب سے ہوگا اور یہ قول ہے بعض علماء کا اور میرے نزدیک اس میں سخت دشواری ہے، اس لئے دوسرے بعض علماء کے قول کو ترجیح دیتا ہوں یعنی جس موسم میں جتنا بڑا دن اور رات ہو اس دن رات کے مجموعہ میں پانچ ہی نمازیں فرض ہیں یعنی صبح صادق اور طلوع شمس کے درمیان فجر کی نماز پھر دن ڈھلے ظہر و علی ہذا البقیہ نمازیں، اور روزہ ایسے طویل دن میں اداء فرض نہیں بلکہ معمولی دنوں میں قضاء رکھا جاویگا (۳) نصف جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ

(امداد الفتاوی)

حواشی بر فتوی مذکورہ

(۱) فقہی نقطۂ نظر سے دنیا دو خطوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے:

(ا) جہاں ۲۴ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب ہوتا ہے، ان خطوں کی پھر دو قسمیں ہیں:

(الف) معتدل ممالک یعنی جہاں رات دن کے اوقات مساوی ہوں یا اعتدال کے ساتھ کم و بیش ہوئے ہوں (۴۵ عرض البلد کے اندر کے علاقے)

(ب) غیر معتدل ممالک: یعنی وہ علاقے جہاں رات دن کے اوقات میں فاحش (بہت زیادہ) کمی بیشی

ہوتی ہو، مثلاً برطانیہ جہاں گرمیوں میں ۱۸؍ گھنٹے کا دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہو جاتی ہے۔

(۲) جہاں ٤ ۲؍ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب نہیں ہوتا، خواہ وہاں ٤ ۲؍ گھنٹوں میں کئی کئی بار طلوع وغروب ہوتے ہوں یا ٤ ۲؍ گھنٹوں سے زائد وقت ایک بار طلوع وغروب کے لئے لگتا ہو، ان میں سے نمبر:

(الف) کا حکم واضح ہے اور نمبر (ب) کا حکم سوال نمبر: ۱۷۳ کے جواب میں آرہا ہے، یہاں زیر بحث قسم نمبر: ۲ ہے۔ ۱۲ (سعید احمد پالن پوری)

(۲) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے جو گھنٹوں کے حساب سے نماز روزہ کا حکم بیان فرمایا ہے وہ حدیث دجال سے ثابت ہوتا ہے اور حدیث دجال کافی لمبی ہے؛ اس لئے اس کا وہ حصہ یہاں نقل کر دیتے ہیں، جو اس حکم سے متعلق ہے اور یہ لمبی حدیث مسلم شریف اور ترمذی شریف میں حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ مختصر حصہ ملاحظہ فرمایئے:

قلنا: يا رسول الله! وما لبثه في الأرض؟ قال: أربعون يوما، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، قلنا: يا رسول الله! فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا منه صلاة يوم قال: لا؟ اقدروا له قدره۔ الحديث (مسلم شريف، كتاب الفتن، باب ذكر الدجال وصفته، النسخة الهندية ۲/ ۴۰۱، مكتبه بيت الأفكار، رقم: ۲۹۳۷، ترمذي شريف، النسخة الهندية ۲/ ۴۸، رقم: ۲۲۴۰)

اور امام نووی نے بہت وضاحت فرمائی ہے ملاحظہ ہو:

ومعنى أقدروا له قدره، أنه إذا مضى بعد طلوع الفجر قدر ما يكون بينه وبين الظهر كل يوم فصلوا الظهر، ثم إذا مضى بعده قدر ما يكون بينها وبين العصر فصلوا العصر، وإذا مضى بعد هذا قدر ما يكون بينها وبين المغرب فصلوا المغرب، وكذلك العشاء والصبح، ثم الظهر، ثم العصر، ثم المغرب، وهكذا حتى ينقضى ذلك اليوم، وقد وقع فيه صلوات سنة فرائض كلها مؤداة في وقتها الخ۔ (شرح النووي على المسلم ۲/ ۴۰۱)

(٣) وفاقد وقتهما كبلغار مكلف بهما فيقدر لهما، ولا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتى البرهان الكبير، واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه، فزعم المصنف أنه المذهب، وقيل: لا يكلف بهما لعدم سببهما، وبه جزم في الكنز والدرر، والملتقى، وبه أفتى البقالى، ووافقه الحلواني والمرغيناني، ورجحه الشرنبلالي والحلبي، وأوسعا المقال ومنعا ما ذكره الكمال۔ (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ١٨، كراچی ١/ ٣٦٣)

وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٤٢٨، كوئٹه ١/ ٢٤٦، وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٢٢٦-٢٢٥، كوئٹه ١/ ١٩٧-١٩٨، وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ١٦١-١٦٢، وكذا في حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٢١٨-٢١٧، إمداديه ملتان ١/ ٨١ ۔

شبیر احمد قاسمی عفااللہ عنہ

(۱) وہاں کے باشندے اپنے حسابات و معاملات میں ایسے لیل ونہار شمار کرتے ہیں یا دو مہینے کے لیل و نہار

(۲) اگر متعدد لیل ونہار شمار کرتے ہیں تو اس کا معیار کیا ہے جس سے منضبط کیا جاتا ہے اور جس کی بناء پر تاریکی کے بعض حصص کو نہار اور روشنی کے بعض حصص کو لیل قرار دیا جاتا ہے۔(انتہی)

سوال: اوپر کے استواء (HIGHER LATI TUDES) میں جہاں سورج ۲۰،۲۲ گھنٹے تک رہتا ہے یا اور اوپر جانے سے چھ ماہ تک سورج غروب نہیں ہوتا اور اگلے چھ ماہ جہاں اندھیرا رہتا ہے وہاں کے لئے کیا احکامات ہیں نماز اور روزہ کے بارے میں؟ اکثر لوگ ان جگہوں پر مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کے اوقات کا اعتبار کرتے ہوئے نماز اور روزہ اختیار کرتے ہیں کیا اسطرح کرنا درست ہے؟

جواب: مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کے اوقات کا اعتبار کرنا بالکل غلط ہے، جن مقامات پر طلوع و

غروب ہوتا ہے لیکن دن بہت لمبا اور رات بہت چھوٹی ہوتی ہے ان کو اپنے ملک کے طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ رکھنا لازم ہے، البتہ ان میں جو لوگ ضعف کی وجہ سے اتنے طویل روزہ کو برداشت نہیں کر سکتے وہ معتدل موسم میں قضاء رکھ سکتے ہیں، ان علاقوں میں نماز کے اوقات بھی معمول کے مطابق ہوں گے اور جن علاقوں میں طلوع و غروب ہی نہیں ہوتا، وہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ وہ چوبیس گھنٹے میں گھڑی کے حساب سے نماز کے اوقات کا تعین کر لیا کریں اور اسی کے مطابق روزوں میں سحر وافطار کا تعین کر لیا کریں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے قریب تر شہر جس میں طلوع و غروب معمول کے مطابق ہوتا ہے، اس کے اوقات نماز اور اوقات وسحر پر عمل کیا کریں۔

سوال ۲: بعض افراد درمیانی استواء(MID LETI TUDES) میں بھی اپنی نمازیں اور روزہ مدینہ منورہ کی نمازوں اور اوقات کے ساتھ ادا کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہر شہر کے لئے اس کی طلوع و غروب کا اعتبار ہے، نماز کے اوقات میں بھی اور روزہ کے لئے بھی، مدینہ منورہ کے اوقات پر نماز روزہ کرنا بالکل غلط ہے اور یہ نمازیں اور روزے ادا نہیں ہوئے۔

سوال ۳: کراچی سے لاہور، اسلام آباد جاتے ہوئے گو کہ لاہور، اسلام آباد میں سورج غروب ہو چکا ہوتا ہے اور روزہ کھولا جارہا ہوتا ہے، مگر جہاز میں اونچائی کی وجہ سے سورج نظر آتا رہتا ہے، اس صورت میں روزہ زمین کے وقت کے مطابق کھولا جائے یا کہ سورج جب تک جہاز سے غروب ہوتا ہوا نہ دیکھا جائے تب تک ملتوی کیا جائے۔

جواب: پرواز کے دوران جہاز سے طلوع و غروب کے نظر آنے کا اعتبار ہے، پس اگر زمین پر سورج غروب ہو چکا ہو مگر جہاز کے افق سے غروب نہ ہوا تو جہاز والوں کو روزہ کھولنے یا مغرب کی نماز پڑھنے کی

اجازت نہ ہوگی، بلکہ جب جہاز کے افق سے غروب ہوگا جب اجازت ہوگی۔

سوال ٤ : دوسری صورت میں جب عین روزہ کھلتے ہی اگر سفر شروع ہو تو جہاز کے کچھ اونچائی پر جانے کے بعد پھر سے سورج نظر آنے لگتا ہے اور مسافروں میں بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ روزہ گڑبڑ یا مکروہ ہوگیا۔اس کے متعلق کیا احکام ہیں؟

جواب: اگر زمین پر روزہ کھل جانے کے بعد پرواز شروع ہوئی اور بلندی پر جاکر سورج پھر نظر آنے لگتا ہے تو روزہ مکمل ہوگیا، روزہ مکمل ہونے کے بعد سورج نظر آنے کا کوئی اعتبار نہیں، اس کی مثل ایسی ہے کہ کوئی شخص تیس روزے پورے کرکے اور عید کی نماز پڑھ کر پاکستان آیا تو دیکھا یہاں رمضان ختم نہیں ہوا، اس کے ذمہ یہاں آکر روزہ رکھنا فرض نہیں ہوگا۔

سوال ٥ : اگر عملہ نے سفر کی دوران یہ محسوس کیا کہ روزہ رکھنے سی ڈیوٹی میں خلل پڑ رہا ہے اور روزہ توڑ دیا تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب: اگر روزہ سے صحت متاثر ہو رہی ہے اور ڈیوٹی میں خلل آنے اور جہاز کے مسافروں کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دیا جائے، اس کی صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

(فتاوی بینات)

ختم شد

ناشر .... دارالریان کراچی